اصول عقائد (چالیس اسباق میں)

شیخ علی اصغر قائمی

مترجم :سید مبین حیدر رضوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتاہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہء و حق وحقیقت سے سیراب کردیا ،آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا ،اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں ،وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ،ولولہ اور شعورنہ رکھتے تو مذہب عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ایک چھوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیتؑ اور ان کے پیروں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکراپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی ،پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پرواکئے بغیر مکتب اہل بیتء نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء

ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری ونظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دوراور ہر زمانے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیاہے ،خاص طورپر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگا ہیں ایک بارپھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں ،دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اورثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ہیں یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشرواشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیاتک پہنچائے گا ،وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا ۔

(عالمی اہل بیتؑ کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری ویکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھا یا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہو سکے ،ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیاجائے اور حریت وبیداری کے علمبردار خاندان نبوت ورسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق وانسانیت کے دشمن ،انانیت کے شکار ،سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے ۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزارہیں اور خود کو مؤلفین ومترجمین کا ادنی خدمتگار تصور کرتے ہیں ،زیر نظر کتاب مکتب اہل بیتؑ کے ترویج واشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ،فاضل علام آقای شیخ علی اصغر قائمی

کی گرانقدر کتاب ''اصول عقائد'' کوجناب مولانا سید مبین حیدر رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیاہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں ،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ اداکرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے ،خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کاباعث قرار پائے ۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کوشش کو مُکمل مقصد حسینؑ، بطلۂ کربلا ثانی زہرا، حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی پاک بارگاہ میں پیش کر کے شرف قبولیت کا متمنی ہوں۔

سید مبین حیدر رضوی

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وَبہ نَستعین الحمدُ للہِ رَبّ العالمین و صلیٰ اللہ علیٰ سیّدنا وآلہ الطیبین الطاہرین لا سیّما بقیۃ اللہ فی الأرضین و لعنۃ اللہ علیٰ أعداءھم و مخالفیھم أجمعین من اآان الیٰ قیام یوم الدین ۔اصول عقائد دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے، ہر مسلمان کے عقیدہ کو دلیل و برہان پر مبنی ہونا چاہئے ۔ اسی لئے اسلام کی عظیم دانشمند ہستیوں نے صدیوں پہلے سے ہی عقیدتی مسائل کی تبیین و تشریح کی ہے اور آج بھی ان کے قیمتی آثار و خدمات ہمارے درمیان موجود ہیں ۔تقریباً دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ حقیر ،مدیریت حوزہ علمیہ قم کے پروگراموں کے تحت اصول عقائد کے تدریسی فرائض کو انجام دے رہا ہے۔ اسی دوران ایک کتابچہ تیار کیا جو (توحید تا معاد)عقائد پر مشتمل تھا اور طلاب کی خدمت میں پیش کیا ،اس کتابچہ کی تیاری کے لئے میں نے عقائد کی متعدد جدید و قدیم کتب کا بغور مطالعہ کیا اور وہ مسائل جو جوان طلاب کے لئے مفید و موثر تھے ان کا انتخاب کیا ۔

اس کتابچہ پہ میں نے بارہا تجدید نظر کی اور حد امکان اس کی خامیوں کو دور کیا، بات یہاں تک آپہنچی کہ بعض مؤلین و اساتید و طلاب نے اس بات کی رائے دی کہ یہ چھپ جائے تو بہتر ہوگا ، خدا کا شکر ہے کہ ان کے آراءنے عملی جامہ پہنا اور یہ کتاب جو چالیس اسباق پر مشتمل ہے حسب ذیل خصوصیات کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے ،ہم اس بات کی امید کرتے ہیں کہ یہ خدمت حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ۔کی تائید سے شرفیاب ہوسکے ۔ ۱۔چونکہ اس کتاب کی تدوین کے لئے دسیوں جدید و قدیم عقائدی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے اور ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے نیز اس بات کی سعی پیہم کی گئی ہے کہ ہر کتاب کی خصوصیت کا خیال کرتے ہوئے اس کے پیچیدہ مسائل اور مشکل عبارتوں سے پرہیز کیا جائے ۔ ۲۔باوجودیکہ اس کتاب کے اسباق نہایت سادہ و سلیس اور عام فہم زبان میں عام لوگوں کے لئے مرتب کئے ہیں، اس میں عقلی و نقلی دلائل کا بھرپور سہارا لیا گیا ہے نیز وہ نوجوان

و جوان جو عقیدتی مسائل کو تقلید سے ہٹ کر تحقیق کی رو سے ماننا اور سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے نہایت تسلی بخش اسلوب کو اپنایا گیا ہے اور ثقل و سنگینی سے قطعی پرہیز کیا گیا ہے ۔

۳۔یہ کتاب جوان طلاب کے درمیان کئی برسوں کے تجربہ کے بعد وجود میں آئی ہے لہٰذا ایام تبلیغ میں مبلغین کے لئے کلاس داری نیز دیگر امور میں نفع بخش ثابت ہوگی ۔

۴۔اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ عقیدتی پنجگانہ اصولوں سے متعلق جو سوال پیدا ہوتے ہیں ان کا مدلّل جواب دیا جا سکے ۔

۵۔آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کتاب میں متعدد کتب سے استفادہ کیا گیا ہے جن کا تذکرہ حسب ضرورت کیا گیا ہے ،بعض مواقع پر ان کتابوں کی عین عبارت کو بھی نقل کیا گیا ہے ہم ان مؤلفین کی زحمات و خدمات کے مرہون و مدیون ہیں۔ اساتید و علم دوست افراد سے اس بات کی توقع ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے ہم کو ضرور آگاہ فرمائیں گے تاکہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح ہو سکے ۔وما توفیقی الاّ باللہ توکلت علیہ وألیہ أنیب

اصغر قائمی حوزہ علمیہ قم

کچھ اپنی بات

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس نے ہادیوں کو خلق کیا تاکہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن رہ سکیں ،درود پاک رسول وآل رسول پر جو امت وسطیٰ ،خیرالبریۃ، ائمہ ہدیٰ اور کائنات کے لئے مایۂ رحمت اور سبب ہدایت ہیں ، جن کی کرم فرمائیوں کے سبب آج دنیا میں خدا کا دین باقی ہے دنیا کے کسی گوشہ وکنار کا رہنے والا ہو کسی طبقہ سے اس کا تعلق ہو ، ایک چیز جوبلا تفریق ہر انسان میں پائی جاتی ہے وہ ہے فطرت اور فطری تقاضے ،جس کا پہلا قدم ،ضرورت مذہب ہے ۔ اس کو کئی ناموں سے یاد کیا جاتاہے مذہب در حقیقت انسانی کامیاب زندگی کے لائحہ عمل کا نام ہے ۔اب سوال یہ ہے کہ یہ دین یا دھرم یا مذہب،خدا ساختہ ہے یا خود ساختہ مسئلہ کی وضاحت لفظوں سے واضح ہے : آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ،نظریہ وعقیدہ کی جنگ ہے اب جنگ اسلحوں کی کم، نظریات وعقائد کی زیادہ ہے ،اس جنگ میں ہر شخص اپنے حریف پر اپنے عقائد کی تبیین نہیں تحمیل چاہتاہے ، لیکن عدل وانصاف کاتقاضایہ ہے کہ اگر آپ کے نظریات صحیح اور معقول ہیں تو اس کو دلیل وبرہان کے ذریعہ پیش کریں نہ کہ سر تھوپیں۔۔

اور یہ حقیقت ہے کہ حق کا جادو ہمیشہ سر چڑھ کر بولتاہے کہا جاتاہے کہ ''انسان کے عمل میں اس کاعقیدہ دخیل ہوتاہے ''۔اگر انسان کا عقیدہ اس کے جذبات او راحساسات وذہنی اپج کی بنا پر ہے تو اس کے اعمال کا رنگ ڈھنگ دوسرا ہوگا ،لیکن اگر اس کے عقائد آسمانی تائیدات کے تحت ہوں گے تواس کے اعمال ورفتار وکردار میں الٰہی رنگ جلوہ نما ہوگا ،اس دور میں تو ہر شخص یہ کہہ کر اپنا قد اونچا کرنا چاہتاہے کہ ''صاحب !ہم توکتاب،حدیث اور مجتہد کچھ نہیں جانتے ہمارا عقیدہ یہ کہتاہے!! ''، ''ایسا ہے جناب میں روایت وتاریخ کی بات نہیں جانتا ،میری نظر میں اور میرے عقیدہ کے حساب سے تویوں ہے!! ''۔ظاہر سی بات ہے جہاں الٰہی نظام میں ، میں ،ہم ،کا دخل ہوجائے گا وہاں للہیت کتنی باقی رہے گی اس کا فیصلہ تو صاحبان عقل ہی کر سکتے ہیں، ضروری ہے کہ دین میں ''میں اور ہم ''نہ آئے اور خالص رہے ،تو خالص دین کہاں تلاش کریں؟۔خالص دین،انبیاء ومرسلین واوصیاء الٰہی سے لیں، خدا نے اپنے دین اسلام کو صاحبان کتاب وشریعت رسولوں کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے اماموں نے اس کو بچایا ،اور اس کی

مکمل تشریح وتفسیر کی ہے،اور زمانہ غیبت میں،علماء کرام نہایت ہی جانفشانی سے اس کو نسلاًبعد نسلٍ منتقل کرتے رہے ہیں،خدا ان کی ارواح طیبہ پر نزول رحمت فرمائے آمین۔یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو حجتالاسلام والمسلمین جناب اصغر قائمی استا د حو زہ علیہ قم نے مرتب فرمایا ہے جس کانام (اصول عقائدہے) ہم نے بھی اس کا اردو ترجمہ ''اصول عقائد '' ہی کیاہے ۔ عقائدکے عنوان سے سر دست متعدد علماء کی کتابیں موجودومقبول ہیں لیکن جو بات اس کتاب کو دیگرکتب سے ممتاز کر دیتی ہے وہ اس کی سلاست وعام فہم دلیل اورطرز بیان ہے،جس کو ہر طبقہ اور ہر فکر کاانسان پڑھ اور سمجھ سکتا ہے ۔اس کتاب میں نہ ہی پیچیدہ فلسفی اصطلاحیں استعمال کی گئیں ہیں اور نہ ہی بے جاغرب اور غرب زدہ افراد کے نظریات کا کھوکھلاسہارا لے کر خود کو بہت ہی روشن فکر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔عقیدۂ،معاد ،برزخ،حقیقت روح،جیسےپیچیدہ مسائل کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے دلیلوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ نیز اختلافی عقائد کو بہت برملا بیان کیاہے اس کی افادیت کا علم تو اس کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا ۔ میں عزیزالقلب حجۃ الاسلام والمسلمین جنا ب مولانا سید مظہر علی رضوی کا تہہ دل سے شکر گذار ہو ں کہ جنھو ں نے میری عدیم الفرصتی کے سبب اس کتاب کے ترجمہ میں مدد کی،خدا ان کے قلم وزبان میں استحکام اور اثرپیدا کرے تاکہ دین آل محمدؐ کے مدافع ووکیل بن سکیں،آمین ۔صاحبان علم وادب سے مفید مشوروں کا متمنی خاکپائے اولاد زہراسید مبین حیدر رضوی (پپروی)

پہلا سبق

اعتقادی مباحث کی اہمیت علم عقائد

ہر علم کی اہمیت اور قدر و قیمت کا دار و مدار اس کے موضوع پہ ہوتا ہے اور تمام علوم کے درمیان علم عقائد کا موضوع سب سے بہتر اور بیش قیمت ہے ۔ ہر انسان کی جملہ مادی و معنوی افکار و افعال کی بنیاد در اصل اس کے عقائد ہیں، اگر وہ صحیح و سالم، قوی اور بے عیب ہوں تو اس کے اعمال و افکار اور مختلف نظریات سبھی صحیح اور شائستہ ہوں گے، اسی بنیاد پر فروع دین (جو کہ اسلام کے عملی احکام ہیں) کی جانب ہر انسان کی کمی و کیفی توجہ اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ اصول دین کے سلسلہ میں اس کا عقیدہ کس معیار پر کھرا اترتا ہے ۔

دوسرے یہ کہ اعتقادی مسائل میں خدا شناسی (معرفت خدا) کا ایک خاص مقام ہے کیونکہ ایک موحد انسان کے تمام عقائد اور دنیا پر طرز نگاہ کی اصل بنیاد اور نقطۂ مرکزی اس کی خدا شناسی ہے! قال الصادق علیہ السلام: لو یعلم الناس ما فی فضل معرفۃ اللہ ما مدوا أعینھم الیٰ ما متع بہ الأعداء من زھرۃ الحیاۃ الدنیا و نعیمھا وکانت دنیاھم ،أقل عندھم مما یطئونہ بأرجلھم[1] اگر لوگ معرفت خدا کی حقیقت سے آگاہ ہوجاتے تو دنیا جس سے دشمنان خدا نے زیادہ استفادہ کیا ہے اس کی رنگینیوں کی جانب کبھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے اور دنیا ان کی نگاہوں میں پیروں سے روندی ہوئی خاک سے بھی زیادہ کم قیمت ہوتی ۔ اس چھوٹے سے مقدمہ کے بعد اصول عقائد کی بحث، خاص طور توحید الٰہی کی اہمیت بالکل روشن اور واضح ہو جاتی ہے، لیکن اس سے پہلے کہ توحید کی بحث روع کی جائے بہتر یہ ہو گا کہ دین پر اعتقاد رکھنے کے جو فوائد اور نتائج ہیں ان کو بیان کردیا جائے ۔ دینی عقیدے کے آثار

ا ۔ ین، زندگی کو وزنی بناتا ہے، اگر دین کو زندگی سے جدا کرلیں تو کھوکھلاپن اور حیرانی کے سوا کچھ بھی نہیں رہ جائے گا ۔

[1] وافی جلد ۱۰، ص ۴۲

۲۔ دین حیرت و استعجاب کو دور کرتا ہے یعنی اس حیرانی کو دور کرتا ہے کہ کہاں تھے؟ کہاں ہیں؟ کس لئے ہیں اور کہاں جائیں گے مولا امیرالمومنین ں فرماتے ہیں: ''رحم اللہ امرء علم من أین وفی أین و الی أین''خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ کہاں سے آیا ہے، کہاں ہے اور کہاں جانا ہے!

۳۔ انسان ذاتی طور پر ترقی اور کمال کا تشنہ اور اس کا فدائی ہوتا ہے اور صرف دین وہ شئ جو انسان کو حقیقی کمال کی جانب ہدایت کر سکتا ہے۔ امام باقر ں فرماتے ہیں: ''الکمال کل الکمال التفقہ فی الدین والصبر علی النائبۃ و تقدیر المعیشۃ'' تمام کے تمام کمالات کا خلاصہ دین میں بصیرت، مشکلات میں صبر اور زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا ہے[1]۔

۴۔ فکری سکون صرف آغوش دین میں ہے، بے دین ہمیشہ مضطرب خائف اور پریشان رہتا ہے، اگر دنیا کی فیصدی آبادی کو ملاحظہ کیا جائے تو ذہنی اور اعصابی نیز نفسانی بیماریاں ان معاشروں میں زیادہ ہیں جہاں دین نام کی کسی چیز کا وجود نہیں ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: (الّذین آمنُوا ولم یلبسُوا ایمانہم بظلمٍ اُولءِکَ لَھُمُ الأمن وَ ھُم مُھتدُون[2]) ''جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن و سکون ہے اور وہ سالکین راہ ہدایت ہیں''۔

۵۔ کوشش اور امید صرف دامن دین میں ہے جب کبھی حوادث روزگار اور زندگی کے پیچیدہ مسائل انسان کی زندگی میں سر اٹھاتے ہیں اور اس کو تمام راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور وہ ان مشکلات کے سامنے اپنے آپ کو بے بس، مجبور و کمزور محسوس کرتا ہے تو ایسے وقت میں صرف مبداء و معاد، توحید و قیامت پر ایمان ہی وہ مرکز ہے جو بے تکان اس کی مدد کو دوڑتا ہے اور اس کو قوت عطا کرتا ہے، ایسے وقت میں وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا بلکہ اس بات کا احساس کرتا ہے کہ ایک بہت بڑی طاقت اس کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ پھر امید اور حوصلہ کے ساتھ اپنی محنت اور کوشش کو جاری رکھتا ہے اور سختیوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے لہٰذا

---

[1] منتھی الامال ،کلمات امام باقر

[2] انعام آیۃ: ۸۲

توحید او رقیامت پر ایمان رکھنا انسان کے لئے پشت پناہ نیز استقامت و جواں مردی کا سر چشمہ ہے ۔نبی اکرم فرماتے ہیں : ''المؤمن کا لجبل الراسخ لا تحرّکہ العواصف''، ''مومن اس پہاڑکی مانند ہے جس کو آندھیاں ہلا بھی نہیں سکتی ہیں '' دین کے فوائد کے بارے میں حضرت علی ں کے چند اقوال:

۱۔الدین أقویٰ عماد '' دین سب سے مستحکم پایگاہ ہے''۔

۲۔صیانۃ المرء علی قدر دیانتہ ''انسان کی حفاظت اس کی دیانت داری کی مطابق ہوتی ہے ''۔

۳۔الدین أفضل مطلوب ''دین بہترین مطلوب و مقصود ہے ''۔

۴۔اجعل دینک کھفک '' دین کو اپنی پناہ گاہ قرار دو'' ۔

۵۔الدین یصد عن المحارم ''انسان کو گناہوں سے بچائے رکھتاہے ''۔

۶۔سبب الورع صحۃ الدین دین کی سلامتی پرہیزگاری کا سبب ہے ۔

۷۔یسیر الدین خیر من کثیر الدنیا '' تھوڑا سا دین بہت ساری دنیا سے بہتر ہے ''۔

۸۔من رزق الدّین فقد رزق خیر الدنیا و الاخرۃ ''جوکوئی بھی دیندار ہوگیا گویا خیر دنیا و آخرت اس کو عطا کر دی گئی ''۔

۹۔الدین نور ''دین نور ہے''۔

۱۰۔نعم القرین الدین ''بہترین ساتھی او ردوست دین ہے''[1]۔دین او رمعاشرتی عدالت کی حفاظت کسی نے امام رضا سے سوال کیا کہ خدا ،رسول اور امام پر ایمان لانے کا فلسفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا : لعلّ کثیرۃ منھا ان من لم یقرّ باللہ عزّو جلّ لم یجتنب معاصیہ

[1] تمام احادیث ،غرر ودرر جلد ۷، باب دین

ولم ینتہ عن ارتکاب الکبائر ولم یراقب أحداً فیما یشتھی و یستلذ من الفساد و الظلم[1]''ممکن ہے اس کی بہت ساری علتیں ہوں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا وہ گنا ہوں سے پر ہیز نہیں کرتا .اور گنا ہان کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ فساد و ظلم جو اس کے لئے باعث لذت ہے اس کو انجام دینے میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا ''۔یہ بالکل عام سی بات ہے کہ جو شخص دا و قیامت پر یقین نہیں رکھتا اسی کے لئے عدالت مساوات ،ایثار، عفو ودر گذشت بلکہ تمام اخلاقی مسائل بالکل کھوکھلے بے معنی اور بے قیمت ہیں ۔اور ایسے شخص کی نظر میں عادل ،ظالم ،صالح اور مجرم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس کی نظر میں مرنے کے بعد سب ایک مساوی نقطہ پر پہنچیں گے۔ لہٰذا پھر کونسی ایسی چیز ہے جو اس انسان کو فتنہ و فساد اور ہوس رانی سے روک سکے ۔ نتیجتاً اور قیامت پر ایمان اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ انسان اپنے ہر فعل پر خود کو خدا کے سامنے جواب دہ و ذمہ دار قرار دے ۔ایک متدین انسان اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اس کا معمولی سا عمل چاہے نیک ہو یا بد اس کا حساب ضرور ہوگا ۔

(فَمَن یَعمل مِثقالَ ذَرّۃٍ خَیراً یَرَہُ وَمَن یَعمل مِثقالَ ذَرّۃٍ شَرّاً یَرَہُ[2]) ''جو کوئی بھی ذرہ برابر نیک عمل کرے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برا عمل انجام دے گا اس کو (روز محشر) دیکھے گا ''۔بیشمار مسلمان دین کے والا مقام تک کیوں نہیں پہونچ کے؟ گذشتہ بحثوں میں دین پر اعتقاد رکھنے کے جو نتائج و فوائد بیان کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دین زندگی کو قیمتی اور بھاری بھرکم بناتا انسان کو حیرانی و سرگردانی سے نکالتا نیز انسان کے لئے کمال و سعادت کا باعث ہوتا اور اگر دین سکون قلب کا سبب اور قوم وملت میں عدل وانصاف کے پھیلنے کا باعث ہوتا تو مسلمانوں کی اکثریت ان مقامات کو کیوں نہ پاسکی ؟اس سوال کا جواب امیرالمومنین کے کلام کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ۔قال علیؑ ''الإیمان إقرار باللسان ومعرفۃ بالقلب و عمل بالجوارح ''''ایمان زبان سے اقرار ،دل سے معرفت اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے ''۔ اور یہ بات بالکل روز روشن کی مانند

---

[1] میزان الحکمۃ، باب معرفت ۔
[2] سورہ زلزال ۷۔۸

واضح ہے کہ مسلمانوں کی اکثر تعداد پہلے مرحلہ سے آگے نہ بڑھ سکی"[1] ۔نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت و عمل کے بغیر صرف زبانی ایمان کا کوئی اثراور فائدہ نہیں ہوا ۔قال الصادق علیہ السلام : لا معرفۃ الّا بالعمل فَمن عرف دلتہ المعرفۃ علیٰ العمل و من لم یعمل فلا معرفۃ لہ[2] "معرفت، عمل کے سوا کچھ بھی نہیں اور جس نے بھی معرفت حاصل کی معرفت نے اسی کو عمل کی راہ پر گامزن کردیا لہٰذا جو شخص با عمل نہیں وہ با معرفت بھی نہیں "۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس نورانی قول کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایمان کے آثار و فوائد اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ایمان دل کی تہوں میں اتر جائے اور دل کے توسط سے اعضاء و جوارح کے ذریعہ عمل ظہور پذیر ہو جائے ۔

سوالات

۱۔ اصول دین میں بحث کیوں اہمیت رکھتی ہے ؟

۲۔ دین پر اعتقاد رکھنے کے آثار خلاصہ کے طور پر بیان کیجئے ؟

۳۔ خدا اور رسول و امام پر عقیدہ رکھنے کا فلسفہ کیا ہے ؟

۴۔ مذہبی معاشرہ ،دین کے فوائد اور اس کے آثار سے کیوں بہرمند نہیں ہوسکا ؟

---

[1] بحا رالانوار جلد ۶۹، ص ۶۸

[2] اول کا فی .باب جو نادانستہ عمل کرے (حدیث دوم)

دوسرا سبق

توحید فطری

فطرت کے لغوی معنی سرشت و طبیعت سے عبارت ہے اور اصطلاح میں ہر انسان کے معنوی جذبہ او ر خواہش کو فطرت کہا جا تاہے،انسان کے اندر دو طرح کے خواہشات پائے جاتے ہیں ۔ ۱۔مادی خواہشات :جو مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انسانی وجود میں پوشیدہ ہوتی ہیں. جیسے حب ذات،بھوک پیاس، خوف،امید وغیرہ ۔ ۲۔ معنوی خواہشات : جیسے ترقی،دوستی، ایثارو قربانی، احسان و شفقت اور اخلاقی ضمیر یہ خواہشات انسانی وجود میں اس لئے رکھی گئی ہیں تاکہ وہ حیوانیت کے حدود سے نکل کر واقعی او رحقیقی کمالات تک پہونچ سکے ۔

فطرت یا معنوی خواہشات معنوی خواہشات یا فطرت اسے کہتے ہیں کہ جس کو انسان خود بخود پالیتا ہے اور اس کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی فطرت،معرفت و شناخت کے سر چشموں میں سے ایک سر چشمہ ہے، کبھی اس سر چشمہ شناخت کو قلب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور عقل جوکہ تفکرو ادراکات نظری کا مرکز ہے اس سے بہت جدا ہے اور یہ سب کے سب انسانی روح کے ایک ہی درخت کے پھل اور اس کی شاخیں ہیں یہ معنوی معرفت ہر انسان کے اندر موجود ہے۔البتہ کبھی کبھی سیاہ پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں اور یہ فطرت آشکار نہیں ہو پاتی.انبیاء کی بعثت نیز اماموں کا سلسلہ انہیں پردوں کو ہٹانے او ر فطرت الٰہی کے رشد کے لئے تھا انسان فطرت توحید کے ساتھ دنیا میں آتا ہے ۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے : (فَأَقِم وَجھکَ للدین حَنِیفًا فِطرَتَ اللّٰہِ الَتی فَطَرَ النَاسَ عَلَیھا لاتَبدِیلَ لِخَلقِ اللّٰہ ذٰلک الدین القَیّمُ ولٰکن أکثرُ النَاسِ لاَ یَعلَمُونَ[۱]) ''آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس

۱

نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے'' ۔فطرت، روایات کی روشنی میں قال رسول اللّٰہ: ''کُلُّ مولودٍ یُولدُ علیٰ الفِطرةِ حتیٰ یکون أبواہ یھوّدانہ أوینصّرانہ[1]،ہر بچہ فطرت (توحید و اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں ۔عن زرارہ سالت أبا عبد اللّٰہ علیہ السلام عن قول اللّٰہ عزّوجلّ فطرةُ اللّٰہِ التی فطرالنّاس علیھا قال: فطرھم جمیعاً علیٰ التوحید [2] جناب زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق ں سے خدا کے اس قول (فطرة اللّٰہ) کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا :کہ خدا نے سب کو فطرت توحید پر پیدا کیا ہے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیت کریمہ میں فطرت سے کیا مراد ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا : اسلام مراد ہے کیونکہ خدا نے جب انسانوں سے توحید اور معرفت خدا کا عہد لیا تھا اسی وقت ضرورت دین کو بھی ان کے وجود میں جا گزیں کر دیا تھا عن علیّ ابن موسیٰ الرّضا صلوات اللّٰہ علیہ عن أبیہ عن جدہ محمّد بن علیّ بن الحسین علیھم السلام فی قولہ ۔فطرة اللّٰہ التی فطر النّاس علیھا :قال ھولاألٰہ اِلاّ اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ علیّ امیرالمومنین الیٰ ھٰھنا التوحید [3]

امام رضا ں اپنے والد بزرگوار سے انہوں نے اپنے جدامام باقر ں سے نقل کیا (فطرتاللّٰہ) کے معنی لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔علی امیر المومنین ں ہیں یعنی خدا کی وحدانیت کے اقرار میں رسالت محمدی کا یقین اور ولایت امیر المومنین کا اقرار بھی شامل ہے ۔ابو بصیر نے امام محمد باقر ں سے نقل کیا ہے کہ (فأقِم وَجھک للدّینِ حَنیفًا) سے مراد ولایت ہے[4] ۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ہر انسان اپنے آپ میں ایک پیدا کرنے والے کا احساس کرتا ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جس کو خدا نے انسانوں کی سرشت و فطرت

---

[1] بحارالانوار جلد ۳،ص۲۸۱

[3] بحارالانوار جلد۳،ص۲۷۷

[4] بحارالانوار جلد۳،ص۲۷۷

میں ودیعت کر دیا ہے ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی قبول کیا ہے جن کے چند نمونوں کی جانب ہم اشارہ کریں گے مذہبی فطرت اور دانشوروں کے نظریات!بغیر کسی اشتثناکے عقیدہ او رمذہب سب میں پایا جاتاہے اور میں اس کوپیدائشی مذہبی احساس کا نام دیتا ہوں،اس مذہب میں انسان آرزوں اور مقاصد کے کم ہونے اور عظمت وجلال جو ان امور کے ماوراء اور مخلوقات میں پوشیدہ ہوتے ہیں انکا احساس کرتاہے[1]۔ ''انسٹن''،''دل کے پاس کچھ ایسی دلیلیں ہیں کہ جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے''[2]،''پاسکال''،''میں بالکل کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مذہبی زندگی کا سرچشمہ دل ہے''[3]۔

''ویلیم جیمز''،''ہمارے اسلاف نے بارگاہ خدا وندی میں اس وقت سر کو جھکا دیا تھا جب وہ خدا کو کوئی نام بھی نہ دے سکے تھے''[4]۔ ''ماکس مولر''،''جو حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عرفانی احساس ایک ایسی لہر ہے جو ہماری فطرتوں کے تہہ سے اٹھتی ہے اور در حقیقت وہی اصل فطرت ہے جس طرح انسان پانی اور آکسیجن کا محتاج ہے اسی طرح خدا کی ضرورت بھی ہے''[5]۔ ''الکسس کارل''،''انسان اس بات کا احساس کرتاہے کہ اسے آب و دانہ کی ضرورت ہے اسی طرح ہماری روح کو بھی بہترین روحانی غذاؤں کی ضرورت ہے ۔اسی احساس کا نام ہے دین، جس کی جانب پہلے ہی انسان کی ہدایت کر دی گئی تھی،گویا یہ کہ اگر دنیا کی وحشی ترین قوم سے ایک بچہ کولے لیں اور اس کو آزاد چھوڑ دیں کہ وہ جیسے چاہے ویسے زندگی گزارے اور اس کو کسی بھی دین سے آشنا نہ کرائیں وہ جس وقت بڑا ہوگا اور جس قدر اس کا شعور و ادراک کامل ہوگا ہم اس بات کو محسوس کریں گے کہ وہ کسی گمشدہ شئ کی تلاش میں ہے اور ہر دم اور ہمیشہ اصل فطرت و سرشت کی بنا پر ادھر ادھر ہاتھ پیر مارے گا تاکہ اپنے دماغ میں کسی چیز کا تصور کر سکے او رہم اس کی اس تگ ودواور فکر کو دین کہتے ہیں۔ ''سقراط حکیم ''،امیدوں کا ٹوٹنا اور ظہور فطرت ہر انسان اضطراب اور غیر خدا سے قطع تعلقات کے وقت اللہ سے لو لگاتا ہے اور فطرتاً اپنے کو اس بے نیاز کا محتاج محسوس کرتاہے۔ اگر

---

[1] دنیا ی کہ من می بینم ص۵۳
[2] سیر حکمت دراروپاص،۱۴
[3] سیر حکمت دراروپاص ۳۲۱
[4] مقدمہ نیایش ص ۳۱
[5] نیایش ص ۲۴،۱۶

ہر وقت یہی کیفیت برقرار رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اس کے معبود سے ناتہ ٹوٹا نہیں ہے امیرالمومنین ں کلمہ (اللہ) کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ ا۔ھوالذی یتأله الیہ عند الحوائج والشدائد کل مخلوق عند انقطاع الرجاء من جمیع من ھودونہ وتقطع الاسباب من کل من سواہ [2] خدا اس ذات کا نام ہے کہ سختی اور حاجات کے وقت جب دنیا کی ہر مخلوق کے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں اور امیدیں غیر خدا سے منقطع ہوجاتی ہیں تو اس کی پنا ہ میں آتے ہیں ۔ایک شخص نے امام جعفر صادق ں سے عرض کیا یا بن رسول اللہ! خدا کی معرفت عطا کریں کیونکہ اہل مجا دلہ (بحث کرنے والوں) نے ہم سے بہت ساری باتیں کی ہیں اور ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ :کیا تم کبھی کشتی پر سوار ہوئے ہو ؟اس نے کہا ہا ں۔ آپ نے فر مایا :کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمہاری کشتی بھنور میں پھنس گئی ہو اور اس وقت نہ کوئی دوسری کشتی اور نہ ہی کوئی شناگر (تیراک) ہو جو تم کو نجا ت دے سکے.اس نے عرض کی جی ہاں ۔

آپ نے فرمایا :کیا اس وقت تم نے اس بات کا احساس نہیں کیا کہ اب بھی کوئی ایسی طاقت ہے جو تم کو اس خطرناک موجوں سے نجات دلا سکتی ہے.اس نے کہا : ہاں ۔ آپ نے فرمایا :وہی خدا ہے جو تم کو اس جگہ نجا ت دے سکتا ہے جس جگہ کوئی نجات دینے والا نہیں اور نہ ہی کوئی فریاد رس ہے [3] گویا یہ خدا شنا سی کی فطرت وجو د انسان کے بنیادی سرمایہ میں سے ہے جو کہ آئین ساز حقیقت کی رہنمائی کرتی ہے ۔مگر بسا اوقات دنیا سے بہت زیادہ وابستگی فاسد ماحول بلکہ ایک لفظ میں یوں کہا جائے کہ گنا ہ، فطرت کی حقیقت نمائی سے روک دیتا ہے اور صاف و شفاف آئینہ کو دھندھلا اور غبار آلو د کردیتا ہے ۔ (ثُمَّ کَا نَ عَاقِبَۃَ الَّذِینَ أَسَآؤا السُّوٓا یٰ أَن کَذَّبوا بِآیَاتِ اللّٰہِ وَکَانُوا بِھا یَستَھزِؤن [4]) جن افراد نے بہت زیادہ گناہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور مسخر ہ بنا یا ۔

---

[1] آیات قران بہ ترتیب ۳۲، ۳۳، ۶۵، ۸، ۱۲، سورہ ،یو نس ،زمر ، عنکبوت ،روم ،لقمان
[2] میزان الحکمۃج ا ، ص۷۸۲ با ب صانع
[3] بحار الانوار ج ۳، ص ،۴۱
[4] سورۂ روم ،۱۰۔

سوالات

۱۔ لغت اور اصطلاح میں فطرت کے کیا معنی ہیں ؟

۲۔ آیت میں (فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا) آیا ہے اس سے مراد کیا ہے ؟

۔ سقراط نے فطرت توحید ی کے بارے میں کیا کہا ہے ؟

۴۔امام جعفر صادقؑ نے اس کو کیا جواب دیا جو خدا کی معرفت چاہتا تھا ؟

تیسرا سبق

وجود انسان میں خدا کی نشانیاں

(سَنُرِيهِم آيَاتِنَا فِي الافاقِ وَ فِي أَنفُسِهِم حتىٰ يَتبيَّن لَهُم أَنَّہ الحَقُّ[1]) ہم اپنی نشانیوں کو دنیا میں اورانسان کے وجود میں لوگوں کو دکھلائیں گے تا کہ وہ جان لیں کہ خدا حق ہے ۔ (وَفِي خَلقِكُم وَمَا يَبُثُّ مِن دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَومٍ يُوقِنُون[2]) اور خود تمہاری خلقت میں بھی اور جن جانوروں کو وہ پیدا کرتا رہتا ہے ،ان میں بھی صاحبان یقین کے لئے بہت ساری نشانیاں ہیں ۔ (وَمِن آيَاتِهِ أَن خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُون[3])اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں خاک سے پیدا کیا اور انسان بنایاپھر تم زمین پر پھیل گئے ۔جب کہ دنیا کے چوٹی کے دانشورا ور مفکرین، مختلف النوع اشیاء کا مختلف انداز میں معائنہ کر رہے ہیں لیکن خود وجود انسان ایک نا شناختہ وجود بنا ہوا ہے اور برسوں درکار ہیں اس بات کے لئے کہ دنیا کے دانشور حضرات دنیا کے اس سب سے بڑے معمہ کی گتھی کو سلجھا سکیں اور اسکے زاویئے کو آشکار کر سکیں اور شاید یہ حل نہ ہونے والی پہیلی ہے ۔

انسان کا جسماصحاب امام صادق ں میں سے ایک کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکم (امام جعفر صادق ں کے شاگرد) سے پوچھا کہ اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرلے کہ تم نے خدا کو کیسے پہچانا تواس کا کیا جواب ہوگا؟ہشام کہتے ہیں ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ خدا کوہم نے اپنی ہی ذات کے ذریعہ پہچانااس لئے کہ وہ تمام چیزوں میں سب سے زیادہ نزدیک ہے، میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کی اتنی عظیم عمارت مختلف اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر کوئی اپنے مخصوص اندازومقام پر رواں دواں ہے ان اجزاء کا نظم و ضبط اس بات کا غماز ہے کہ ان کا خالق بہت ہی متین اور دقیق ہے۔ اور (یہ جسم) مختلف اقسام کے رنگ و روغن سے آراستہ ہے ،میں اس بات کا قطعی مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے مختلف النوع حواس،طرح طرح کے اعضاء و جوارح جیسے آنکھ کان، شامہ، ذائقہ،

[1] سورہ فصلت آیہ :۵۳
[2] سو رہ جا ثیہ آیہ:۴
[3] سورہ روم آیۃ: ۲۰

لامسہ، خلق کئے، او رتمام عقلاء کی عقل اس بات کو محال جانتی ہے کہ ایک منظم پروگرام کسی ناظم کے بغیر یا کوئی اچھوتی اور نفیس تصویر کسی ماہر نقاش کے بغیر وجود میں آجائے لہٰذا میں نے اس سے اس بات کا پتہ لگا یا کہ میرے جسم کا نظام میرے بدن کی نقاشی اس قانون سے مستثنی (جدا) نہیں ہے بلکہ کسی خالق کی محتاج ہے[1]۔ ایک شخص نے امام رضا ں سے وجود خدا پر دلیل طلب کی تو آپنے فرمایا ''؛ عَلِمتُ اَنَ لھذا البنیان بانیاً فأقررتُ بہ''میں نے اپنے وجود ہستی پر نظر کی تو اس بات کا انکشاف کیا کہ کوئی اس کا خالق ہے لہٰذا میں نے اس کے وجود کا اقرار کرلیا[2]۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں :مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو یہ تصور کرتا ہے کہ خدا بندوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے جبکہ اس کی خلقت کے آثار خود اپنے آپ میں دیکھتاہے اور وہ ایسے آثار ہیں جو عقلوں کو مبہوت اور غلط افکار کو باطل کر دیتے ہیں ۔

میرے جان کی قسم !اگر نظام خلقت میں غور کر لیتے تو یقیناً خالق کائنات کی جانب مدلل ثبوتوں کے ذریعہ پہنچ جاتے[3]۔ جسم انسان ایک پر اسرار عمارت دانشور و مفکرین حضرات نے خصوصیات انسان کو جاننے کے لئے کچھ علوم کی بنیا د رکھی ہے او راس کے توسط سے کچھ رازوں کو جان سکے ہیں۔ کیونکہ انسان کے اعضاء میں سے ہر عضو اسرار توحید کی ایک دنیا چھپائے ہوئے ہے، ان اسرار کو حسب ذیل امور میں تلاش کیا جا سکتا ہے ۔

۱۔ جسم انسان کے پر اسرار انگ :انسان کا بدن ایک عمارت کی مانند مختلف خلیوں سے مل کر بنتاہے جس کا ہر ایک خلیہ مستقل زندہ وجود ہے او ردیگر جاندار کی طرح ہضم ،جذب ،دفع ،اور تولید مثل رکھتاہے انسان کے جسم میں معمولاوہ خلیہ جو مستقل دل کی مدد سے خون کے سہارے غذا حاصل کرتے ہیں. کروروں کی تعداد میں ہیں ان میں سے ہر ایک خلیہ خاص انداز میں مرتب اور کارفرما ہیں ۔ کبھی گوشت کی صورت میں کبھی پوست کی شکل میں کبھی دانت کے مثانے کبھی اشک چشم کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں، یہ

---

[1] بحار الا نوار ج ۳، ص ۵۰،
[2] اصول کا فی کتاب التوحید ۔ با ب :۱ حدیث۔۳
[3] بحار الانوار ج۳،ص ۱۵۲

بالکل سامنے کی بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاص غذا کا محتاج ہوتا ہے جو خون کے ذریعہ دل کے فرمان کے تحت ان تک پہنچایا جاتا ہے ۔

۲۔ مرکز ہضم، جسم کے باورچی خانہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔

۳۔ مرکز گردش خون پورے بدن میں غذا رسانی کا کام کرتا ہے۔

۴۔ مرکز تنفس بدن انسانی میں تصفیۂ خون کا کام انجام دیتا ہے۔

۵۔ مرکز مغز و اعصاب تمام انسانی قوا کا فرمانروا ہے ۔

۶۔ کان، آنکھ، ناک، یہ سب مغز کے مواصلاتی مراکز ہیں ۔

۷۔تمام اعضاء بدن مرکزی حیرت انگیز مشینری ہیں جو دانااو رتوانا خالق کی جانب راہنمائی کرتی ہیں [1]۔تمام اعضاء بدن کی فعالیت اور ان کی فیزیکی نشوء ونما کے بارے میں ہزاروں دانشوروں نے مطالعہ کر کے ہزاروں کتابیں لکھی ہیں، کیا کوئی بھی اس بات پر یقین کرے گا کہ ان اعضاء میں ہرایک کی شناخت کے لئے اتنے عقول ،ذکاوت و درایت کی ضرورت ہے لیکن اس کی تخلیق کے لئے کسی بھی علم و عقل کی قطعی ضرورت نہیں ہے!یہ کیسے ممکن ہے کہ اعضاء انسانی کی فعالیت اور کیفیت کار کے لئے برسوں مطالعہ کی ضرورت ہے، مگر ان کی خلقت بے شعور عوامل کے توسط سے ہوجائے آخر دنیا کی کون سی عقل اس بات کو قبول کرے گی ؟۔

دماغ کی حیرت انگیز خلقت جسم انسان کا اہم ترین اور دقیق ترین مرکز انسان کا دماغ ہے دماغ تمام قوائے بدن کا فرمانروا اور وجود انسان کے تمام اعصابی مراکز کا اصلی مرکز ہے ،دماغ ضروری اطلاعات کی فراہمی ،اعضاء کے احتیاجات نیز بدن تک اپنے تمام فرامین کے پہچانے کے لئے جسم کے تمام باریک اجزاء جو جسم بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا سہارا لیتا ہے او ران اجزاء کو

[1] راہ خدا شناسی ۔ استاد سبحانی

(سلسلۂ اعصاب) کہتے ہیں ۔ انسان کی چھوٹی سی کھوپڑی میں اتنا عظیم الشان مرکز کس طرح فعالیت کرتا ہے، اگر اس جانب توجہ کریں تو ہم کو اس کائنات کے خالق کی عظمت و قدرت و حکمت کی جانب راہنمائی کرتا ہے ۔ روح انسان مخلوقات عالم کی عجیب ترین شئ وجود انسان کے ابعاد میں سے ایک روح ہے، روح کائنات کی عجیب ترین اور پر اسرار موجودات میں شمار ہوتی ہے جبکہ تمام چیزوں سے زیادہ ہم سے نزدیک ہے پھر بھی اس کی معرفت سے قاصر ہیں ۔ ہر چند دانشمندوں نے اس کی شناخت کے لئے انتھک کوشش کر ڈالی ہے، مگر اب بھی روح کا اسرار آمیز وجود جوں کا توں ہے اور اس کے رخ سے رموز کے پردے ہٹائے نہیں جا سکے ہیں ۔

قال اللہ: (یَسْئَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن أَمرِ رَبِّی وَما أُوتِیتُم مِن العِلمِ اِلاّ قلیلًا [۱]) یہ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح فرمان الٰہی میں سے ہے اور تم کو تھوڑے سے علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا ہے یہ سر بمہر جواب اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ روح کائنات کے موجودات میں سے نہایت ہی سرّی وجود ہے اور اس سے لاعلمی وعدم آگاہی کم تعجب کی بات نہیں ہے کہ اسرار روح سے آگاہ نہ ہو سکے ۔ یہ عجوبہ قادر ومتعال خدا کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے ۔ روح انسان کی سرگرمیاں ہم بے شمار روحی اور فکری سرگرمیاں رکھتے ہیں چاہے خود آگاہ طور پر یا ناخود آگاہ طور پر، اور ہر ایک ان میں سے ایک مستقل موضوع بحث ہے نیز متعدد کتابوں میں اس کے بارے میں بحث ہو چکی ہے ان سرگرمیوں میں سے کچھ حسب ذیل ہیں

۔ ا۔ تفکر : مجہولات کا حصول اور حل مشکلات ۔

۲۔ تجدد : (نیاپن) ۔ متعدد حاجات کو پورا کرنا، مختلف حوادث کا مقابلہ کرنا ایجادات وانکشافات ۔

۳۔ حافظہ، ان معلومات کو محفوظ رکھنے کے لئے جو حس، تفکر کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوئی ہے، پھر ان کی درجہ بندی و حفاظت اور وقت ضرورت ان کی یاد آوری ۔

---

[۱] سورہ اسرار آیۃ :۸۵

۴۔ مسائل کا تجزیہ اور ان کی تحلیل :حادثات کے علل و اسباب کو معلوم کرنے کے لئے مفاہیم ذہنی کو ایک دوسرے سے جدا کرنا پھر انہیں مرتب کرنا تاکہ حادثہ کے علل و اسباب کو بخوبی معلوم کیا جا سکے ۔ ۵۔ تخیل: یعنی ذہنوں شکلوں کا ایجاد کرنا جو بسا اوقات خارج میں موجود نہیں ہوتیں اور وہ نئے مسائل کے سمجھنے کو مقدمہ ثابت ہوتی ہیں ۔

٦۔ قصد و ارادہ :امور کی انجام دہی،ان کو متوقف کرنا یا ان کو اتھل پتھل کرنا

۷۔ محبت و دوستی، دشمنی و نفرت: اور ان کے مانند دسیوں احساسات جو انسانی اعمال میں مثبت و منفی اثرات رکھتے ہیں[۱]۔ اپنی پہچان خدا کی حکمت اور اس کی اہم ترین تدبیری نشانیوں میں سے ایک شیء خلقت انسان ہے اس کی شناخت ،شناخت خدا وند کا مقدمہ ہے ۔قال علیؑ:مَن عرفَ نفسہ فقد عرف ربہ[۲] ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے گویا خدا کو پہچان لیا'' ۔

قال أمیرُ المومنین علیہ السلام: عَجبتُ لِمن یجہل نفسہ کیف یعرف ربہ'' میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو خود اپنے آپ سے جاہل ہے وہ خدا کو کیسے پہچانے گا.'' قال علی علیہ السلام :مَن عرف نفسہ فقد انتھیٰ الیٰ غایۃ کلّ معرفۃ و علم ''جن نے خدا کو پہچان لیا گویا اس نے ہر علم ودانش کو پالیا ''۔

قال علیؑ علیہ السلام : معرفۃ النفس أنفع المعارف ''نفس کی پہچان بہترین معرفت ہے '' ۔قال امیر المومنین علیہ السلام : عجبت لمن ینشد ضالتہ وقد أضلّ نفسہ فلا یطلبھا ''میں حیران اس شخص پر جو کسی گمشدہ شیء کو تلاش کر رہا ہے جبکہ وہ خود کوگم کر بیٹھا ہے اور اس کو تلاش نہیں کررہا ہے'' ۔

---

[۱] پیام قرآن جلد ۲،بحث روح
[۲] غرر و درر ۔ با ب معرفت

سوالات

۱۔ معرفت نفس کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کی ایک حدیث بیان کریں؟

۲۔ شناخت خدا کے بارے میں ہشام کی کیا دلیل تھی؟

۳۔ بطور خلاصہ بیان فرمائیں کہ جسم انسان کن چیزوں سے بنا ہے؟

۴۔ روح کی سرگرمیوں کو بطور خلاصہ بیان کریں؟

چوتھا سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل اول)

زمین: (وَفِی الأَرضِ آیاتٌ لِلمُوقنینَ[1]) زمین ہی اہل یقین کے لئے نشانیاں ہیں۔ قرآن میں تقریباً اسّی مقامات پر خلقت زمین کے سلسلہ میں بحث کی گئی ہے او رعشاق و فدائیان قران کو عظمت و خلقت زمین کی معرفت کی دعوت دی گئی ۔ امام جعفر صادق ں نے مفضل کو مخاطب کر کے فرمایا :اس زمین کی خصوصیات پر غور کرو ،اس کی خلقت کچھ یوں کی گئی ہے کہ مستحکم واستوار ہے اور مختلف النوع اشیاء کا مستقر و پناہ گاہ ہے او رتمام فرزندان آدم اپنی حاجات بر آنے کیلئے اس پر تلاش و کوشش کر سکتے ہیں سکون و آرام کے وقت اس پر بیٹھ سکتے ہیں اور لذت خواب سے بہرہ امند بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا عبرت حاصل کرو اس وقت سے جب زلزلہ کے جھٹکے لگتے ہیں اور زمین کو قرار نہیں رہتا اور لوگ ناچار ہو کر گھروں کو چھوڑ کر فرار کی راہ لیتے ہیں[2] تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ یہ کشتی فضا ان تمام عظمتوں کے ہمراہ کروڑوں لوگوں کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے نہایت ہی سرعت کے ساتھ ایک گھوارے کی مانند متمکن و مستقر۔

علیؑ دعائے صباح میں فرماتے ہیں : یاَ من أرقَدنِی فِی مھاد أمنہ و أمانہ ''اے وہ !جس نے امن وامان کے گھوارے میں لذت خواب عطا کیا'' زمین کے بہترین حصہ دریاؤں او رسمندروں کی نذر ہوگئے اور ان میں ایسے ایسے عجائبات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل کے لئے مستقل بحث کی ضرورت ہے ،یا من فی البحار عجائبہ ،اے وہ ذات! جس کے عجائبات کے مظہر دریاؤں میں اٹے پڑے ہیں[3]۔ (مولائے متقیان کی دوسری مناجات میں آیا ہے :أنت الذی فی السماءِ عظمتک و فی الأرضِ قُدرتک وفِی البحار عجائبک[4] تو خدا وہ ہے جس کی عظمت کے شاہکار آسمان میں ،قدرت کے نمونے زمین میں اور حیرت انگیز تخلیقات دریاؤں میں بکھری پڑی

---

[1] سورہ ذاریات آیۃ: ۲۰
[2] بحار الانوار ج۳ ،ص ۱۲۱
[3] جو شن کبیر
[4] بحار الانوار ج۹۷ ،ص ۹۷

ہیں ۔امام جعفر صادق نے مفضل سے فرمایا :اگر تم خالق کی حکمتوں اور مخلوقات کی کم مائیگی علم کو جاننا چاہتے ہو تو پھر سمندروں کی مچھلیوں اور آبی جانوروں اور اصداف کو دیکھو یہ اتنی تعداد میں ہیں کہ ان کا محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کی منفعت کا علم بشریت پر دھیرے دھیرے روشن ہوگا[1] ۔(\چاند اور سورج (قال اللہ تعالیٰ :ومن آیا تہِ اللّیلُ و النّھارُ وَ الشَّمسُ والقمرُ[2])(۱)اور خدا کی نشانیا ں میں سے دن، رات، اور چاند و سورج ہیں۔ سورہ یونس میں ارشاد ہوا کہ وہ خدا ہے جس نے سورج کو چمک عطا کی اور چاند کو چاندنی سے نوازا او ران کے مستقر کو معین کیا تاکہ برسوں اور صدیوں کے حساب کو جا ن سکو اور خدا نے ان سب کو بجز حق خلق نہیں کیا ہے.اور وہ اہل علم و فکر کے لئے اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے ۔

سورج اپنی تابناکیو ں کے ذریعہ صرف بستر موجودات کائنات ہی کو گرم اور منور نہیں کرتا،بلکہ حیوانات و نباتات کو حیات عطا کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتاہے ۔ آج دنیا کے سامنے یہ حقیقت کھل کرآگئی ہے کہ کرۂ زمین کی تمام حرکات خورشید کی ضیاء باریوں کا صدقہ ہے ،خورشید کا حجم دنیا کے حجم کے ۱۳ تیرہ لاکھ ہزار کے برابر بڑا ہے برج آسمانی میں سورج کا منظم حرکت کرنا اس کا دقیق طلوع و غروب کرنے کے علا وہ مختلف فصلو ں کا تعین او رزمان کی تعیین انسانوں کی اجتماعی زندگی میں بہت ہی مفید اور بے حد معاون ہے ۔چاند ہر گھنٹہ میں تین ہزار چھ سو کیلو میٹر زمین کے اطراف میں اپنی مسافت طے کرتا ہے اور قمری مہینوں میں چاند کم و بیش ۲۹ روز کے اندر زمین کا مکل چکر لگاتا ہے اور زمین کے ساتھ سال میں ایک بار سورج کا چکر لگا تا ہے چاند ، سورج،ان میں سے ہر ایک کی گردش ایک خاص نہج پر ہے جس کو فکر بشر درک کرنے سے عاجز ہے ، جو کچھ ہم درک کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ منظم و مرتب طریقہ سے گردش کرنا ،زمان کی ترتیب او رشب و روز اور ماہ و سال کی پیدائش کا سبب ہے ۔امام صادقؑ نے مفضل سے روایت کردہ حدیث میں فرمایا : سورج کے طلوع اور غروب میں تدبر کرو خدا نے دن و رات کی حاکمیت کو سورج کے حوالے سے معین کیاہے اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو نظام دنیا درہم برہم ہو جاتا ،اگر اس کا نور نہ ہوتا تو حیات کائنات بے نور ہوجا تی ،اور وہ

---

[1] بحار الانوار ج۳، ص ۱۰۳

[2] سو رہ فصلت آیۃ: ۳۷

غروب نہ ہوتا تو لوگوں کا چین حرام ہوجاتا کیونکہ روح و جسم کو آرام و سکون کی شدید ضرورت ہوتی ہے سورج کا نشیب و فراز میں جا نا چار فصلوں کے وجود کا سبب ہے اور جو کچھ اس کے منافع و آثار ہیں، ان کے بارے میں غور و فکر کرو ،چاند کے ذریعہ خدا کو پہچانو کیونکہ لوگ اسی کے مخصوص نظام کے ذریعہ مہینوں کو پہنچانتے ہیں اور سال کے حساب کو مرتب کرتے ہیں، ذرا دیکھ تو سہی کہ کس طرح اندھیرے کے سینے کو چاک کرکے رات کو روشنی بخشتا ہے اور اس میں کتنے فوائد پوشیدہ ہیں[1]۔ ستارے : قال اللہ: اِنّا زَیَّنّا اَلسَّماءَ الدُّنیا بِزِینَۃِ الکَوَاکِبِ [2] ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کی محفل سے سجایا ہے، مولائے کائنات فرماتے ہیں : آسمانوں میں بکھرے ہو ئے ستارے زمینوں پر بسے ہوئے شہروں کے مانند ہیں اور ان میں سے ایک شہر دوسرے شہر سے نورانی ستون سے متصل ہیں [3]۔

سوالات

۱۔ امام جعفر صادقؑ نے خلقت زمین کے بارے میں کیا فرمایا ہے ؟

۲۔ امام جعفر صادقؑ نے سورج کے بارے میں کیا فرمایا ہے ؟

---

[1] بحا رالانوارج، ۵ ۵ ص ۱۷۵

[2] سو ر ہ صافات آیۃ ،۶

[3] بحا الانوار ج۵۵ص ۹۱

پانچواں سبق

آفاق میں خدا کی نشانیاں (فصل دوم)

آسمانوں کی خلقت میں غور وخوض قال اللہ : (اِن فِی السَّمٰوٰاتِ والأرضِ لَأیاتٍ للمؤمنین[1]) بے شک زمین وآسمان میں اہل ایمان کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں ۔قال اللہ تعالیٰ: (اِن فِی خَلقِ السَّمٰواتِ والأرضِ وَ اختِلافِ اللَّیلِ والنَّھارِ لَآیاتٍ لأولِی الألبابِ[2]) بے شک زمین و آسمان کی مخلوق اور روز و شب کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں ۔ (قَالَت رُسُلُھُم أَفِی اللّٰہِ شَکٌ فَاطِرِالسَّمٰواتِ والأرضِ[3]) ان کے رسولوں نے کہا : کیا وجود خدا میں شک ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے ؟آل عمران کی آیت۱۹۰کی تفسیر کے سلسلے میں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرمؐ ایک تھوڑی سی استراحت کے بعد اٹھے وضو فرمایا اور مشغول نماز ہوگئے اور اتنا گریہ فرمایا کہ آپ کے لباس کا سامنے کا حصہ تر ہوگیا اس کے بعد سجدے میں جاکر اتنا گریہ کیا کہ اشک سے زمین نم ہوگئی ،اور گریہ و ندبہ کی یہ کیفیت اذان صبح تک جاری رہی جب موذن رسول عربی بلال نے آپ کو نماز صبح کے لئے آواز دی تو کیا دیکھا کہ آپ کی آنکھیں گریاں کناں ہیں بلال نے پوچھ ہی لیا یا رسول اللہ !گریہ کا سبب کیا ہے ؟جبکہ الطاف و اکرام الٰہی آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا : کہ کیا میں خدا کا شاکر بندہ نہ رہوں ؟اور گریہ کیوں نہ کروں ؟آج رات مجھ پر دل ہلا دینے والی آیات کا نزول ہوا ہے پھر مولا نے آل عمران کی مذکورہ آیت کے بعد کی چار آیتوں کی تلاوت فرمائی اور آخر میں فرمایا : ''وَیلٌ لِمَن قرأھا ولم یتفکر فیھا '' ویل (جہنم کا ایک کنواں) ہے اس شخص کے لئے جو اس آیت کو پڑھے اور اس میں تفکر و تدبر نہ کرے[4] ۔فضا کا تحقیقی مطالعہ کرنے

---

[1] سورہ جا ثیہ آیۃ:۳
[2] سورہ آل عمران آیۃ: ۱۹۰
[3] سورہ ابراہیم آیۃ: ۱۰

[4] پیام قرآن ج۲،ص ۱۶۲(متعدد تفاسیر کے حوالے سے)

کے بعد دائرہ حیرت میں جو چیز وسعت کا سبب بنتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو اور آسمان پر چاند بھی نہ چمک رہا ہو ایسے میں آسمان کی جانب دیکھیں تو جو ایک طولانی علاقہ کمان کی مانند ایک افق سے دوسرے افق تک دیکھا ئی دے رہا ہے وہ سیا ہی زمین،میں ایک سفید نہر کے مانند دیکھا ئی دے گا وہی کہکشاں ہے ہر کہکشاں میں بے شمار ستارے ہوتے ہیں ہماری کہکشاں کی مسافت ایک (جو کہ ہمارا شمسی نظام اس میں پایا جاتا ہے) ہزار نوری سال ہے، سورج جو کہ از حد سرعت کے ساتھ اس کہکشاں کا چکر لگا رہا ہے ڈھائی کروڑ سال میں اس کہکشاں کا مکل چکر لگاتا ہے[1]۔ آخری تحقیقات کے مطابق کم سے کم ایک کروڑ کہکشاں اس عالم میں ہیں اور صرف ہماری کہکشاں میں ایک ارب ستارے پائے جاتے ہیں[2]۔ خدا وند متعال کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی خلقت آسمان ہے جس کو قرآن نے نہایت ہی اہتمام سے بیان کیا ہے،اور تین سو تیرہ مرتبہ مفرد و جمع ملا کر آیات قرآنی میں لفظ آسمان کو ذکر کیا ہے، اور علی الاعلان بشریت کو خلقت آسمان میں تدبر کی دعوت دی ہے تاکہ اس کی معرفت میں اضافہ ہو سکے ۔ سورہ ق کی آیۃ ٦ میں ارشاد ہوا ۔ (أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَ زَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ)کیا انھوں نے اپنے سر پہ سایہ فگن آسمان کو نہیں دیکھا (اس میں تفکر نہیں کیا) کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اس کو (ستاروں) کے ذریعہ سجا یا سنوارا اور اس میں (بال برابر)شگاف نہیں ہے ۔

روایا ت میں آیا ہے کہ شب زندہ دار افراد جب سحر کے وقت نماز شب کے لئے اٹھیں تو پہلے آسمان کی جانب دیکھیں اور سورہ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت کریں ۔ خلقت آسمان اور معصومین ؑکے نظریات واقوال نبی کریم ؐجب نما ز شب کے لئے اٹھتے تھے ، پہلے مسواک کرتے تھے پھر آسمان کی جانب دیکھتے تھے اور اس آیت (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ[3] کی تلاوت کرتے تھے ۔مطالعہ آسمانی کے وقت امیر المومنین ؑکی منا جات امیر المومنین علیہ السلام کے ایک صحابی جن کا نام حبۃ عرنی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نوف کے ساتھ دارالامارہ میں سویا ہوا تھا، رات کے آخری حصہ میں کیا دیکھاکہ امیر المومنین ؑدارالا مارہ

---

[1] راہ تکامل ج۶،ص ۱۰۳
[2] پیام قرآن ج۲،ص ۱۷۶
[3] مجمع البیا ن۔ مذکورہ آیۃ کے ذیل میں

کے صحن میں ایک حیران اور مضطرب شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر ان آیات کی تلاوت فرمارہے ہیں ۔ (إن فی خَلقِ السَّمواتِ والأرضِ وَ اختِلَافِ اللَّیلِ والنَّھارِ لَآیاتِ لأولِی الألبابِ الّذین یذکرُون اللّٰہ قِیاما وَ قُعوداً وعلیٰ جُنُوبِھِم وَیتفکَّرُون فی خلقِ السَّمواتِ والأرضِ رَبّنا ماخَلقتَ ھذا باطِلاً سُبحانک فقِنا عَذابَ النّارِ رَبّنا إنّک مَن تُدخِل النّارَ فقد أخزَیتہ وَما لِلظّالمین مِن أنصارِ رَبّنا إنّنَا سَمِعنا مُنادیا یُنادِی للإیمانِ أن آمِنوا بِرَبّکُم فأمَنّا رَبّنا فاغفِرلَنَا ذُنُوبنا وَ کفِّر عنّا سَیّئاتنا وَ توَفّنَا مَعَ الأبرارِ رَبّنا وآتِنا ما وَعَدتنا علیٰ رُسُلِک ولا تُخزِنا یَومَ القِیامۃِ إنّک لا تُخلِفُ المِیعَادَ[1]) بیشک زمین و آسمان کی خلقت لیل و نہا ر کی آمد ورفت میں صاحبان عقل کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں ۔ جولوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے،خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں کہ خدا یا تونے یہ سب بیکا ر نہیں پیدا کیا ،توپاک وبے نیازہے ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما ۔

پرور دگار !تو جسے جہنم میں ڈالے گا گویا اس کو ذلیل ورسوا کردیا اور ظالمین کا کوئی مدد گار نہیں ہے پرور دگا ر! ہم نے اس منا دی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے ،پرور دگار!اب ہما رے گنا ہو ں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما پروردگار! جو تونے اپنے رسولوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے عطا فرمااور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۔ حبہ کہتے ہیں کہ حضرت ان آیا ت کی بار بار تلاوت فرما تے تھے اور خوبصورت آسمان اور اس کے خوبصورت خالق کے تدبر میں کچھ یوں غرق تھے کہ جیسے آپ کھوئے ہوئے ہوں اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا : حبہ جاگ رہے ہو یا سورہے ہو؟ میں نے کہا آقا،جاگ رہا ہو ں،لیکن میرے سید و سردار!آپ نے اتنے جہاد کئے اتنا روشن وتابناک آپ کا ماضی ہے اس قدر آپ کا زہد و تقوی ہے اورآپ گریہ فرمارہے ہیں، مولا نے آنکھوں کو جھکالیا اور ہچکیاں لینے لگے پھر فرمایا : اے حبہ ! ہم سب پیش پروردگا ر حاضر ہیں ،اور ہما را کوئی عمل اس پر پوشیدہ نہیں ہے، حبہ یہ بات بالکل قطعی ہے کہ خدا ہماری او رتمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور کوئی چیز ہم کو او رتم کو خدا سے

[1] سو رہ آل عمران آیۃ ۱۹۰سے۱۹۴تک۔

چھپا نہیں سکتی ۔اس کے بعد مولا ،میرے ساتھی نوف کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: نوف سو رہے ہو ؟انھوں نے کہا :نہیں مولا آپ کی حیرت انگیز کیفیت کی وجہ سے آج کی رات بہت رویا ہوں ۔آپ نے فرمایا :اے نوف اگر آج رات خوف خدا سے گریہ کروگے توکل پیش پروردگار تمہاری آنکھیں روشن ومنور ہوں گی ۔اے نوف !کسی کی آنکھ سے ایک قطرہ بھی آنسو کا نہیں گرتا مگر یہ کہ ایک آگ کے دریا کو بجھا دیتا ہے (نوف کہتے ہیں) آقا کا آخری جملہ یہ تھا کہ ترک ذمہ داری پر خدا سے ڈرو ،اور زمزمہ کرتے ہوئے ہمارے سامنے سے گذرے اور فرمایا : اے میرے پروردگار !اے کاش میں یہ جان سکتا کہ جس وقت میں غافل ہوں تونے مجھ سے منھ موڑ لیا ہے یا میری جانب متوجہ ہے !اے کاش میں جان سکتا کہ اتنی طویل ترین غفلت اور تیری شکرگزاری میں کوتاہیوں کے باوجود تیرے نزدیک میرا کیا وقار ہے نوف کہتے ہیں خدا کی قسم صبح تک آقا کی یہی کیفیت تھی[1]۔ امام سید سجاد ں نماز شب کے لئے اٹھے پانی میں ہاتھ ڈالا تاکہ وضو فرمالیں اس بیچ آسمان کی جانب دیکھا اور اس میں تفکر کرتے ہوئے اس قدر مشغول ہو گئے کہ صبح ہوگئی اور موذن نے اذان کہہ دی اور آپ کا دست مبارک ابھی تک وضو کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا ۔

امیر المومنین ں فرماتے ہیں : سُبحانک ما اعظم ما نریٰ من خلقک وما أصغر کلّ عظیمة فی جنب قدرتک وما اھول ما نریٰ من ملکوتک وما احقر ذلک فیما غاب عنا من سلطانک وما أسبغ نعمک فی الدنیا وما أصغرھا فی نعم الآخرة [2] اے پاک وپاکیزہ پروردگار تو کتنا عظیم ہے ان چیزوں سے جو تیری مخلوقات میں مشاہدہ کرتے ہیں تیری قدرت کے سامنے سارے بلند قامت کس قدر (بونے دکھائے دیتے ہیں اور) چھوٹے ہیں، ملکوت کتنا حیرت انگیز (شاہکار) ہے اور کتنی ایسی چھوٹی چیزیں ہیں جو تیری سلطنت میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں دنیا میں تیری نعمتیں کتنی بے شمار ہیں اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل یہ کتنی تھوڑی سی معلوم ہوتی ہیں ۔

[1] سفینہ البحار ج۔١ ص ٩٥ بحار الانوار ج،٤١ ص ٢٢
[2] نہج البلاغہ

سوالات

۱۔ پیغمبر کے گریہ کا سبب کیا تھا اور بلال سے کیا فرمایا ؟

۲۔ کہکشاں کیا ہے ؟اور ہماری کہکشاں کا دائرہ کتنا ہے ؟

۳۔ مناجات امیرالمومنینؑ کے سلسلہ میں حبہ کی داستان کا خلاصہ بیان کریں؟

چھٹا سبق

برہان نظم

پچھلے سبق سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں ایک خاص قسم کا نظام پایا جاتا ہے اور اس بات کا امکان بھی نہیں ہے کہ موجودات عالم میں پائے جانے والے نظم ونسق کی تردید کوئی بھی عاقل انسان کر سکے، کائنات کے مادی ذرات میں سے سب سے چھوٹی شی (ایٹم) او ربڑی سے بڑی چیز ،کہکشاں ہے سب جگہ اور ہر چیز میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے اور دقیق حساب کے تحت گردش کرتے ہیں ۔انسان ،حیوان ،نباتات وجمادات او رزمین وآسمان کی دوسری تمام موجودات ایک مقصد کے پیش نظر پیدا کی گئی ہیں اور ان پر ایک خاص قانون ہے جو حکمرانی کرتا ہے اور ان کی ہدایت کر رہا ہے یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیاپر نظم وتنظیم کی حکمرانی نہ ہوتی تو دنیا کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہ ہوتی،کیونکہ علم کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان عمومی نظام و قوانین کی دریافت ہو جودنیاپر حکم فرما ہیں ۔اگر جسم انسان کے خلیہ کی نقل و حرکت اور جسمانی نظم کی رد و بدل ایک خاص راہ و روش پر مشتمل نہ ہوتی تو فیزیولوزی اور علم طب کا وجود کیسے آتا ؟اگر سیارات وکواکب ایک خاص نظام کے تحت گردش نہ کرتے ہوتے تو علم نجوم (ستارہ شناسی) کا وجود کیونکر ہوتا ؟اور اگر ان میں خاص نظم و ضبط نہ ہوتا تو ستارہ شناس افراد چاند گہن اور سورج گہن کو کیسے معین کر سکتے ؟اور سورج کے طلوع و غروب کو ہمیشہ کیسے معین کر سکتے ؟

اور یہی نظم جو کائنات پر کار فرماہے اسی بات کا سبب بنا ہے کہ دانشمند افراد ریاضی اور فیزیکی طریقہ سے اندازہ لگا کر بغیر کسی ذمہ دار (کنٹرولر) کے ایک خاص سفینہ تیار کر کے کواکب کی سیر کو بھیج دیتے ہیں۔ خلا صہ یہ کہ علم نظام، اشیاء کا مفسّر ہے جو دوسری چیزوں میں پایا جاتاہے اور علم ونظم کا رشتہ بالکل واضح و روشن ہے ۔قرآن مجیدنے خدا کو پہچاننے کے لئے برہان نظم سے بہت استفادہ کیا ہے اوراس جانب ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں، یا یوں کہا جائے کہ قرانی نظرئے کے تحت خدا کو پہچاننے کا

بہترین اور واضح راستہ نظام خلقت اورآثار موجودات کا مطالعہ ہے ۔برہان نظم کی بنیا د یہ دلیل دو بنیادوں (صغری و کبری) اورایک نتیجہ پر مشتمل ہے ا۔ یہ دنیا ایک خاص نظام او ردقیق حساب کے تحت خلق ہوئی ہے اور موجودات کے ہر ذرے میں ایک خاص قسم کا قانون کار فرما ہے جس میں تبدیلی نا ممکن ہے ۔

۲۔ جہاں بھی نظم وتدبیر کا دقیق خیال رکھا گیا ہو وہاں اضافات و اتفاقات کا امکان نہیں ہےاور یہ کیفیت یقیناًکسی علم و قدرت سے منسلک ہے ۔ نتیجہ: اس دنیا کا نظم وضبط اور اس کی تدبیر بہ نحو احسن اس بات پر گواہ ہے کہ ایک علیم و خبیر خالق نے نہایت خوش اسلوبی سے اس کا نقشہ تیار کیا ہے اس کے بعد عالم ہستی کو انہیں بنیادوں پر قائم کیا۔خلقت، خالق کا پتہ دیتی ہے اگر ایک گاڑی کا وجود اس کے بنانے والے اور ایک کتاب کا وجود اس کے لکھنے والے،ایک مکان کا وجود اس کے معمار کا پتہ دیتاہے تویہ عظیم خلقت یہ دقیق نظام، حکیم و علیم ،قادر یعنی خدا وند متعال کے وجود کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔

ایک سیٹ لائٹ بنا نے کے لئے سیکڑوں سائنس داں، دن رات سر جوڑ کر تحقیق کرتے ہیں اور دقیق ریاضی اور علم حساب کے تحت اس کو فضا میں چھوڑتے ہیں اور اس میں حرکت پیدا کرتے ہیں ۔کروڑوں کہکشائیں جس میں کروڑوں منظومۂ شمسی ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں کروڑوں سیارات وکواکب پائے جاتے ہیں اور سب کے سب فضا میں بغیر کسی تھوڑی سی غلطی کے گردش کرتے ہیں کیاقادر مطلق خدا کے وجود پر دلیل نہیں ہیں ؟۔نیوٹن اورایک مادی دانشمند کا دلچسپ مباحثہ مشہور ستارہ شناس اور ریاضی داں نیوٹن نے ایک ماہر مکینک سے کہا کہ ایک چھوٹا سا سانچہ،منظومہ شمسی کے لئے تیار کرو اس منظومہ کے سیارات چھوٹے چھوٹے گیند تھے جو ایک تسمہ سے بندھے ہوئے تھے اوران کے لئے ایک ہینڈل بنایا گیا تھا جب اس کو چلاتے تھے تو نہایت ہی دلکش کیفیت میں وہ سارے گیند اپنے اپنے مدار پر گردش کرتے تھے اور اپنے مرکز کے ارد گرد چکر لگاتے تھے ۔ایک دن نیوٹن اپنے مطالعہ کی میز کے پاس بیٹھا تھا اور یہ سانچہ بھی وہیں رکھا تھا ۔ اس کا ایک قریبی دوست جو میٹریالیزم کا مفکر ودانشمند تھا آیا جیسے ہی اس کی نگاہ اس خوبصورت سانچہ پر پڑی وہ ششدر رہ گیا اورجب نیوٹن نے اس ہینڈل کو گھمایا اور وہ سارے سیارات بہت ہی

آہستہ اور دلکش انداز میں اپنے مرکز کے گرد چکر لگانے لگے تو اس کی حیرانی میں اور اضافہ ہوگیا اور چیخ پڑا ،ارے واہ یہ تو بہت ہی حیرت انگیز چیز ہے اس کو کس نے بنایا ہے ،نیوٹن نے کہا کسی نے نہیں یہ یک بیک بن کر تیار ہوگیاہے ،اس مادی مفکر نے کہا :نیوٹن صاحب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نراپاگل ہوں .یہ سانچہ خود بخود کیسے بن سکتا ہے کیا یہ ممکن ہے !۔

نہ صرف یہ کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے بلکہ اس کا بنانے والا عصر حاضر کا نابغہ ہے نیوٹن آہستہ سے اٹھا اور اس مفکر کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا میرے اچھے دوست جو تم دیکھ رہے ہو وہ صرف ایک سانچہ ہے جو ایک عظیم نظام شمسی کے تحت بنایا گیا ہے !اور تم اس بات پر بالکل راضی نہیں ہوکہ یہ خود بخود بن گیا ہے توتم اس بات کو کیسے مان لیتے ہو کہ خود نظام شمسی اپنی تمام تر وسعت و پیچیدگی کے ساتھ بغیر کسی عاقل وقادر کے وجود میں آگیا ؟!مادی مفکر بہت شرمندہ ہوا اور لا جواب ہو کر رہ گیا جی ہاں یہ وہی برہان نظم ہے جو قادر و توانا خدا کے وجود پر دلیل ہے[1]

موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے ایک خدا کے منکر بادشاہ کا ایک توحید پرست وزیر تھا وزیر جو بھی دلیل پیش کرتا وہ قبول نہ کرتا یہاں تک کہ وزیر نے بادشاہ کو اطلاع دئے بغیر ایک بہترین محل بنوایا ،جو آب وہوا کے حساب سے بھی بہت مناسب تھا اور اس میں انواع و اقسام کے پھل اور پھول لگے ہوئے تھے ایک دن وزیر نے بادشاہ کو اس محل کے دیدار کی دعوت دی، بادشاہ کو وہ محل بہت پسند آیا اس نے پوچھا اس کا معمار و انجینئر کون تھا ؟وزیر نے فوراً جواب دیا بادشاہ سلامت نہ ہی اس کا کوئی انجینئر ہے اور نہ معمار ، ہم نے دیکھا کہ اچانک ایک محل تیار ہوگیا .بادشاہ آگ بگولہ ہوگیا اور بولا کہ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی چیز خود بخود پیدا ہو جائے ؟وزیر نے کہا : بادشاہ سلامت اگر یہ چھوٹا سا قصر بغیر کسی بنانے والے کے نہیں بن سکتا تو اتنی بڑی دنیا اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ یہ زمین وآسمان یہ دریا و سمندر اور اس کے تمام موجودات بغیر خالق کے کیسے وجود میں آگئے؟بادشاہ سمجھ گیا اس نے وزیر کو سراہا اور خدا شناسی کی راہ پر آگیا ۔

---

[1] ہستی بخش ص ۱۴۹ شہید ھا شمی نژاد

برہان نظم کا خلاصہ اور نتیجہ تمام مخلوقات منجملہ:ا۔کہکشاں،سیارات وکواکب

۲۔انسان اور اس کے تمام رموز و اسرار جو اس کی خلقت میں پوشیدہ ہیں ۔

۳۔ ایٹمس، خلیہ اور اعصاب

۴۔حیوانات اور ان کے مختلف اقسام

۵۔ نباتات اور ان کے خواص

۶۔دریا،سمندر اور ان کے عجائبات و مخلوقات

۷۔ جہان خلقت کا دقیق نظم وضبط

۸۔اس دنیا کی وہ ساری چیزیں جو ابھی عقل بشر میں نہیں آئی ہیں سب کی سب حکیم و دانا اور قادر خداوند عالم کے وجود پر دلیل ہے۔

سوالات

ا۔ نظمِ جہان کے علم کی پیداوار کیسے ہوئی ؟

۲۔ برہان نظم کی اساس و بنیاد کیا ہے ؟

۳۔ نیوٹن اور مادی مفکر کے مباحثہ کا خلاصہ بیان کریں ؟

۴۔ موحد وزیر کی دلیل منکر بادشاہ کے لئے کیا تھی ؟

ساتواں سبق

توحید اور خدا کی یکتائی

قال اللہ تعالیٰ: (فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا[1]) تم سب کا خدا ایک ہے لہٰذا اس کے سامنے سر تسلیم خم کردو ۔ (لا تَجْعَل مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَر[2]) خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود قرار نہ دو (لوكان فِيهِمَا أٰلِهَةٌ اِلاّ اللّٰه لَفَسَدَتا[3]) اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان ختم ہوجائے ۔تمام الٰہی رسولوں کا اصلی نعرہ توحید تھا اور پیغمبر عربی کوہ حرا سے ''قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا '' کہتے ہوئے آئے اور آپ نے حدیث میں فرمایا کہ :افضل العبادۃ قول لاالہ الا اللّٰہ بہترین عبادت لا الہ الا اللّٰہ کہنا ہے ۔توحید اور یکتائی پر دلیلیں ا۔ وہ خدا جوکما ل مطلق ہے اور اس کے لئے کوئی حد اور مقدار نہیں ہے وہ پروردگار جو ازلی و ابدی ہے، وہ پرور دگار کہ زمان و مکا ن جس کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے اور وہ ایک ہی ہے ۔ اگر خدا کے لا محدود و لا متناہی ہونے کے بارے میں غور و فکر کریں تو بات یہ کھل کر سامنے آئے گی کہ ایک کے علاوہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تعدّد محدودیت کا سبب ہے ۔

۲۔ دنیا میں ایک نظام کا بول بالا ہے اور ایک نظام کسی ایک ناظم کے وجود کا متقاضی ہے ستارہ شناس،دا نشور جن قوانین و نظام کا مشاہدہ کہکشاں وکرات میں کرتے ہیں اورایٹمی ماہرین بھی ایٹمی ذرات میں انہیں قوانین کامشاہدہ کرتے ہیں نیز یہی قوانین جسم انسان میں بھی کا ر فرما ہیں،او راگر ایک کے سوا دوسرا حاکم و ناظم ہوتا تو عالمی نظام درہم برہم ہو جا تا ،یہی معنی ہیں (لَو كَانَ فِيهما آلِهَةٌ اِلاّ اللّٰه لَفَسَدَتا[4])کے ۔۳۔ وحدانیت خدا پر تمام انبیاء کی خبریں اس کی وحدانیت پر ٹھوس دلیل ہیں وہ تمام انبیاء و مرسلین جو خدا کی جانب سے احکام الٰہی کو پہچانے پر متعین تھے سب نے خدا کو واحد بتایا ہے.حضرت امیرالمومنین امام حسن سے وصیت کرتے وقت فرماتے ہیں :واعلمْ یا بُنی اأنہ لوکان لربک شریک لأتتک رسلہ و لرأت آثار ملکہ و سلطانہ و معرفۃأفعالہ وصفاتہ و لکنہّ اللّٰہ واحد کما وصف

---

[1] سورہ حج آیہ: ۳۴
[2] سورہ اسراء آیۃ: ۲۲
[3] سورہ انبیاء آیۃ:۲۲
[4] سو رہ انبیا ء آیۃ: ۲۲

نفسہ[1] میرے لال جان لو کہ اگر خدا کا کوئی شریک ہوتا تو اس (شریک) کا کوئی رسول تم تک ضرور آتا اور اس کی قدرت و ملوکیت امام حسن سے وصیت سے متعلقکے آثار تم ضرور دیکھتے ،اس کے افعال و صفات سے ضرور آگاہ ہوتے لیکن وہ واحد ویکتا ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی توصیف میں کہا ہے (وَمَا أَرسَلنا مِن قَبلِکَ مِن رَسُولٍ اِلَّا نُوحِي اِلَیہ أَنَّہٗ لا اِلٰہ اِلَّا أَنا فَاعبُدُون[2] میرے حبیب ہم نے تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا مگر یہ کہ ہم نے اس تک وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری عبادت کرو ۔

مسئلہ توحید تمام اوصاف الہیہ کی شناخت کا بنیادی مسئلہ ہے کیونکہ اس کی یکتائی اس کے لا محدود ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہی وجود (وحدانیت) ہے جو تمام کمالات کا مجموعہ ہے اور ہر طرح کے عیب سے پاک و منزہ ہے خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم نے خدا کو حقیقی معنوں میں واحد ویکتا مان لیا تو گویا اس کے سارے صفات سے آشنا ہوگئے ۔عَن أَبِي عبد اللّٰہں قال : مَن قال لا اِلہ الاَّ اللہ مُخلصاً دخل الجنّۃ و اِخلاصہ أن تحجزہ لا اِلہ الاّ اللہ عمّا حرم اللہ عزّوجلّ[3] امام صادق ں نے فرمایا :جو کوئی خلوص کے ساتھ لا اِلہ الاّ اللہکہے گا وہ داخل بہشت ہوگا اور اس کا خلوص اس بات کا متقاضی ہے کہ ''لا اِلہ الاّ اللہ'' کو ہر اس چیز سے دور رکھے جس کو خدا نے حرام قرار دیا ہے ۔قال ابو عبد اللہ علیہ السلام : مَن قال لا الہ اِلاّ اللہ ماءۃ مرّۃ کان أفضل النّاس ذلک الیوم عملاً اِلاّ من زاد ۔ امام جعفر صادق نے فرمایا : جو شخص سو مرتبہ خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہکہے تو روز محشر (اس) عمل کے باعث افضل ناس میں شمار ہوگا مگر یہ کہ کوئی اس سے زیادہ کہے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ :پیش پروردگار لا اِلہ اِلاّ اللہسے بہتر کوئی کلام نہیں ہے جو شخص لا اِلہ اِلاّ اللہ کی تکرار کرے گا اس کے گناہ یوں ختم ہوں گے جیسے درخت سے سوکھے پتے جھڑجاتے ہیں[5] ۔

---

[1] نہج البلاغہ مکتوب، ۳۱۔
[2] سورہ انبیاء آیۃ۲۵
[3] توحید صدوق باب ثواب المو حدین حدیث ۲۶

[4] توحید صدوق باب ثواب المو حدین ۔۱ حدیث ،۳۳
[5] سابق حوالہ حدیث ،۱۵

مراتب توحید ۱۔ توحید ذاتی: یعنی ہر جہت سے بے نظیر اور تمام جہات سے کامل ہو۔ (لَیسَ کَمِثلِہِ شَیءٌ وَھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ[1]) (اس کی مانند کوئی شئ نہیں ہے وہ سننے اور دیکھنے والا ہے (ولَم یَکن لَہُ کُفواً أحد[2]) اس کا کوئی ہمسر و ہم پلہ نہیں ہے۔

۲۔ توحید صفاتی: یعنی اس کے تمام صفات کی بازگشت صرف ایک طرف ہے اس کے صفات اس کی عین ذات ہے یعنی وہی خدا ہے جو عالم،قادر،حی ...ہے ایک شخص رسول خدا کے پاس آیا اور عرض کی بنیاد علم کیا ہے؟آپ نے فرمایا: معرفۃ اللّٰہ حقّ معرفتہ (خدا کے شایان شان اس کی معرفت حاصل کرنا ہے) اس نے عرضکیا حق معرفت کیا ہے؟آپ نے فرمایا: ''اِن تعرفہ بلا مثال ولا شبہ وتعرفہ الٰھا واحداً خالقاً قادراً اولاً وآخراً وظاھراً وباطناً لا کفو لہ ولا مثل لہ فذاک معرفۃ اللّٰہ حقّ معرفتہ''اس کو بلا شبیہ وبلا مثل جانو، اس کو ایسا خدا جانو جو واحد،خالق،قادر،اول،آخر،ظاہر وباطن ہے، نہ ہی اس کا کوئی ہم پلہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مثل ہے، خدا کو اس طرح جاننا اور ماننا حق معرفت خداوندی ہے[3]۔

۳۔ توحید افعالی :توحید افعال کا مطلب دونوں عالم کے تمام امور فعل خداوند سے متعلق ہیں تمام موجودات جس خاصیت کے بھی حامل ہوں ذات الٰہی کی مرہون منت ہیں،گلوں کی شگفتگی،سورج کی ضیاء باری، مشکلات کا حل، سب کا سب اس کی ذات سے متعلق ہے.یعنی کائنات ہستی کی کسی شئی میں استقلال نہیں،اس دنیا میں مستقل و موثر صرف ذات خداوندی ہے،دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ موجودات عالم جس طرح اپنے وجود میں ذات الٰہی سے وابستگی پر مجبور ہیں اپنے تاثیر و فعل میں بھی مجبور ہیں. البتہ اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ قانون علیت وعالمِ اسباب کی نفی کردی جائے ۔امام صادق کے فرمان کے مطابق کہ :أبی اللّٰہ أن یجری الأشیاء اِلاّ بأسبابٍ[4] خدا اس بات سے پرہیز کرتا ہے کہ کوئی چیز حرکت نہ کرے مگر اپنے اسباب کے تحت، توحید افعالی کا اعتقاد ہرگز انسان کے لئے جبرا ور سلب اختیار کا موجب نہیں ہوگا ؛انشاء اللّٰہ آئندہ بحثوں میں اس بات کی جانب اشارہ کریں گے

---

[1] سورہ شوری آیۃ ۱۱

[2] توحید،۴۔

[3] بحاالا نوار ج۳ ص ۱۴ ۔

[4] سورہ رعد آیۃ: ۱۶

کہ انسان اپنے افعال میں خود مختار ہے لیکن تمام قوت و قدرت حتی ارادہ انسان بھی خدا کے ہاتھوں ہے (قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیءٍ وَھُوَ الوَاحِدُ القَھّارُ[1]) اے نبی! کہہ دیجئے کے خدا تمام اشیاء کا خالق ہے وہ ایک اور رقہار ہے.(ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُم لا اِلٰہَ اِلّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیءٍ فَاعبُدُوہُ وَ ھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ وَکِیلٌ) اللہ ہی تمہارا خدا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر شئ کا خالق ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو وہ ہر شئ کا محافظ و مدبر ہے ۔

۴۔ توحید در عبادت :توحید کی قسموں میں حساس ترین قسم توحید در عبادت ہے وہ یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور اس کے علاوہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں،توحید در عبادت، توحید در ذات اور توحید در صفات کا لازمہ ہے جب یہ بات مسلم ہو گئی کہ وہ واجب الوجود ہے اور اس کے سوا سبھی ممکن و محتاج ہیں لہٰذا عبادت صرف اسی سے مخصوص ہے اور وہ کمال مطلق ہے اس کے علاوہ کسی کمال مطلق کا وجود نہیں ہے ۔عبادت کا مقصد بھی کمال طلبی ہے لہٰذا عبادت صرف ذات پروردگار سے مخصوص ہے تمام انبیاء و مرسلین کی تبلیغ کا عنوان کلی ،توحید در عبادت تھا آیات قرآنی بھی اس سلسلہ میں موجود ہیں ۔ قرآن اور توحید در عبادت ۱۔ (وَ لَقَد بَعَثنَا فِی کُلِّ أُمۃٍ رَسُولاً أنِ اعبُدُوا اللّٰہَ واجتَنِبُوا الطَّاغُوتَ[2]) ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا تاکہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اور طاغوت سے پرہیز کریں ۔

۲۔ (وَمَا أرسَلنَا مِن قَبلِکَ مِن رَسُولٍ اِلّا نُوحِی اِلَیہِ أنّہُ لا اِلٰہَ اِلَّا أنَا فَاعبُدُونِ[3]) ہم نے آپ سے قبل کسی رسول کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس پر وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں لہٰذا میری عبادت کرو ۔

---

[1] انعام آیۃ ۱۰۲
[2] سورہ نحل آیۃ: ۳۶
[3] سورہ انبیاء آیۃ: ۲۵

۳۔ (وَ اِنَ اللہَ رَبّی وَ رَبّکُم فَاعبُدُوہ ھذا صِراطُ مُستقیمُ[1])بیشک اللہ ہمارا اور تم سب کا پرور دگار ہے لہٰذا اس کی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس نکتہ کی جانب توجہ ضروری ہے کہ احترام، تواضع اور خشوع کے مراتب و درجات ہیں اور سب سے آخری اور اعلی درجہ پرستش و عبودیت ہے.اور یہ مرحلہ صرف ذات خدا وند سے مخصوص ہے جس کا بین ثبوت سجدہ ہے ۔

اسی بناء پر غیر خدا کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے.او ر یہ بات مسلّم ہے کہ اگر انسان عبودیت کے اس مرحلہ پر پہنچ جائے اور پیش پرور دگا ر اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دے تو گویا اس نے اطاعت خدا کی راہ اور اپنے تکامل میں بہت زیادہ پیش قدمی کی ہے ایسی خالص عبادت، عشق محبوب سے مکمل لبریز ہے اور اس محبت کا اثر خدا کی جانب پیش قدمی کا بہت اہم سبب ہے، کمال مطلق کی جانب پیش قدمی گناہوں اور تمام آلودگیوں سے کنارہ کشی کا پیش خیمہ ہے ۔ حقیقی عبادت گذار اس بات کی سعی پیہم کرتا ہے کہ خود کو محبوب کے جیسا قرار دے اور اسی طرح سے خود کو صفات جمال و جلال الٰہیہ کا پر تو قرار دیتا ہے اور یہ امور انسان کے تربیت وتکامل میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔

سوالات

۱۔خدا کی وحدانیت پر دلیل پیش کریں ؟

۲۔ مراتب توحید کیا ہیں ؟

۳۔ توحید افعال سے مراد کیا ہے ؟

۴۔ توحید در عبادت کی وضاحت کیجئے ؟

[1] سورہ مریم آیۃ:۳۶

آٹھواں سبق

صفات خدا (فصل اول)

جس طرح سے شناخت خدا وندمتعال اور اس کے اصل وجود کو جاننا آسان ہے اسی طرح اس کے صفات سے آگاہی چنداں آسان نہیں ہے. کیونکہ خدا کی شناخت کے لئے آسمان کے ستارے، درختوں کے پتے،متنوع برگ وگیاہ ، جاندار اشیاء بلکہ ایٹمی ذرات کی تعداد یہ سب اس کے وجود پر دلیل ہیں یہ سب کے سب اس کے عظمت کی نشانیاں ہیں، لیکن اس کی صفات کی پہچان کے لئے غور وخوض اور دقت نظر کی ضرورت ہے تاکہ تشبیہ اور قیاس آرائی سے دور رہیں صفات خدا کی شناخت کی پہلی شرط ،صفات مخلوقات کی خدا سے نفی کرنا اور خدا کا کسی مخلوق سے تشبیہ نہ دینا ہے. کیونکہ خدا کی کسی صفت کا مخلوقات کی صفت سے کسی طرح موازنہ ہو ہی نہیں سکتا ،مادی صفات میں سے کوئی صفت اس کی پاک ذات میں دخیل نہیں ہے کیونکہ مادی صفت محدودیت کا سبب ہے اور وہ لا محدود ہے اور تمام مراتب کمال کا مجموعہ ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کوکما حقہ درک نہیں کر سکتے اور اس طرح کی کوئی امید بھی نہیں رکھنی چاہئے ۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے صفات کو کیوں نہیں درک کر سکتی ؟ تو اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ اس کی ذات اقدس ہررخ سے بے نظیر و لا محدود ہے، علم ،قدرت اور اس کے تمام صفات اس کی ذات کی طرح لا محدود ہیں، اور دوسری طرف ہم اور جو کچھ ہم سے مربوط ہے، علم ،قدرت ،حیات ،فرمان ،مکان، سب محدود ومتناہی ہے ۔تو ان تمام تر محدودیت کے ساتھ اس کی حقیقت ذات کو کہ جولامحدود ہے کیسے درک کر سکتے ہیں ؟!اس کی حقیقت ذات کو آخر کیسے درک کریں جس کی کوئی شبیہ ومثیل نہیں ؟۔صفات ثبوتیہ و سلبیہ: صفات خدا کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔ ثبوتیہ و سلبیہ صفات ثبوتیہ یا جمالیہ'' عالم ،قادر ، حی، مرید ، مدرک، سمیع ، بصیر ، متکلم و صادق ''۔

خدا وند کمال مطلق ہے جو کچھ صفات ثبوتیہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے وہ اصول صفات ہیں نہ یہ کہ خدا ان میں منحصر و محدود ہے صفات سلبیہ یا جلالیہ'' وہ مرکب و مجسم نہیں ، قابل دید و محلول نہیں ،اس کا کوئی شریک نہیں '' صفات ذات و صفات فعل صفات ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں ۔ صفات ذات و صفات فعل صفات ذات: جو اس کی عین ذات ہیں انہیں کو ذات خدا وندی سے جدا نہیں کر سکتے جیسے علم ،قدرت،حیات ،اور جن کی بھی ان تینوں صفات کی طرف بازگشت ہو جیسے سمیع ، بصیر، قدیم، ازلی، ابدی، مدرک، حکیم، غنی، کریم ،عزیز و غیرہ ۔ صفات فعل : وہ صفات جو افعال خدا وند سے متعلق ہیں یعنی جب تک وہ افعال اس سے صادر نہ ہوں وہ صفات اس سے متصف نہیں ہوں گے جیسے خالق رازق یا اس کے مانند دوسرے صفات اور کبھی اس سے یہ صفات سلب بھی ہو جاتے ہیں جیسے ''کان اللّٰہ ولمْ یُخلق شیئاً ثُم خَلَق ۔

أراد اللّٰہ شیئاً ولم یرد شیئاً آخر شاء ولم یشاء''وہ خدا تھا جس نے خلق نہیں کیا تھا پھر اس نے خلق کیا، خدا نے ایک چیز کا ارادہ، کیا دوسری چیز کا ارادہ نہیں کیا ،چاہا اور نہیں چاہا ۔ ''تکلم مع موسیٰ ولم یتکلم مع فرعون یُحب مَن أطاعہ ولا یُحب مَن عصاہ'' حضرت موسی سے ہم کلام ہوا فرعون سے کلام نہیں کیا ،جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جو اس کی نا فرمانی کرتا ہے اس کو دوست نہیں رکھتا ،اس کے صفات فعل میں ''اذا '' اور ''اِن'' کا لفظ داخل و شامل ہوتا ہے جیسے ''اِذا أراد شیئاً و اِن شاءاللّٰہ'' اس کی صفات ذات میں ''اِذا عَلِم اللّٰہ ''اور ''اِن عَلِم ''نہیں کہہ سکتے۔

علم خداوند وہ واجب الوجود جو عالم علم کل ہے اس کی حیرت انگیز نظم و ہماہنگی پوری کائنات پر محیط ہے، جو اس کے لا متناہی علم کا بیّن ثبوت ہے اس کے علم کے لئے ماضی حال، مستقبل سب برابر ہے، اس کا علم ازل و ابد پر محیط ہے کروڑوں سال قبل و بعد کا علم اس کے نزدیک آج کے علم کے برابر ہے جس طرح سے کل کائنات کا خالق ہے اسی طرح تمام ذرات کی تعداد اور ان کے اسرار مکنونہ کا مکل عالم ہے. انسان کے نیک و بد اعمال نیز ان کی نیات ومقاصد سے آگاہ و باخبر ہے، علم خداوند اس کی عین ذات

ہے اور اس کی ذات سے جدا نہیں ۔ (وَ اعلموا أنَ اللّٰہ بِکلّ شَیءٍ عَلیمٌ[1]) جان لو کہ خد ا ہر شئ سے آگا ہ ہے۔ (وَھَوَ اللّٰہ فیِ السَّمٰوات وَ فیِ الأرض یَعلَمُ سرَکُم وَجَھرَکُم وَیَعلَمُ ما تکسِبُون[2]) ''وہ خد اوہ ہے جو زمینوں و آسمانوں میں تمہارے ظاہر و باطن کا عالم ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس کا عالم ہے'' ۔

سوالات

۱۔ عقل، خدا کی حقیقت ذات اور اس کے صفات تک کیوں نہیں پہنچ سکتی ؟

۲۔ صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ کی تعریف کریں ؟

۳۔ صفات ذات و صفات فعل میں کیا فرق ہے ؟

[1] سورہ بقرہ آیۃ ۲۳۱
[2] سورہ انعام آیۃ ۳،

نواں سبق

صفات خدا وند (فصل دوم)

خد اوند متعال بے پنا ہ قوتوں کا مالک ہے. اتنی بڑی کا ئنا ت اپنی تمام عظمتوں او ر وسعتوں کے ساتھ سیارات وکواکب، کہکشائیں، بے کراں سمندر، دریا اور ان میں مختلف النوع مخلو قات و موجودات سب کے سب اس کی قدرتوں کے کرشمہ ہیں! خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہر شئ پر اس کی قدرت یکساں و مساوی ہے۔ (تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1]) ''با برکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں کا ئنا ت کی باگ ڈور ہے وہ ہر چیز پر قا در ہے'' ۔ (لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھِنَّ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[2]) ''زمین وآسمان اورجوکچھ اس کے درمیان ہے ان سب کی حکومت خدا سے مخصوص ہے او روہ ہرچیز پرقادر ہے'' ۔ (فَلاَ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِنَّا لَقَادِرُوْنَ[3]) میں تمام مشرق و مغرب کے پروردگا ر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔ قران کی متعدد آیات جوقدرت خداوندعالم کو بیا ن کرتی ہیں اس سے یہ بات کھل کر سا منے آتی ہے کہ قدرت خد ا لئے کوئی حدو قید نہیں ہے، بلکہ جس وقت وہ چاہے انجام دے دیتا ہے او رجب کسی چیز کی نا بودی کا ارادہ کرے تو اس چیز کومٹ ہی جا نا ہے ۔ خلا صہ یہ کہ کسی قسم کی ناتوانی او ر ضعف کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

آسمان، عظیم ترین سیارات اور ذرات سب اس کے لئے یکساں اور برابر ہیں ۔ عن علیؑ علیہ السلام :وما الجلیل واللطیف والثقیل والخفیف والقوی والضعیف من خلقہ اِلّا سواء امیر المومنین فرماتے ہیں: ''آشکا ر وپوشیدہ، وزنی او ر ہلکا ،قوی وضعیف یہ سب کے سب خلقت میں اس کے نزدیک برابر ہیں[4]'' امام جعفر صادقؑ نے فرمایا : جس وقت حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے عرض کی ! خدا یا ! اپنے خزانے کا نظارہ کرادے تو خدا نے فرمایا : میرا خزانہ یوں ہے کہ جس وقت میں کسی چیز کا ارادہ کرکے کسی چیز کو

---

[1] سورہ ملک آیۃ ۱
[2] مائدہ آیۃ ۱۲۰
[3] معارج آیۃ ۴۰
[4] نہج البلاغہ خ :۸۰

کہوں کہ ہو جا تو وہ وجود میں آجائے گی قدرت خدا کے متعلق ایک سوال کبھی کبھی یہ سوال اٹھا یا جا تا ہے کہ کیا خدا اپنا جیسا ایک خدا پیدا کر سکتا ہے؟اگر یہ جواب دیا جائے کہ کیوں نہیں ؟تو دو خدا ہو جا ئیں گے !اوراگر کہا جائے کہ نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں قدرت خدا محدود ہو جائے گی ۔ یا یہ کہ کیا خدا اتنی بڑی کائنات کو ایک مرغی کے انڈے کے اندر دنیا کو چھوٹی اور انڈے کو بڑا کئے بغیر سمو سکتا ہے ۔؟

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ایسے مواقع کے لئے (نہیں ہو سکتا) یا (نہیں کر سکتا) کی لفظیں استعمال نہیں کریں گے یا واضح لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ سوال ہی نامعقول ہے کیونکہ جب ہم یہ کہیں گے کہ کیا خدا اپنے جیسا دوسرا بنا سکتا ہے تو خود لفظ (خلقت) کے یہ معنی ہیں کہ وہ شیء ممکن الوجود و مخلوق ہے اور جب ہم یہ کہیں گے (خدا وند) کے معنی وہ شئ جو واجب الوجود ہے ۔تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ ایسی چیز کو خلق کرے جو ایک ہی وقت میں واجب الوجود بھی ہو اور نہ بھی ہو، ممکن الوجود بھی ہو اور غیر ممکن الوجود بھی، خالق بھی ہو اور مخلوق بھی یہ سوال غلط ہے خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح سے جب یہ کہا جائے کہ کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ کل کائنات کو ایک مرغی کے انڈے میں سمودے اس طرح سے کہ نہ دنیا چھوٹی ہو اور نہ انڈا بڑا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ بڑی بھی ہے اور چھوٹی بھی اس سوال کے بے تکے ہونے کی وجہ سے جواب کی بالکل ضرورت نہیں ہے کیونکہ محال سے قدرت کا تعلق خود محال ہے ۔

اسی سوال کو ایک شخص نے حضرت امیرں سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا :ان اللہ تبارک وتعالیٰ لا ینسب الیٰ العجز والذی سألتنی لا یکون ''خدا کی جانب عجز و ناتوانی کی نسبت نہیں دی جاسکتی ؛لیکن تم نے جو سوال کیا وہ انہونی ہے[2]''ایک روایت میں آیا ہے کہ امام رضا نے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا : ہاں کیوں نہیں انڈے سے بھی چھوٹی چیز میں اس دنیا کو رکھ سکتا ہے خدا اس بات پر قادر ہے کہ دنیا کو تمہاری آنکھ کے اندر رکھ دے جو انڈے سے بھی چھوٹی ہے (در حقیقت یہ جواب مولا کا نقضی جواب تھا

[1] توحید صدوق باب ۹ حدیث ۱۷
[2] توحید صدوق باب ۹ ، حدیث ۹

کیو نکہ سوال کرنے والا ایسے مسائل کے تحلیل کی طاقت نہیں رکھتا تھا[1])۔خدا حی وقیوم ہے خدا حیات جاوداں کا مالک ہے وہ ثابت و قائم ہے وہ اپنی ذات پر قائم ہے دوسری موجودات اس کی وجہ سے قائم ہیں حیات خدا اور حیات موجودات میں فرق ہے کیو نکہ حیات ،خدا کی عین ذات ہے نہ عارضی ہے اور نہ ہی وقتی ۔حیات خدا یعنی اس کا علم او راس کی قدرت ،خدا کی حیات ذاتی ،ازلی ،ابدی، نہ بدلنے والی اور ہر طرح کی محدودیت سے خالی ہے وہ قیوم ہے یعنی موجودات کے مختلف امو ر اس کے ہاتھ میں ہیں مخلوقات کی رزق ،عمر ،حیات اور موت اس کے حسن تدبیر کی وجہ سے ہے ۔

اسی لئے یا حی یا قیوم جامع اذکا رمیں سے ایک ہے اس لئے کہ (حی) اس کے بہترین صفات ذات یعنی علم وقدرت میں سے ہے اور (قیوم) اس کے صفات فعل میں سے ہے اس وجہ سے امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا : فلسنا نعلمُ کُنہ عظمتکَ الاّ انا نعلم اِنکَ حیّ قیّوم لا تاخذ کَ سِنۃٌ ولا نوم[2] ''ہم کبھی تیری حقیقت ذات کو درک نہیں کر سکتے ہم بس اتنا جا نتے ہیں کہ حی و قیوم ہے اور کبھی بھی تجھے نینداور جھپکی نہیں آتی (اپنے بندوں کے حال سے بے خبر نہیں ہے) ''امیر المو منینؑ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں رسول اکرمؐ کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھ کر ''یا حی یا قیوم ''کا ورد کر رہے ہیں کئی دفعہ گیا اور واپس آگیا آپ مستقل اسی ذکر کا ورد فرمارہے تھے یہاں تک جنگ بدر فتح ہو گئی[3] ۔جو کچھ اب تک ذکر کیا گیا ہے وہ صفات خدا کے اصول تھے اور دوسری صفات بھی ہیں کہ جن کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جائے گا ۔ قدیم و ابدی :یعنی ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا اس کے لئے آغاز و انتہا نہیں ہے ھُوَ الأوّلُ و الآخِرُ والظّاھرُ والباطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیٍٔ عَلِیمٌ[4] ''وہ اول و آخر ہے وہ ظاہر و باطن ہے وہ ہر شئی کا جاننے والا ہے ''۔مرید :یعنی وہ صاحب ارادہ ہے وہ اپنے کاموں میں مجبو ر نہیں ہے وہ جس کام کو بھی انجام دیتا ہے اس کا ہدف اور اس کی حکمت پیش نظر ہو تی ہے (وہ حکیم ہے)

[1] پیام قرآن ج ۴، ص ۱۸۳
[2] نہج البلا غہ خ ،۱۶۰
[3] تفسیر روح البیا ن آیہ الکرسی کے بیان میں۔
[4] حدید آیۃ،۳

مدرک : ساری چیزوں کو درک کرتا ہے .ساری چیزوں کو دیکھتا ہے او رہر آواز کو سنتا ہے۔ (وہ سمیع و بصیر ہے)

متکلم : خدا ہو اؤں میں آواز پیدا کر سکتا ہے وہ اپنے رسولوں سے گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو زبا ن و لب و حلق کی محتا ج نہیں

۔صادق :یعنی خدا جوکچھ کہتا ہے سچ کہتا ہے اور عین حقیقت ہے کیونکہ جھوٹ جھل وناداني کے باعث یا کسی کمزوری کے سبب ہوتا

ہےاو رخد اان سے پاک ومنزہ ہے۔ خلا صہ کلام یہ کہ خد اکمال مطلق ہے او رکسی قسم کا نقص و عیب اس کی ذات سے متصف

نہیں اور ہم کو اس کی صفات کی شناخت میں بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا چاہئے ۔

ذات خد امیں تفکر منع ہے صفات کے بارے میں جو مختصر بیا ن تھا اس کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ صفات خدا عین ذات ہیں

لہٰذا نہ اس کی ذات او ر نہ ہی اس کی صفات میں از حد تفکر کریں کیونکہ از حد تفکر حیرانی او ر سر گردانی کا سبب ہے صرف اس کی

مخلوقات میں غور خوض کریں ۔قال الاما مُ البا قر علیہ السلام : ’’تکلموا فِی خلق اللّٰہ ولا تکلموا فِی اللّٰہ فأنَ الکلام فی اللّٰہِ لا یزاد صاحبۃ الا

تحیّرا َ‘‘خلقت خداکے با رے میں گفتگو کرو .خدا کے با رے میں گفتگو نہ کرو اس لئے کہ خدا کے بارے میں گفتگو صاحب کلام کے

حق میں تحیّر کے سوا کچھ اضا فہ نہ کرے گا ۔علامہ مجلسی او ردیگر علما ءنے کہا ہے کہ ذات و صفات خدا میں تفکر و تکلم سے منع کرنے

کا مطلب کیفیت ذات خدا وندعالم ہے ۔قال الامام الباقر علیہ السلام: اِیاکم و التفکّر فی اللّٰہ لکن اِذَا أردتم أن تنظروا اِلیٰ عظمتہ فانظروا

اِلیٰ عظیم خلقہ ’’ ذات خد امیں غور و خوض سے پرہیز کرو جب جب بھی اس کی عظمتوں کودیکھنا چاہوتو اس کی عظیم خلقت (اس

دنیا)کودیکھو[1]‘‘۔

سوالات

ا۔ خدا کے قدرت کی نشانیا ں کیا ہیں ؟ ۲۔ قدیم ،ابدی، متکلم ،صادق کے کیا معنی ہیں ؟ ۳۔ ذات خد امیں غور و خوض کیوں منع

ہے ؟

[1] اصول کا فی باب نہی از کلام در کیفیت حدیث ،۱-۷

دسواں سبق

صفات سلبیہ

ایک جملہ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ صفات سلبیہ یعنی : خدا وند ہر طرح کے عیب و نقص، عوارض نیز صفات ممکنات سے پاک و منزہ ہے ۔ لیکن ان صفات میں بعض پر بحث کی گئی ہے جیسے وہ مرکب نہیں ہے، جسم نہیں رکھتا ،قابل رؤیت نہیں، اس کے لئے زمان ومکا ن ،کو ئی ٹھکا نہ یا جہت معین نہیں کر سکتے .وہ ہر طرح کے نیاز و احتیاج سے دور ہے، اس کی ذات والا صفات محل حوادث نہیں اور عوارض وتغییر وتبدل کا شکا ر نہیں ہو سکتی ،صفات خدا وند اس کی عین ذات ہے اس کی ذات مقدس پر اضا فہ نہیں ہے ۔

سید الاولیاء امیر المومنین ایک خطبہ کی ابتدا میں یو ں گویا ہیں '' لا یشغلہ شأن ولا یغیرہ زمان ولا یحویہ مکان ولایصفہ لسان ''کو ئی چیز اس کو اپنے آپ میں مشغول نہیں کر سکتی، زما نہ کا تغییر وتبدل اس میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا کو ئی مکان اپنے میں سمو نہیں سکتا ،کو ئی زبا ن اس کی مدح نہیں کر سکتی[1]۔ دو سری حدیث میں امام جعفر صادق ں سے نقل ہے کہ '' اِن اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لا یُوصف بزمان ولا مکان ولا حرکۃ ولا انتقال ولا سکون.بل ھو خالق الزمان والمکان والحرکۃ والانتقال تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً ''خدا وند تعالی کی تعریف وتوصیف زمان و مکا ن ،حرکت و انتقال مکان و سکو ن کے ذریعہ سے نہیں کی جا سکتی، وہ زمان ومکا ن نیز حرکت ونقل مکا ن،،اور سکون کا خالق ہے،خدا اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے جو ظالم او ر ستمگر افراد تصور کرتے ہیں[2]۔

صفات سلبی کی وضاحت خدا مرکب نہیں ہے یعنی اجزاء ترکیبی نہیں رکھتا کیونکہ ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے جبکہ خدا کسی شیٔ کا محتاج نہیں ہے، وحدانیت کی بحث میں ہم نے یہ بات کہی تھی کہ خدا کمال مطلق ہے،اور ا س کے لئے کوئی حد ومقدار نہیں

---

[1] نہج البلا غہ خطبہ،۱۷۸
[2] کتاب بحارالانوار ج۳ ،ص،۳۰۹

ہیں ،لہٰذا اس بات کی جانب ہماری توجہ ضروری ہے کہ جو محدودیت یا احتیاج کا سبب ہے وہ ممکنات سے مخصوص ہے خدا ان سے پاک و منزہ ہے تعالی اللہ عنہ ذلک علواً کبیراً ۔خدا جسم نہیں رکھتا اور دکھائی نہیں دے گا (لَا تُدرِکُہُ الأَبصَارُ وَ ھُوَ یُدرِکُ الأَبصَارَ وَھوَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ[1]) آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتی وہ تمام آنکھوں کو دیکھتا ہے وہ لطیف و خبیر ہے

سوال : خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے ؟جواب : اس لئے کہ دیکھنے کے جو لوازمات ہیں ،ان میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں یعنی خدا کو اگر دیکھنا چاہیں تو ضروری ہے کہ وہ جسم رکھتا ہو جہت اور سمت رکھتا ہو ،اجزاء رکھتا ہو اس لئے کہ ہر جسم اجزاء و عوارض جیسے رنگ ،حجم اور ابعاد رکھتا ہے ،نیز تمام اجسام تغییر وتبدل رکھتے ہیں اور مکان کے محتاج ہیں اور یہ سب ممکنات کی خصوصیات ہیں ،اورنیاز واحتیاج کے شکا رہیں خدا ان سے پاک ومنزہ ہے ۔خلا صہ کلام یہ کہ نہ خدا جسم ہے اورنہ ہی دیکھا جاسکتا ہے (اہل سنت کے بعض فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ خدا روز محشر مجسم ہوگا اور دکھا ئی دے گا اس کے ضمن میں ان کی جانب سے بہت ساری باتیں مضحکہ خیز ہیں اورکسی عقل و منطق سے سروکا ر نہیں رکھتیں ۔ امام علی رضا ں سے روایت ہے :أَنَّہ لَیسَ مِنَّا مَن زَعمَ أنَ اللّٰہ عزَّوجلَّ جسم و نحن منہ براء فی الدنیا والآخرۃ [2]جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ خدا جسم و جسمانیت رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہےاو رہم دنیا وآخرت میں ایسے شخص سے دور و بیزار ہیں ۔

وہ لا مکاں ہےاو رہر جگہ ہے مادہ سے خالی ایک شیٔ کی شناخت ان انسانوں کے لئے جو ہمیشہ مادی قیدخانہ میں اسیر رہے اور اس کے عادی ہو گئے بہت ہی مشکل کام ہے شناخت خدا کا پہلا زینہ اس (خدا) کو صفات مخلوقات سے منزہ جاننا ہے ،جب تک ہم خداکو لا مکان ولا زمان نہ جا نیں گے در حقیقت اس کی معرفت ہی حاصل نہیں کر سکتے ۔ محل او رمکان رکھنا جسم وجسمانیت کالازمہ ہےاو رہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ وہ جسم نہیں رکھتا وہ ہر جگہ ہے ۔وہ ہر جگہ ہے (وَلِلّٰہِ المَشرِقُ وَالمَغرِبُ فَأَینَمَا تُوَلُّوا

---

[1] سورہ انعام آیۃ ۔۱۰۳

[2] توحید صدوق باب ۶، حدیث، ۲۰

فَثَمَّ وَجہُ اللّٰہِ اِنَ اللّٰہ واسِعٌ عَلیمٌ[1]) مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے اور تم جس جانب بھی رخ کروگے خدا وہاں موجود ہے خدا بے نیاز اور صاحب علم و حکمت ہے ۔ (وَھُوَ معَکُم اأین ما کُنتُم وَاللّٰہ بِما تعَلمُون بَصیرٌ[2]) تم جس جگہ بھی ہو خدا تمہارے ہمراہ ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس پر ناظر ہے ۔امام موسی کا ظم ں نے فرمایا : اِن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کان لم یتزل بلا زمان ولا مکان وھو الآن کما کان لا یخلو منہ مکان ولا یشغل بہ مکان ولا یحلّ فی مکان [3] خدا ہمیشہ سے زمان ومکان کے بغیر موجود تھا اور اب بھی ہے، کوئی جگہ اس سے خالی نہیں اور درعین حال کسی جگہ میں قید نہیں اس نے کسی مکا ن میں حلول نہیں کیا ۔

ایک شخص نے حضرت امام علیؑ سے سوال کیا کہ مولا ہمارا خدا زمین وآسمان کو پید ا کرنے سے پہلے کہاں تھا ؟آپ نے فرمایا : کہاں کا لفظ مکا ن کے حوالے سے ہے جبکہ وہ اس وقت بھی تھا جب مکان نہیں تھا [4]۔ خدا کہا ں ہے ؟کتاب ارشاد واحتجاج میں ذکر ہے کہ ایک یہودی مفکر، خلفاء میں سے ایک کے پاس آیا او رسوال کیا کہ آپ جانشین رسول ہیں ؟ انھوں نے جو اب دیا ہاں اس نے کہا خد اکہا ں ہے ؟انہو ں نے جواب دیا آسمان میں عرش اعظم پر بر اجمان ہے اس نے کہا پھر تو زمین اس کے حیطۂ قدرت سے خالی ہے خلیفہ ناراض ہوگئے اور چیخ کر بولے فوراً یہاں سے دفع ہو جا ؤ ورنہ قتل کرادوں گا یہودی حیران ہوکر اسلام کا مذاق اڑاتا ہوا باہر نکل گیا ۔

جب امیرالمومنین ں کو اس بات کی اطلاع ہوئی توآپ نے اس کو طلب کیا اور فرمایا میں تمہارے سوال اور دئے گئے جواب دونوں سے باخبر ہوں،لیکن میں بتاتا ہو ں کہ اس نے مکا ن کو خلق کیا ہے لہٰذا اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خود صاحب مکان ہو اور کسی مکان میں مقید ہو ۔ وہ اس سے کہیں بلند وبالا ہے کہ مکان اس کو اپنے آپ میں سمو لے ،کیاتم نے اپنی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ ایک دن حضرت موسی بن عمران بیٹھے ہوئے تھے ۔ ایک فرشتہ مشرق سے آیا آپ نے پوچھا کہا ں سے آرہے ہو ؟اس نے

---

[1] سورہ بقرہ ص ۱۱۵
[2] سورہ حدید آیۃ ،۴
[3] توحید صدوق باب ۲۸،حدیث ۱۲
[4] سابق حوالہ حدیث،۴

جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ مغرب سے آیا آپ نے پوچھا کہا ں سے آرہے ہو ؟اس نے جواب دیا خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ آیاآپ نے سوال کیاکہاں سے آرہے ہو؟اس نے جواب دیا کہ ساتویں آسمان میں خدا کے پاس تھا اس کے بعد ایک فرشتہ اور آیا اس سے سوال کیا کہا ں تھے؟اس نے کہازمین کے ساتویں طبق سے خدا کے پاس تھا ،اس کے بعد حضرت موسی نے کہاپاک ہے وہ ذات جس کے وجود سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور اس کے نزدیک کوئی جگہ دوسری سے نزدیک نہیں ۔یہودی نے کہا کہ : میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حق مبین یہی ہے اور آپ پوری کائنات میں سب سے زیادہ وصی رسول خداءکی اہلیت رکھتے ہیں[1] ۔

ہم دعا کرتے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں بلند کرتے ہیں ؟ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک کا فر ،حضرت امام جعفر صادق ں کی خدمت میں حاضر ہوا اور '' الرحمن علی العرش استوی '' کی تفسیر جاننی چاہی امام نے دوران تفسیر وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا : خدا کسی مخلوق ومکان کا محتاج نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج ہیں ،اس نے عرض کی تو پھر دعا کرتے وقت چاہے ہاتھ آسمان کی جانب رکھیں یا زمین کی طرف اس میں کوئی حرج نہیں ہے ،آپ نے فرمایا : یہ موضوع اس کے علم اور احاطہ قدرت میں برابر ہے لیکن خدانے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی جانب عرش کی طرف بلند کریں کیونکہ معد ن رزق وہاں ہے ۔جو کچھ قرآن اور فرمان رسول ہے ہم اس کو پہچاتے ہیں ،اس کے بعد فرمایا : اپنے ہاتھوں کو خدا کی طرف بلند کرو اور یہ وہ موضوع ہے جس پر تمام امتوں کا اتفاق ہے[2] ۔

حضرت امیر المومنین ں نے فرمایا : کہ تم میں سے کوئی بھی جب نماز تمام کرے تو دعا کے لئے ہاتھوں کوآسمان کی جانب بلند کرے پھر دعا کرے ،ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا خدا ہر جگہ نہیں ہے ؟آپ نے فرمایا : ہا ں ہے ۔ اس نے کہاپھر ہاتھوں کوآسمان کی

---

[1] پیام قرآن نقل جلد۴ ،ص ۲۷۴
[2] پیام قرآن از بحارالانوار ج۳،ص ۳۳۰

طرف کیوں اٹھاتے ہیں،آپ نے فرمایا :تم نے (قرآن مجید میں) نہیں پڑھا آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جو کچھ تم سے وعدہ کیاگیا ہے۔ انسان محل رزق کے علاوہ کہاں سے رزق طلب کرے گا محل رزق اور وعدہ الٰہی آسمان ہے[1] ۔

سوالات

۱۔ صفات سلبیہ سے مراد کیا ہے ؟

۲ ۔ خدا کو دیکھنا کیوں ناممکن ہے ؟

۳ ۔ یہودی دانشمند جس نے سوال کیا تھا کہ خدا کہاں ہے حضرت امیر نے اس کو کیا جواب دیا ؟

۴۔ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی جانب کیوں اٹھاتے ہیں ؟

[1] پیام قرآن نقل از بحار الانوار ج ۹۰،ص ۳۰۸

گیارہواں سبق

عدل الٰہی اصول دین کی دوسری قسم

عدل سے متعلق ہے ،عدل ،خداکے صفات جمالیہ میں سے ایک ہے عدالت الٰہی ایک طرف تو ایمان بہ خدا سے مربوط ہے تو دوسری طرف معاد سے، ایک طرف مسئلہ نبوت وامامت سے تودوسری طرف سے فلسفۂ احکام سے کبھی ثواب و عقاب تو کبھی جبر و تفویض سے اسی بناپر اصل عدالت کا اقرار یا انکا ر ممکن ہے کہ تمام اعتقاد اور معرفت کے چہرے کو بدل دے اس کے علا وہ اجتماعی، اخلاقی اور تربیتی مسائل میں بھی عدل الٰہی سے انکا ر نہیں کیا جاسکتا انہیں خصوصیات کی وجہ سے عدل الٰہی کو اصول دین میں شمار کیا گیاہے ۔مولائے کا ئنا ت نے ایک مختصر اور مفید عبارت کے ذریعہ توحید اور عدل کو ایک جگہ رکھ کر فرمایا : ''التوحید ان لا تتوھمہ والعدل ان لا تتھمہ[1]'' توحید وہ ہے جوتمہاری واہمہ سے دور ہے (کیونکہ جو واہمہ میں سماجائے وہ محدود ہے)اور عدل اس چیز کا نام ہے جسے تم متہم نہ کرو (برے کام جو تم انجام دے رہے ہواسے خدا کی طرف نسبت نہ دو) عدل الٰہی پر عقلی دلیلظلم قبیح (ناپسند) ہےاو رصاحب حکمت خدا کبھی قبیح فعل انجام نہیں دیتا کیونکہ ظلم کے کچھ اسباب ہیں اور خدا ان چیزوں سے منزہ ہے ۔ظلم کے اسباب اور اس کی بنیاد ا۔ضرورت :وہ شخص ظلم کرتاہے جوکسی مقصد تک پہنچنا چاہتا ہےاور وہ مقصد صرف ظلم ہی کے راستے سے ممکن ہے ۔

۲ ۔ جہالت اور نادانی: وہ شخص ظلم کرتا ہے جو ظلم کی برائیوں اور اس کی قباحت سے واقف نہیں ہوتا ۔

۳۔اخلاقی برائی :وہ شخص ظلم کرتاہے جس کے اندر کینہ ،عداوت ،حسد خواہشات پرستی ہے۔

---

[1] كلمات قصار نہج البلا غہ حكمت، ۴۷۰

۴۔ عجز و ناتوانی : وہ شخص ظلم کرتا ہے جو خطرہ اور نقصان کو اپنے سے دور کرنے سے عاجز ہو اور اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے ظلم کے علاوہ کوئی راستہ نہ پاتا ہو ۔اس دنیا میں جو بھی ظلم ہوتا ہے انہیں میں سے کسی ایک کی بنا پر ہوتاہے اگر یہ اسباب نہ پائے جا ئیں تو کہیں بھی کوئی ظلم نہ ہو او رمذکورہ اسباب میں سے کوئی ایک بھی خدا کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ خدا وند عالم: الف): غنی ہےاو رکسی کا محتاج نہیں ہے ۔

ب): اس کا علم لا محدودہےاور کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

ج): تمام اچھے صفات کا مالک ہےاور تمام عیوب اور نواقص سے پاک اور پاکیزہ ہے ۔

د): لا محدود قدرت کامالک ہے لہٰذا وہ عادل ہے ۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعا نمبر ۴۵ میںآیا ہے '' وعفوک تفضل وعقوبتک عدل ''بارالٰہا! تیری عفو و بخشش تیرے فضل کانتیجہ ہےاور تیرا عقاب عین عدالت ہے۔ ائمہ معصومین ؑسے نقل ہے کہ نماز شب کے اختتام پر اس دعا کو پڑھا جائے ''وقد علمت یا الٰہی أنّہ لیس فی نقمتک عجلۃ ولا فی حکمک ظلم واِنّما یُعجّل من یخاف الفوت واِنّما یحتاج اِلیٰ ظلم الضعیف وقد تعالیت یا أٰلہی عن ذٰلک علواً کبیراً''[1] ''بارالٰہا ! میں جانتا ہوں کہ توعقاب میں جلدی نہیں کرتا اور تیرے حکم میں ظلم نہیں پایا جاتا، جلدی وہ کرتاہے جو ڈرتا ہے کہ کہیں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے اور ظلم وہ کرتا ہے جو ضعیف اور ناتواں ہوتا ہے اور اے میرے پروردگار تو ان سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے'' ۔

عدالت خدا کے معانی عدل کے اس مشہور معنی کے علاوہ (کہ خدا عادل ہےاور کسی پر ظلم نہیں کرتا) دوسرے کئی معانی پائے جاتے ہیں ۔۱۔ خدا عادل ہے یعنی خالق کائنات ہراس کام سے دور ہے جو مصلحت اور حکمت کے خلاف ہے ۔ ۲۔ عدل یعنی : تمام لوگ خدا کی نظر میں ایک ہیں تمام جہات سے اور کوئی بھی اس کے نزدیک بلند وبالا نہیں ہے مگر وہ شخص جو تقوی اور اچھے

[1] مصباح المتہجد شیخ طوسی ص ۱۷۳ (دعاء بعد از نماز شب)

اعمال کے ذریعہ اپنے کو فساد اور نابودی سے بچائے(اِن اأکرمَکُم عِند اللّٰہِ أتقاکُم اِن اللّٰہ عَلیمٌ خَبیرٌ)بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے اور اللہ ہر شیٔ کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے[1]۔

۳۔ حق کے ساتھ فیصلہ او رجزا :یعنی خدا وند عالم کسی بھی عمل کو چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا اور حقیر کیوں نہ ہو اس کے بجا لانے والے کا حق ضائع نہیں کرتا اور بغیر جزاء کے نہیں رہنے دیتا او ربغیر کسی امتیاز کے تمام لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا ملے گی (فَمن یَعمَلْ مِثقالَ ذَرَةٍ خَیراً یَرَہُ وَمَن یَعمل مِثقالَ ذَرَةٍ شَراً یَرَہُ) پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا او رجس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا[2]۔

۴۔ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا '' العادل الواضع کُلّ شیءِ موضعہ '' عادل وہ شخص ہے جو ہر چیز کو اس کی جگہ پر قرار دے[3]۔ خدا وند عالم نے تمام مخلوقات کو اس کی مناسبت سے خلق کیا ہے اور اس کے اندر کی چیزیں اسی کے لحاظ سے خلق کی ہیں تمام موجودات عالم میں تعادل وتناسب پایا جاتاہے ''أنبتنا فیھا مِن کُلّ شیءِ موزون[4]'' اور ہر چیز کو معینہ مقدار کے مطابق پیدا کیاہے۔ ہر کا م مقصد کے تحت :یعنی دنیا کی تمام تخلیق کا ایک مقصدہے اور اس دنیا کو خلق کرنے میں کچھ اسرارو رموز پوشیدہ ہیں اوراس دنیامیں کوئی چیز بیکار و عبث نہیں ہے (أ فَحَسِبتُم انَّمَا خَلَقنَاکُم عَبثاً وَ أنَّکُم اِلینَا لاتُرجَعُون)کیاتمہا را خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکا رپیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جا ؤگے[5] ان مذکورہ عدالت کے معانی پر اعتقاد اور یقین اور ان میں سے ہر ایک معنی کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے بہت سے اخلاقی آثار مرتب ہوں گے عادل عدالت کا خواہاں ہوتا ہے ۔

سوالات

[1] سورہ حجرات آیۃ ۱۴
[2] سورہ زلزال آیۃ ۷
[3] مجمع البحرین کلمہ عدل
[4] سورہ حجر آیۃ ۱۹
[5] سورہ مومنون آیۃ :۱۱۵

۱۔ کیوں عدل کو اصول دین میں شامل کیا گیا ہے ؟

۲۔ عدل خدا پر عقلی دلیل کیا ہے ؟

۳۔ ظلم کے اسباب کیا ہیں ؟

۴۔ عدالت کے معانی بطور خلاصہ بیان کریں ؟

بارہواں سبق

مصیبتوں اور آفتوں کا راز (پہلا حصہ) یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ خدا عادل ہے او ر اس کے تمام کام حکمت کی بنیاد پر ہیں کچھ ایسے مسائل ہیں جو واضح نہیں ہو سکے لہذا ان کو واضح کردینا ضروری ہے یعنی آفتیں اور بلائیں ،درد ورنج ،ناکامی او ر شکست ،نقائص اور بحران خدا کی عدالت سے کیسے سازگار ہے ؟

تھوڑا غور کرنے پر واضح ہوجاتاہے کہ یہ تمام حالات عدل الٰہی کے موافق رہے ہیں نہ کہ مخالف ،مذکورہ سوالات کے سلسلہ میں دو بہترین جواب دئے جا سکتے ہیں۔ ۱۔ مختصر اور اجمالی ۲ ۔ تفصیلی اجمالی جواب:جب عقلی اور نقلی دلیلو ں سے ثابت ہوچکا کہ خدا حکیم و عادل ہے اور اس کی تمام تخلیق ہدف اور حکمت کے ساتھ ہے اور یہ کہ خدا وند متعال کسی شخص اور کسی کا کبھی بھی محتاج نہیں اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے خلاصہ یہ کہ وہ کوئی بھی کام خلاف حکمت انجام نہیں دیتا ،ظلم جوکہ سرچشمۂ جہل اور عاجزی ہے اس کا تصور ذات اقدس کے لئے ممکن ہی نہیں اس کے باوجود اب اگر ہم مذکورہ حوادث وحالات کے فلسفہ کونہ سمجھ سکیں تو ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ یہ ہمارے علم کی محدودیت اور اس کا قصور ہے ،چونکہ جس نے بھی خدا کو اس کے صفات کی روشنی میں پہچانا اس کے لئے یہ جواب کافی ووافی ہے ۔

تفصیلی جواب : ان مصیبتوں کے ذمہ دار خو د ہم ہی ہیں ۔انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مصیبتیں دامن گیر ہوتی ہیں جس کی اصلی وجہ او رسبب خو د وہی ہے اگرچہ اکثر ناکامیوں کا سبب، سستی وکاہلی او رسعی وتلاش کو چھوڑ دینا ہے ۔زیادہ تر بیماریاں شکم پرستی اورہوائے نفس کی وجہ سے آتی ہیں، بے نظمی ہمیشہ بد بختی کا سبب رہی ہے اور اسی طرح اختلاف وجدائی ہمیشہ مصیبت اور بد بختی کا پیش خیمہ رہے ہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ زیادہ تر لوگوں نے علت ومعلول کے رابطہ کو بھلاکر ساری مصیبتوں کا ذمہ دار خداکو ٹھرایاہے۔

ان باتوں کے علا وہ بہت سے نقائص اور کمیا ں جیسے بعض بچوں کا ناقص الخلقت ہونا (اندھا ،بہرا اور گونگا ، مفلوج ہونا) والدین کی کوتاہی او رشریعت کے اصول و قوانین کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ہے، اگر چہ بچہ کا کوئی قصور نہیں لیکن یہ والدین کے جہل او رظلم کا طبیعی اثر ہے (بحمد اللہ معصوم ہادیوں نے ان نقائص کو روکنے کے لئے کچھ قوانین بتائے ہیں یہاں تک کہ بچے کے خوبصورت اور با استعداد ہونے کے لئے بھی قوانین وآئین بتائے ہیں) ۔اگر والدین نے ان قوانین کی پیروی نہیں کی تو عام سی بات ہے کہ اس نواقص کے ذمہ دار ہوں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کر سکتے بلکہ یہ ایسی مصیبت ہیں جسے انسان نے خود اپنے یا دوسروں کے لئے پال رکھی ہے۔

قرآن اس جانب اشارہ کرتا ہے :(مَا أَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا أَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ)جو بھی نیکیاں (اچھائیاں او رکامیابیاں) تم تک پہونچی ہیں وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائیاں (بد بختیاں اور ناکامیاں) تمہارے دامن گیر ہوتی ہیں وہ خود تمہاری کرتوتوں کا نتیجہ ہیں[1]۔ اور دوسری جگہ قرآن فرماتاہے :(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ أَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیقَهُمْ بَعْضَ الَّذِی عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُونَ) لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دریا اور خشکی میں فساد پھیل گیا (لہٰذا) خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھا دینا چاہتا ہے شاید وہ بدل جائیں[2]۔نا پسند واقعات او رالٰہی سزائیں حدیثوں میں بھی متعدد مقامات پر اس طرح ذکر ہو

---

[1] سورہ نساء آیۃ ۷۹
[2] سورہ روم آیۃ ۴۱

ا:انسانوں کے دامن گیر ہونے والی مصیبتوں کا زیادہ تر حصہ گناہوں کی سزا کا ہوتا ہے ۔ایک حدیث میں امام علی رضا ں سے روایت ہے : ''کلّما أحدث العباد من الذنوب مالم یکونوا یعلمون أحدث لھم من البلاء مالم یکونوایعرفون''جب بھی خدا کے بندے ایسے گناہوں کو انجام دیتے ہیں جنہیں کبھی پہلے انجام نہیں دیا تھا توخدا انہیں نامعلوم اور نئی مصیبتوں میں گرفتار کردیتا ہے[1] ۔

حضرت امام صادق ں سے منقول ہے : ''إنّ الرجلَ لیذنب الذنب فیحرم صلاۃ اللیل وإنّ عمل الشّرأسرع فی صاحبہ من السکین فی اللحم''،کبھی انسان ایسے گناہ کو انجام دیتا ہے جس کے نتیجہ میں نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے (کیونکہ) برے عمل کا برا اثر اس کے انجام دینے والے میں اس چاقو سے زیادہ تیز ہوتا ہے جوگوشت کو کاٹنے میں ہوتا ہے[2] ۔

حضرت علی ابن ابی طالب ں فرماتے ہیں : کسی قوم کی خوشی اور نشاط اسی وقت چھنتی ہے جب وہ براکام انجام دیتی ہے کیونکہ خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا[3] ۔ ایک دوسری جگہ امام علی،فرماتے ہیں : گناہوں سے دوری اختیار کرو کیونکہ تمام بلائیں اور مصیبتیں،روزی کا کم ہونا ،گناہ کی وجہ سے ہے یہاں تک کہ بدن میں خراش کا آنا ،ٹھوکر کھا کر گر جانا ، مصیبتوں میں گرفتار ہونا ،یہ سب گناہ کا نتیجہ ہے، خداوند متعال کا ارشاد ہے : جو بھی مصیبت تم تک آتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔

عذاب اور سزا کے عمومی ہونے پر کچھ سوال بہت سی مصیبتیں اور بلائیں تاریخی شواہد ،حدیثوں اور قرآن کی روشنی میں عذاب اور سزا کے عنوان سے ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں پر جو سوال ذہن میں آتاہے وہ یہ ہے کہ عذاب اور سزاؤں میں گرفتار ہونے والے افراد دوطرح کے ہیں،ظالم اور مظلوم،مومن اور کافر توآخر سبھی لوگ کیوں عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوگئے ۔؟جواب : اسلام کی رو سے مظلومین یا مومنین کی مشکلات اور مصیبتیں نہی عن المنکر کو ترک کرنے اور گمراہی وظالمین کامقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے (اِتّقُوا فِتنۃً

---

[1] سابق ، ،ص ۳۵۸
[2] نہج البلا غہ خطبہ ۱۷۸
[3] سورہ نساء ۷۹ ،بحارالانوار ج ۸۳ ،ص ۳۵۰(مزید معلومات کے لئے تفسیر برہان ج،۴ ص ۱۲۷ او رنور الثقلین آیۃ ۷۸ کے ذیل میں او ر بحارالانوار ج، ۷۸ ،ص ۵۲ کی طرف رجوع فرمائیں)

لا تُصیبنَ الذّین ظَلَموا مِنکُم خاصة)ایسے فتنہ سے بچو جس کے اثرات صرف ظالموں تک ہی نہیں بلکہ سبھی کو گھیر لیتے ہیں[۱]۔ قال رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم : لتامرن بالمعروف و لتنھن عن المنکر أو لیعمنکم عذاب اللہ[۲] امر بمعروف اور نہی عن المنکر ضرور انجام دو ورنہ خدا کا عمومی عذاب تم کو بھی گھیرلے گا دوسرا سوال یہ ہے : کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ گنہگار وں او رظالموں کی دنیاوی زندگی بہت اچھی ہے او ر انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں، جبکہ ان کے مقابل نیک اور مومن لوگوں کو پریشان حال دیکھتے ہیں آخر ایسا کیوں ؟۔ جواب:آیات و روایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ظالموں اور گنہگاروں کو مہلت اور نعمتیں ان کے عذاب کی شدت کا باعث ہے ۔

(وَلاَ یَحْسَبنَ الذّین کَفَروا أنّمَا نُمْلِی لَھم خَیرُ لأ نفُسِھِم اِنّمَا نُملِی لَھُم لیزدادوا إثماً وَ لَھُم عَذابُ مُھین[۳])کفار ہر گز اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ اگر ہم نے ان کو مہلت دے دی تو اس میں ان کی بھلائی ہے ،ہم نے ان کو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ گنا ہ کریں، سخت عذاب ا ن کے انتظار میں ہے ۔ حضرت علی ں نے فرمایا : '' یابن آدم اِذا رأیتَ ربکَ سبحانہ یتابع علیک نعمۃ وأنت تعصیہ فاحذرہ '' فرزند آدم جب تم یہ محسوس کرنا کہ خدا نا فرمانی کے باوجود تم پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو اس سے ہوشیار رہنا[۴] امام صادق ں فرماتے ہیں : اِذا أراد اللہ بعبد خیراً فأذنب ذنباَ تبعہ بنقمۃ فیذکرہ الاستغفار واذا أراد اللہ بعبدِ شراً فاذنب ذنبا تبعہ بنعمۃ لینیہ الاستغفار ویتمادی بہ وھو قول اللہ عزَّوجلّ (سنستدرجھم من حیث لا یعلمون) بالنعم عند المعاصی[۵]'' جب خدا کسی بندہ کی بھلائی اور خوش نصیبی چاہتا ہے تو اس کے گناہ کرنے پر کسی پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے او راسے استغفار کی طرف متوجہ کرتا ہے ،اور جب (نا فرمانی او رسر کشی کی وجہ سے) کسی بندہ کی تباہی وبربادی چاہتا ہے تو اس کے گناہ پر ایسی نعمت دیتا ہے جس سے استغفار کو بھول جائے اور اپنی عادت پر باقی رہ جائے ۔اور یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے، ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں

---

[۱] سورہ انفال آیۃ ۲۰
[۲] وسائل الشیعہ جلد ۱۱،ص۴۰۷
[۳] سورہ آل عمران آیۃ ۱۷۸
[۴] شرح ابن الحدید ، ج،۱۹ ص ۲۷۵ ۔
[۵] اصول کا فی ج، ۲،باب استدراج ، حدیث ۱۔

سے عذاب کی طرف لے جاتے ہیں کہ ان کو خبر تک نہیں ہو پاتی اور وہ یہ کہ نافرمانی کے موقع پر ہم انہیں نعمت عطا کر دیتے ہیں

۔

سوالات

۱۔ ناپسند واقعات کا اجمالی جواب تحریر کریں ؟

۲۔ اپنی کمائی ہوئی مصیبتوں سے مراد کیا ہے ؟

۳۔ مومنین و مظلومین مشکلات سے کیوں دوچار ہیں حدیث رسول بیان کریں ؟

۴۔ عذابِ تدریجی کی تعریف کریں ؟

تیرہواں سبق

مصائب وبلیات کا فلسفہ (حصہ دوم)

مومنین کے لئے بلاء و مصیبت ان کے علو درجات کے لئے ہے اور کبھی ان کی یاد دہانی اور بیداری کے لئے بعض وقت ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں اور یہ سب کی سب چیزیں خدا کی طرف سے مومنین پر لطف ہیں ۔امام صادق ں فرماتے ہیں: ''اِن عَظیم الأجرِ لمعَ عظیم البلاء وما أحب اللّٰہ قوماً الا ابتلاھم'' اجرت کی زیادتی بلاؤں کی کثرت پر ہے اور خدا جس قوم کو دوست رکھتا ہے اس کو بلاؤں میں مبتلاء کرتا ہے[1]۔ امام باقر ں فرماتے ہیں: ''لو یعلم المؤمن مالہ فی المصائب من الاجر لتمنی أنَہُ یُقرض بالمقاریض'' اگر مومن کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آنے والی مصیبت کا اجر کتنا ہے تو وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے[2]۔

امام علی ں فرماتے ہیں: ''مَن قَصَّر فی العمل ابتلیٰ بالھم ولا حاجۃ للّٰہ فیمَن لیس للّٰہ فی نفسہ وما لہ نصیب'' جس نے اعمال میں کمی کی وہ مشکلات کا شکار ہوا اور جس کے جان ومال میں کسی قسم کا نقصان نہ پایا جائے تو وہ لطف خدا کا مستحق نہیں ہ[3]ے.امام صادق ں نے فرمایا: ساعات الأوجاعُ یُذھبن بساعات الخطایا[4] مصیبت کی گھڑیا ں خطا کے لمحات کو مٹا دیتی ہیں۔ (بیماری گناہوں کا کفارہ ہے) ۔دوسری جگہ امام صادق ں فرماتے ہیں : لا تزال الغموم والھموم بالمؤمن حتی لاتدع لہ ذنباً[5] مومن ہمیشہ مصیبت وبلاء میں اس لئے گرفتار رہتا ہے تاکہ اس کے گناہ باقی نہ رہ جائیں ۔امام رضا ں نے فرمایا : المرضُ للمؤمن تطھیر و رحمۃ و للکافر تعذیب ولعنۃ وأن المرضَ لایزال بالمؤمن حتیٰ لایکون علیہ ذنب[6] مومن کی بیماری اس کی پاکیزگی او ررحمت کا سبب ہے او رکافر کے لئے عذاب و

---

[1] بحار جلد ۶۷ ،ص۲۰۷
[2] بحار جلد ۸۱ ،ص ۱۹۲ ۔
[3] بحار الانوار ج،۸۱ ص ،۱۹۱۔
[4] بحار الانوار جلد،۸۱ص،۱۹۱
[5] بحار الانوار جلد۶۷باب ابتلاء لمومن
[6] بحار الانوار جلد۸۱، ص،۱۸۳

لعنت کا سامان ہے،مومن ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہتا ہے تاکہ اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں ۔امام باقر ں فرماتے ہیں : ''أَنّما یُبتلیٰ المؤمن فی الدنیا علیٰ قدر دینہ او قال علی حسب دینہ'' مومن دنیا میں مراتب دین کے تحت مصیبت میں مبتلاہو تا ہے[1]۔ دوسری حدیث میں امام صادق ں نے فرمایا :مومن کے لئے چالیس شب نہیں گذرتی کہ اس کے اوپر کوئی بڑی مصیبت آپڑتی ہے تاکہ وہ ہوشیار ہوجائے[2] ۔قرآن مجید میں کم وبیش،بیس مقامات پر امتحان الٰہی کے حوالے سے گفتگو ہوئی ہے ۔یہ امتحان خدانے ہم سے آگاہی کے لئے نہیں لیا ہے کیونکہ وہ ابتداء ہی سے ہم سے با خبر ہے،بلکہ اس امتحان میں تربیت کاایک پہلو ہے ۔

الٰہی امتحانات روح اور جسم کے لئے تکامل کا ذریعہ ہیں او ردوسری طرف امتحان کے بعد جزاو سزا کا استحقاق ہے(وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِن الخَوفِ والجُوعِ وَنَقصٍ مِن الأموالِ وَ الأَنفُسِ والثَّمراتِ و بَشِّر الصّابِرین[3]) او رہم یقیناًتمہیں تھوڑے خوف، تھوڑی بھوک اور اموال ونفوس او رثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر!آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں ۔ (وَنَبلُوکُم بِالشَّرِّ والخَیرِ فتنۃ والینا تُرجعَون[4]) اور ہم تو اچھائی او ربرائی کے ذریعہ تم سب کو آزمائیں گے اور تم سب پلٹا کر ہماری بارگاہ میں لائے جاؤگے ۔مولائے کائنا ت نے فرمایا :... ولکن اللّٰہ یختبر عبادہ بأنواع الشدائد ویتعبدھم بأنواع المجاھد و یبتلیھم بضروب المکارہ[5] خدا وند تعالی اپنے بندوں کو مختلف سختیوں کے ذریعہ آزماتاہے او ربندے کو مختلف مشکلوں میں عبادت کی دعوت دیتا ہے اور متعدد پریشانیوں میں مبتلا کر تا ہے ۔فلسفہ مصائب کا خلا صہ اور نتیجہ یہ تیرے اعتراضات، عدل الٰہی کے سلسلہ میں جہالت او ربلاء و مصیبت کے فلسفہ کو درک نہ کرنے کے باعث ہوئے ہیں مثلایہ خیال کریں کہ موت فنا ہے اور اعتراض کر بیٹھیں کہ فلاں شخص کیوں جوانی کے عالم میں مرگیا اور اپنی زندگی کا لطف نہ اٹھا سکا ؟ہم یہ سوچتے ہیں کہ دنیا ابدی پناہ گاہ ہے لہٰذا یہ سوال کرتے ہیں کہ سیلاب اور زلزلے کیوں بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں ہے ؟ہماری فکر کے اعتبار سے یہ دنیا آرامگاہ ہے تو پوچھتے

---

[1] بحار الانوار ج۸۱ ص ۱۹۶۔

[2] بحار الانوار جلد۶۷باب ابتلاء لمومن

[3] سورہ بقرہ آیۃ ۱۵۵

[4] سورہ انبیاء آیۃ ۳۵

[5] نہج البلا غہ خطبہ ۱۹۲

ہیں کہ بعض لوگ بے سروسامان کیوں ہیں ؟۔)یہ سارے سوالات) ان لوگوں کی مانند ہیں جو دوران درس اعتراضات کی جھڑ لگادیتے ہیں کہ چائے کیا ہوئی،کھانا کیوں نہیں لاتے،ہمارا بستر یہاں کیوں نہیں ہے ؟ان سارے سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ درس گا ہ ہے مسافر خانہ نہیں ۔در حقیقت گزشتہ سارے اعتراضات کابہترین راہ حل اس دنیا کو پہچاننا اور موجودات عالم کے مقصد خلقت کو درک کرنا ہے ۔

سوالات

۱۔مومنین دنیا میں مصائب وآلام کے شکار کیوں رہتے ہیں ؟

۲۔ خدا اپنے بندوں کا امتحان کیوں لیتا ہے ؟

۳۔ فلسفۂمصائب کا خلاصہ اور نتیجہ بیان کریں ؟

چودہواں سبق

اختیار اور میانہ روی

شیعہ حضرات ائمہ معصومینؑ کی اتباع کی بناپر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مشیت الٰہی کے باوجود انسان اپنے کام میں صاحب اختیار ہے ۔ کسی کام میں اختیار ،ارادہ ،انتخاب ان سب کا ہوناایک ناقابل انکار شئ ہےاس کے باوجود بعض لوگوں نے اپنے ضمیر اور فطرت کی مخالفت کرتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔بعض افراد اس کے مقابل میں تفویض کے قائل ہو گئے ۔ آخرکار: اس بحث میں تین نظریہ قائم ہوئے ہیں ۔ا ۔ جبر و بے اختیار: اس نظریہ کے قائل افراد کہتے ہیں کہ انسان اپنے کاموں میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتا ۔ او رانسان کسی ماہر فن کے ہاتھ میں بے شعور اوزار کی طرح ہے،اور جوکچھ بھی معرض وجو د میںآتا ہے وہ مشیت خدا ہے ۔

۲۔ تفویض یا آزادی:اس نظریہ کے معتقد افراد کاکہنا ہے کہ خدا نے انسانوں کو خلق کر کے اور دل و دماغ کی قوت بخش کے انہیں ان کے کاموں میں مکمل اختیار دے دیا ہے لہذا ان کے افعال وکردار میں خدا کا کوئی دخل نہیں او رقضا و قدر کا بھی کوئی اثر نہیں ہے ۔

۳۔اختیار یا میانہ روی ۔ نہ جبر نہ تفویض بلکہ اختیارا ور امر بین الامرین (میانہ روی)عقیدۂ اختیار اہل تشیع نے اس عقیدہ کو ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں اختیار کیا ہے،یعنی انسانوں کے کام خود اس کی ذات سے مربوط ہیں اور وہ صاحب اختیار ہے لیکن خواستہ الٰہی بھی اس کے شامل حال ہے او رقضاء وقدر الٰہی کا اثر بھی ہے۔ جس طرح تمام موجودات کاوجود خدا کے وجود کی بنا پر ہے اور ہر صاحب قدرت کی قوت اور ہر صاحب علم کا علم مرہون لطف الٰہی ہے اسی طرح سے ہر صاحب اختیار کا ارادہ اوراختیار خدا کے ارادے اور اختیار کے سایہ میں جنم لیتا ہے ۔

اسی لئے جب انسان کسی کام کاارادہ کرتاہے تویہ اختیار اور قدرت خدا کی طرف سے ہے یا یوں کہاجائے کہ ارادہ وقدرت خدا وندی کے سایہ میں انسان کسی کام کا ارادہ کرکے اس کو انجام دے سکتا ہے اوریہی معنی ہیں۔ (وما تشاؤن الا أن یشاء اللہ رب العالمین [1]) ''تم لوگ کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ عالمین کاپرور دگا ر خدا چاہے''(یعنی تمہا را ارادہ خدا کی چاہت ہے نہ یہ کہ تمہارا کام خدا کی درخواست اور ارادہ کی وجہ سے ہے [2]۔عقیدہ اختیار اور احادیث معصومین علیہم السلام احمد بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا مولا بعض لوگ جبر اور ''تفویض ''اختیار مطلق کے قائل ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا لکھو!قال علی ابن الحسین قال عزوجل: ''یا بن آدم بمشیتی کنت انت الذی تشاء بقوتی ادیت الی فرائضی وبنعمتی قویت علی معصیتی جعلتک سمیعاً بصیراً ما أصابکَ من حسنۃ فمِن اللہ وما أصابکَ من سیءۃٍ فمن نفسک وذلکَ أنّی أولیٰ بحسناتکَ منکَ وأنت أولیٰ بسیئاتک منیِ وذلکَ أنّی لاأسئل عماأفعل وھم یُسئلون قد نظمت لکَ کلّ شیءٍ ترید''

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا وند کریم کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدم !تم ہمارے خواہش کے تحت ارادہ کرتے ہو اور ہماری دی ہوئی طاقت سے ہمارے واجبات پر عمل کرتے ہواور ہماری عطا کردہ نعمتوں کے نا جائز استعمال سے گناہ ومعصیت پر قدرت حاصل کرتے ہو ہم نے تم کو سننے اور دیکھنے والا بنایا جو بھی نیکی تم تک پہنچے وہ خدا کی جانب سے ہے اور جو بھی برائی وجود میں آئے اس کے ذمہ دار تم ہو کیونکہ میں تمہاری نیکیوں کے سلسلہ میں تم سے زیادہ حق دار ہوں اور تم اپنی برائی کے بابت مجھے سے زیادہ مستحق ہوکیونکہ میں کچھ بھی انجام دوں گا جواب دہ نہیں ہوں گا لیکن وہ جواب دہ ہوں گے تم نے جو کچھ سوچا ہم نے تمہارے لئے مہیا کر دیا [3]۔

[1] سورہ تکویر آخری آیۃ
[2] گم شدہ شما ۔محمد یزدی
[3] اصول کا فی باب امربین الامرین حدیث ۱۲

ایک صحابی نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا خدا نے اپنے بندوں کو ان کے اعمال پر مجبور کیا ہے ۔ امام نے فرمایا : ''اللّٰہ أعدل مِن أن یجبر عبداً علیٰ فعلٍ ثُمَّ یعذّبہ علیہ ''خدا عادل مطلق ہے اس کے لئے یہ بات روا نہیں کہ وہ بندوں کو کسی کام پر مجبور کرے پھر انہیں اسی کام کے باعث سزا دے[1] ۔ (دوسری حدیث میں امام رضاں نے جبر وتفویض کی تردید کی ہے اور جس صحابی نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا خدا نے بندوں کو ان کے اعمال میں مکل اختیار دیا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا ۔ ''اللّٰہ أعدلُ وأحکم من ذٰلک'' خدا اس سے کہیں زیادہ صاحب عدل وصاحب حکمت ہے کہ ایسا فعل انجام دے[2] ۔ جبر واختیار کا واضح راہ حل عمومی فکر اور عالمی فطرت ،دونوں اختیار پر ایک واضح دلیل ہیں اور اختیار وجبر کے معتقد یں بھی ، عملی میدان میںآزادی اور اختیار ہی کو مانتے ہیں لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ!

۱۔ تمام لوگ اچھائی کرنے والوں کی مدح اور تحسین کرتے ہیں اور برائی کرنے والے کی تحقیر اورتوہین کرتے ہیں ،اگر انسان مجبور ہوتا اور اس کے اعمال بے اختیار ہوتے تو مدح وتحسین، تحقیر وتوہین کوئی معنی نہیں رکھتی ۔

۲۔ سبھی لوگ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت میں کوشش کرتے ہیں اگر انسان مجبور ہوتا تو تعلیم و تربیت کا کوئی مقصد نہیں باقی رہتا ہے ۔

۳۔ کبھی انسان اپنے ماضی سے شرمندہ ہوتاہے اور اس بات کاارادہ کرتا ہے کہ ماضی کے بحرانی آئینہ میں مستقبل کو ضرور سنوارے گا ،اگر انسان مجبور ہوتا تو ماضی سے پشیمان نہ ہوتا اور مستقبل کے لئے فکر مند نہ ہوتا ۔

۴۔ پوری دنیا میں مجرموں پر مقدمہ چلایا جاتاہے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے اگر وہ لوگ اپنے کاموں میں مجبور تھے تو ان پر مقدمہ چلانا یا سزا دینا سراسر غلط ہے ۔

---

[1] بحار الانوار ج ۵ ص ۵۱
[2] اصول کا فی باب امر بین الامرین حدیث ۳

۵ ۔ انسان بہت سارے کاموں میں غور و خوض کرتا ہے اور اگر اس کی پرواز فکر کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ پاتی تو دوسرے افراد سے مشورہ کرتا ہے ۔ اگر انسان مجبور ہوتا تو غور وفکر او رمشورت کا کوئی فائدہ نہیں ہے[1]

سوالات

۱ ۔ جبر وتفویض اور عقیدہ اختیار کی تعریف کریں ؟

۲ ۔ انسان کے مختار ہونے کے بارے میں شیعہ عقیدہ کیا ہے ؟

۳ ۔ عقیدۂ اختیار کے بارے میں سید سجاد کی حدیث پیش کریں ؟

۴ ۔ عقیدۂ جبر واختیار کا کوئی واضح راہ حل بیان کریں ؟

[1] تفسیر نمونہ جلد ۲۶ ص ،۶۴ خلاصہ کے ساتھ" عدالت کے سلسلہ میں ان کتب سے استفادہ کیاگیا ہے ۔ اصول کا فی ،نہج البلا غہ ،پیام قران ،تفیسر نمونہ ،اصول عقائد

پندرہواں سبق

نبوت عامہ (پہلی فصل)

اصول دین کی تیسری قسم نبوت ہے توحید وعدل کی بحث کے بعد انسان کی فطرت ایک رہبر ورہنما اور معصوم پیشوا کی ضرورت محسوس کرتی ہے ۔یہاں وحی، حاملان وحی اور جو افراد لوگوں کو سعادت وکمال تک پہنچاتے ہیں ان کی شناخت کے سلسلہ میں بحث کی جائے گی ۔اس بحث میں سب سے پہلے انسان کو وحی کی ضرورت اور بعثت انبیاء کے اغراض ومقاصد نیز ان کی صفات وخصوصیا ت بیان کئے جائیں گے جس کو علم کلام کی زبان میں نبوت عامہ کہتے ہیں۔اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی نبوت اور ان کی خاتمیت کی بحث ہوگی کہ جس کو نبوت خاصہ کہتے ہیں ۔وحی اور بعثت انبیاء کی ضرورت مخلوقات کو پہچاننے کے لئے بعثت لازم ہے ۔اگر انسان کائنات کو دیکھے تو وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا کہ دنیا کی خلقت بغیر ہدف ومقصد کے ہوئی ہے گزشتہ بحث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ خدا حکیم ہے اور عبث وبیکار کام نہیں کرتا ۔ کائنات کا نظم ،موجودات عالم کا ایک ساتھ چلنا بتاتا ہے کہ تخلیق کا کوئی معین ہدف ومقصد ہے لہٰذا یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ: ۱۔ خدا نے اس دنیا کو کس لئے پیدا کیا اور ہماری خلقت کا سبب کیا ہے؟

۲۔ ہم کس طرح سے اپنے مقصد تخلیق تک پہنچیں، کامیابی اور سعادت کا راستہ کون سا ہے اور اسے کس طرح سے طے کریں۔ ؟

۳۔ مرنے کے بعد کیا ہوگا کیا موت فنا ہے یا کوئی دوسری زندگی؟ موت کے بعد کی زندگی کیسی ہوگی؟! ان سارے سوالوں کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ کوئی خدا کی جانب سے آئے جو سبب خلقت اور راہ سعادت کی نشان دہی کرے اور موت کے بعد کی زندی کی کیفیت کو ہمارے سامنے اجاگر کرے، انسان اپنی عقل کے ذریعہ دنیوی زندگی کے مسائل حل کر لیتا ہے، لیکن سعادت وکمال تک پہنچنے سے مربوط مسائل اور موت کے بعد کی زندگی اور اخروی حیات جو موت کے بعد شروع ہوگی یہ سب اس کے بس

کے باہر ہے ۔ لہٰذا اس حکیم خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ معصوم نبیوں کو ان تمام مسائل کے حل اور کمال تک پہنچنے کے لئے اس دنیا میں بھیجے ۔ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ ایک لا مذہب شخص نے امام صادق ں سے سوال کیا کہ بعثت انبیاء کی ضرورت کو کیسے ثابت کریں گے ۔ ؟آپنے فرمایا :ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس ایسا خالق ہے جو تمام مخلوقات سے افضل و اعلی، حکیم وبلند مقام والا ہے چونکہ لوگ براہ راست اس سے رابطہ نہیں رکھ سکتے لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رسولوں کو مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کو ان کے فائدے اور مصلحت کی چیزوں کو بتاتے ہیں اور اسی طرح ان چیزوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں جو انسان کی بقاء کے لئے ضروری ہیں اور ترک میں فنا ونابودی ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو چکی کہ جو خدا کی جانب سے لوگوں کے درمیان حکم دینے والے او ربرائیوں سے روکنے والے ہیں، انہیں کو پیغمبر کہا جاتا ہے[1]۔ امام رضا ں فرماتے ہیں:جبکہ وجود انسان میں مختلف خواہشات اور متعدد رمزی قوتیں ہیں، مگر وہ چیز جو کمال تک پہنچا سکے اس کے اندر نہیں پائی جاتی اور چونکہ خدا دکھائی نہیں دیتا اور لوگ اس سے براہ راست رابطہ نہیں رکھ سکتے، لہٰذا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ خدا پیغمبروں کو مبعوث کرے جو اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں اور بندوں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے بچنا سکھائیں[2]۔

۲ (انسان کے لئے قانون تکامل لانے کے لئے پیغمبر کی ضرورت ۔ انسان کو اپنے مقصد خلقت جوکہ کمال واقعی ہے اس تک پہنچنے کے لئے کچھ قانون گذار افراد کی ضرورت ہے جو ان شرائط کا حامل ہو ۔ ا۔ انسان کو مکمل طریقہ سے پہچانتا ہو اور اس کے تمام جسمانی اسرار ورموز اس کے احساسات و خواہشات ارادے وشہوات سے مکمل آگاہ ہو ۔

۲۔ انسان کی تمام صلاحیت، اس کے اندر پوشیدہ خصوصیات اور وہ کمالات جو امکانی صورت میں پائے جا سکتے ہیں سب سے باخبر ہو ۔

[1] اصول کافی کتاب الحجۃ باب اضطرار الی الحجۃ حدیث ۱،
[2] بحارالانوار جلد ۱۱ ،ص ۴۰

۳ ۔انسان کو کمال تک پہنچانے والے تمام اصولوں کو جانتا ہو راہ سعادت میں آڑے آنے والی تمام رکاوٹوں سے آگاہ ہو،اور شرائط کمال سے باخبر ہو ۔

۴۔ کبھی بھی اس سے خطا،گناہ اور نسیان سرزد نہ ہو ۔ اس کے علاوہ وہ نرم دل مہربان،شجاع ہواور کسی بھی قوت سے مرعوب نہ ہو ۔

۵ ۔ لوگوں سے کسی قسم کی منفعت کی توقع نہ رکھتا ہو تاکہ اپنی ذاتی منفعت سے متاثر ہو کر لوگوں کے لئے خلاف مصلحت قانون تیار کردے ۔ جس کے اندر مذکورہ شرائط پائے جاتے ہوں وہ بہترین قانون گذار ہے کیا آپ کسی ایسے شخص کی نشان دہی کر سکتے ہیں جو جرأت کے ساتھ اس بات کا دعوی کر سکے کہ میں انسان کے تمام رموز واسرار سے واقف ہوں، اس کے بر خلاف تمام علمی شخصیتوں نے اس بات کا اعتراف کیاہے کہ ہم ابھی تک انسان کے اندر پائے جانے والے بعض رموز تک پہنچ بھی نہیں سکے ہیں ۔ اور بعض نے انسان کو لاینحل معمہ بتایاہے کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے انسان کے تمام کمالات کو سمجھ لیا ہے ۔اور کمال تک پہنچنے والے تمام شرائط وموانع کو جانتا ہوں ۔کیا کوئی ایسا ہے جس سے کسی بھی خطا کا امکان نہ پایا جاتا ہو۔ ؟یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اگر دنیا میں تلاش کریں تب بھی کسی کو نہ پائیں گے جس میں مذکورہ تمام شرائط پائے جاتے ہوں یا بعض شرطیں ہوں،اس کی سب سے بڑی دلیل مختلف مقامات پر متعدد قوانین کا پایا جانا ہے ۔

لہٰذا ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ بہترین قانون بنانے والا صرف اور صرف خدا ہے جوانسان کی خلقت کے تمام اسرار ورموز سے واقف ہے، صرف وہ ہے جودنیا کے ماضی، حال، مستقبل کو جانتا ہے ۔فقط وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور لوگوں سے کسی چیز کی توقع نہیں رکھتا وہ خدا ہے جو سب کے لئے شفیق و مہربان ہے اور انسانوں کے کمال تک پہنچنے کے تمام شرائط کو جانتا ہے ۔ لہٰذا صرف خدا یا وہ افراد جو براہ راست اس سے رابطہ میں ہیں، وہی لوگ قانون بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اصول وقانون

کو صرف مکتب انبیاء اور مرکز وحی سے سیکھنا چاہئے ۔ قرآن نے اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے :(وَلَقَد خَلَقنَا الإنسان وَنَعلَمُ مَا تُوَسوِسُ بِہِ نَفسُہ[1]) اور ہم نے ہی انسان کو خلق کیا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کا نفس کیا کیا وسوسے پیدا کرتا ہے ۔ (وَمَا قَدَرُوا اللّٰہ حَقَّ قَدرِہِ اِذ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّٰہ عَلیٰ بَشَر مِّن شَیءٍ[2]) اور ان لوگوں نے واقعی خدا کی قدر نہیں کی جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ بھی نہیں نازل کیا ۔

نتیجہ بحث (اِن الحکم اِلَّا للّٰہ[3]) حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے ۔

سوالات

۱۔ سبب خلقت کو سمجھنے کے لئے بعثت انبیا، کیوں ضروری ہے ؟

۲۔ کیا انبیاء کا مبعوث ہونا ضروری ہے حدیث امام صادقؑ نقل کریں ؟

۳۔ بعثت کے لازم ہونے پر امام رضاؑ نے کیا فرمایا ؟

۴۔ قانون گذار کے شرائط کو بطور خلاصہ بیان کریں ؟

---

[1] سورہ ق آیۃ: ۱۶
[2] سورہ انعام آیۃ: ۹۱
[3] سورہ انعام آیۃ:۵۷

سولھواں سبق

نبوت عامہ (دوسری فصل)

ہدایت تکوینی اور خواہشات کا اعتدال انبیاء کی بعثت کا مقصد ،خواہشات کا اعتدال اور فطرت کی جانب ہدایت کرنا ہے ،اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان خواہشات اور فطرت کے روبرو ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی ضرورت ہے ۔خواہشات، انسان کے اندر مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور فطرت انسان کو حیوانیت سے نکال کر کمال واقعی تک پہنچاتی ہے اگر فطرت کی ہدایت کی جائے تو انسان کمال کی بلندیوں تک پہنچ جائے گا ،ورنہ خواہشات سے متاثر ہو کر ذلّت کی پاتال میں غرق ہو جائے گا لہٰذا ضروری ہے کہ خواہشات معتدل رہیں اور فطرت کی ہدایت ہو اور بغیر کسی شک وتردید کے اس اہم عہدہ کا ذمہ دار وہی ہوسکتا ہے جو انسان کے اندر کے اسرار ورموز سے مکل باخبر ہو ۔خواہشات کے اعتدال کی راہ ،نیز فطرت کی راہنمائی سے مکل آگاہو باخبر ہو یہ بات ہم عرض کر چکے ہیں کہ دانشمندوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انسان اسرار ورموز کا معمہ ہے ۔ نتیجۃً انسان کاپیدا کرنے والا جو کائنات کا بھی مالک ہے صرف وہی تمام خصوصیات سے باخبر ہے اس کے لطف وکرم کا تقاضا ہے کہ نعمتوں کی تکمیل اور انسان کو کمال کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے ایسے انبیاء کو مبعوث کرے جوبراہ راست اس سے وحی کے ذریعہ منسلک ہیں تاکہ انسان کی ہدایت ہو سکے ۔

بعثت انبیاء کا مقصد

انبیاء کے عنوان سے قرآن نے چند اصول بیان کئے ہیں ۔ا۔(ھُوَ الّذِی بَعَثَ فِی الأُمیین رَسُولاً منھُم یَتلُوا عَلَیھِم آیاتِہِ وَیُزَکّیھِم وَ یُعلّمُھُمُ الکِتَابَ والحِکمۃَ وَاِن کَانُوا مِن قَبلُ لَفِی ضَلَالٍ مُبینٍ[1])اس نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں میں سے تھا تاکہ ان کے

[1] سورہ جمعہ آیۃ: ۲

سامنے آیات کی تلاوت کرے ان کے نفسوں کوپاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے ،اگر چہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلا زینہ جو انسان کے مادی ومعنوی کمال تک رسائی کا سبب ہے وہ علم ہے اور علم کے بغیر کمال تک پہنچنا ناممکن ہے ۔مذکورہ آیت میں علم سے مراد مادی علوم نہیں ہیں کیونکہ مادی علوم دنیا میں آرام وآسائش کی ضمانت لیتے ہیں اور انبیاء انسان کی سعادت کے لئے دنیوی واخروی دونوں زندگیوں کی ضمانت لیتے ہیں۔

خداکی عبادت اور طاغوت سے اجتناب ومقابلہ (وَلقَد بَعَثنا فِی کُلِّ أُمةٍ رَسُولاً أن اعبُدوا اللہ واَجتَنبُوا الطَّاغُوت[۱]) ''اوریقیناًہم نے ہرامت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو''۔

۲۔عدالت وآزادی دلانا ۔(لقَد أرسَلنَا رُسلنَا بِالبَیّنَاتِ وأنزَلنَا مَعَھُمُ الکِتَاب وَالمِیزَان لِیَقُومَ النَّاسُ بِالقِسطِ[۲])بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب ومیزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں اصل مقصد وہ تمام اصول جنہیں پیغمبروں کے مبعوث ہونے کا سبب بتایا گیا ہے تمام کے تمام انسان کو کمال تک پہنچانے کے لئے ہیں۔یعنی انبیاء کے آنے کا اصل مقصد بندوں کو خدا پرست بنانا ہے اور یہ اللہ کی بامعرفت عبادت کے ذریعہ ہی میّسر ہے اور انسان کی خلقت کا اصل مقصد بھی یہی ہے (وما خَلَقتُ الجِنّ وَالانسَ اِلاّ لِیَعبُدُون[۳]) ''ہم نے جنات وانسان کو نہیں خلق کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں''۔

پیغمبروں کے پہچاننے کا طریقہ لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کا مبعوث ہونا اس بحث کے بعد اب یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہم کیسے پہچانیں کہ نبوت کا دعوی کرنے والااپنے دعوی میں سچا ہے۔؟ اگر کوئی کسی منصب یاعہدے کا دعوی کرے جیسے ،سفیر ،مجسٹریٹ،یا ڈی ایم،یا اس جیسا کوئی اورہو جب تک وہ اپنے دعوی پر زندہ تحریر پیش نہ کرے کوئی بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں

---

[۱] سورہ نحل آیۃ :۳۶
[۲] سورہ حدید آیۃ:۲۵
[۳] سورہ ذاریات،۵۶

کرے گا ۔مقام رسالت او رسفیر ان الٰہی کا دعوی کرنے والوں کی تو بات ہی دیگر ہے نبوت و رسالت سے بلند مرتبہ اور کیا شئ ہو سکتی ہے ؟ایک انسان دعوی کرے کہ اللہ کا سفیر ہوں اور خدا نے مجھے زمین پر اپنا نمایندہ بناکر بھیجا ہے لہذا سبھی کو چاہئے کہ میری اتباع کریں ۔

فطرت کسی بھی شخص کو بغیر کسی دلیل کے دعوی کوقبول کرنے کی اجا زت نہیں دیتی ہتاریخ گواہ ہے کہ کتنے جاہ طلب افراد نے سادہ دل انسانوں کو دھوکا دے کر نبوت ورسالت کا دعوی کیا ہے ،اسی لئے علماء علم کلام نے پیغمبروں کوپہچاننے کے لئے راستے او رطریقے معین کئے ہیں ،ان میں سے ہر ایک پیغمبروں کو پہچاننے او ران کی حقانیت کے لئے زندہ دلیل ہے ۔ پہلی پہچان :معجزہ ہے علماء کلا م او ردیگر مذاہب کا کہنا ہے کہ معجزہ ایسے حیرت انگیز اور خلا ف طبیعت کام کو کہتے ہیں کہ جسے نبوت کا دعوی کرنے والا اپنے اور خدا کے درمیان رابطہ کو ثابت کرنے کے لئے انجام دیتا ہے او رتمام لوگوں کواس کے مقابلہ کے لئے چیلنج کرتا ہے اور ہر شخص اس جیسا فعل انجام دینے سے قاصر ہے لہٰذا معجزہ کے تین رخ ہیں ۔

۱۔ایسا کام جو انسانوں کی طاقت سے حتیٰ نوابغ دہر کی بس سے باہر ہو ۔

۲۔ معجزہ نبوت ورسالت کے دعوی کے ساتھ ہواو راس کا عمل اس کے دعوی کے مطابق ہو۔

۳۔دنیا والوں کے لئے اس کا مقابلہ کرنا ''اس کے مثل لانا ''،ممکن نہ ہو سبھی اس سے عاجز ہوں ۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں پائی جاتی تو وہ معجزہ نہیں ہے ابوبصیر کہتے ہیں کہ ہم نے امام صادق ں سے پوچھا کہ ،اللہ نے انبیاء و مرسلین اور آپ ''ائمہ '' کو معجزہ کیوں عطاکیا ؟آپ نے جواب میں فرمایا :تاکہ منصب کے لئے دلیل قرار پائے او رمعجزہ ایسی نشانی ہے جسے خدا اپنے انبیاء ،مرسلین اور اماموں کو عطا کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ جھوٹے او رسچے کی پہچان ہو سکے[1] ۔

[1] بحار الانوار جلد ۱۱ ،ص ۷۱

سوالات

۱۔ فطرت کی راہنمائی اور خواہشات کے میانہ روی کے لئے انبیاء کا ہونا کیوں ضروری ہے ؟

۲۔ قرآن کی نظر میں پیغمبروں کی بعثت کا مقصد کیا ہے ؟

۳۔ پیغمبروں کے پہچاننے کا راستہ کیا ہے؟

۴۔ معجزہ کیاہے اور اس کے شرائط کیا ہیں بیان کریں ؟

سترہواں سبق

نبوت عامہ (تیسری فصل)

جا دو ،سحر ،نظر بندی اور معجزہ میں فرق! جب کبھی معجزہ کے بارے میں بات کی جا تی ہے تو کہا جا تا ہے کہ معجزہ ایک ایسے حیرت انگیز فعل کانام ہے جو ہر ایک کے بس میں نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزہ ، جادو ، سحر نیز نظر بند کرنے والوں کے حیرت انگیز کرتبوں میں کیسے فرق قائم کیا جائے ۔

جو اب : معجزہ اور دوسرے خارق العادت کاموں میں بہت فرق ہے ۔ ا ۔ نظر بندی او رجادو گری ایک قسم کی ریاضت کانام ہے اور جادوگر استاد سے جادو سیکھتا ہے لہذا ان کے کرتب مخصوص ہیں جو انھوں نے سیکھا ہے وہ فقط اسی کو انجام دے سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کام کو انجام نہیں دے سکتے لیکن نبی ورسول معجزے کو کسی استاد سے نہیں سیکھتے، لیکن پھر بھی معجزے کے ذریعہ ہر کام انجام دے سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صالح سے پہاڑ سے اونٹ نکالنے کو کہاگیا انھوں نے نکال دیا ، جب حضرت مریم سے بیٹے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عیسی جو کہ گہوارے میں ابھی چند دن کے تھے فرماتے ہیں: (قالَ إِنِّي عَبْدُاللّٰهِ آتٰنِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا)[1] ''میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنا کر بھیجا ہے'' ۔یا جب رسول اکرمؐ سے معجزہ کی مانگ کی گئی تو پتھروں نے آنحضرت کے دست مبارک پرآکر ان کے رسالت کی گواہی دی ۔

۲۔ جادو گروں یا شعبدہ بازوں کے کرتب زمان ومکان او رخاص شرائط میں محدود ہیں او رمخصوص چیزوں کے وسیلوں کے محتاج ہیں، لیکن پیغمبروں ورسولوں کے معجزے چونکہ ان کا سرچشمہ خدا کی لا متناہی قدرت ہے لہذا کوئی محدودیت نہیں ہے وہ کبھی بھی کوئی بھی معجزہ پیش کر سکتے ہیں ۔

---

[1] سورہ مریم آیۃ :۳۰

۳۔ جادوگروں اور نظربندوں کے کام زیادہ تر مادی مقصد کے پیش نظر انجام پاتے ہیں (چاہے پیسوں کی خاطر ہو یا لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے یا دوسرے امور کے لئے) لیکن انبیاء کا مقصد متدین افراد کی تربیت اور معاشرہ کو نمونہ بنانا ہے ۔ اور وہ لوگ (انبیاء ومرسلین) کہتے تھے (وَمَا أَسئَلُکُم عَلَیہِ مِن أَجرٍ اِن أَجرِیَ اِلَّا عَلیٰ رَبِّ العَالَمِین[1]) ''اور میں تم سے اس کی کوئی اجرت بھی نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ میرا اجر تو عالمین کے رب کے ذمہ ہے'' ۔۴۔ جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے کرتبوں کا مقابلہ ممکن ہے یعنی دوسرے بھی اس جیسا فعل انجام دے سکتے ہیں ،لیکن پیغمبروں کے معجزہ کی طرح کوئی غیر معصوم شخص انجام نہیں دے سکتا ۔ ہر پیغمبر کا معجزہ مخصوص کیوں تھا ؟جبکہ ہر نبی ہر حیرت انگیز کام کو انجام دے سکتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے پاس متعدد معجزے تھے مگر ایک ہی کوزیادہ شہرت ملی ۔

ابن سکیت نامی ایک مفکر نے امام ہادی سے پوچھا :کیوں خدا نے موسیٰ بن عمران کو ید بیضا اور جادوگروں جیسا معجزہ دیا؟ حضرت عیسیٰ کو مریضوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنے والا معجزہ عطا کیا؟اور رسول اسلام کو قران جیسے حیرت انگیز کلام کے مجموعے کے ساتھ لوگوں میں بھیجا ۔امام ں نے فرمایا : جب خدا نے حضرت موسی کو مبعوث کیاتو ان کے زمانے میں جادو کا بول بالا تھا لہٰذا خدانے اس زمانے جیسا معجزہ دیا چونکہ اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا او راپنے معجزہ کے ذریعہ جادوگروں کے جادو کو شکست دی اور ان پر حجت تمام کی ۔جب جناب عیسیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے تواس وقت حکمت وطبابت کا شہرہ تھا لہٰذا خدا کی جانب سے اس زمانے کے مطابق معجزہ لے کر آئے اوراس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں تھا،انھوں نے مردوں کو زندہ کرکے اور مریضوں کو شفا دے کر،نابینا کو آنکھ عطاکر کے جذام کودور کرکے تمام لوگوں پر حجت تمام کی ۔جب نبی کریمؐ مبعوث برسالت ہوئے تو اس وقت فصاحت وبلاغت کا سکہ چل رہا تھا خطبہ او رانشاءاس وقت کے سکۂ رائج الوقت اور مقبول عام تھے نبی اکرمؐ نے خدا کی جانب سے ان کو موعظہ ونصیحت کے حوالے سے گفتگو کی جس کا مقابلہ کرنالوگوں کی سکت میں نہیں تھا،اپنے

[1] سورہ شعراء آیۃ: ۱۸۰ ،۱۰۹،۱۲۷،۱۴۵،۱۶۴

مواعظ و نصائح کو قرآنی پرتو میں پیش کیا او رباطل خیالات کو نقش بر آب کر دیا ۔ دوسری پہچان ۔ انبیاء کی شناخت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس نبی کی نبوت دلیل کے ذریعہ ثابت ہو چکی ہو وہ اپنے آنے والے نبی کے نام اور خصوصیات کو لوگوں کے سامنے پیش کرے جیساکہ توریت وانجیل میں رسول اکرمؐ کے حوالے سے پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ،قرآن ان پیشین گوئیوں میں سے حضرت عیسیٰ کے قول کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے (وَإذْ قَالَ عِیسیٰ بن مَرْیَم یا بَنی إسرائِیلَ إنِّی رَسُولُ اللهِ إلیکُمْ مُصَدِّقاً لِمَا بَینَ یدیَّ من التوراۃِ ومُبَشّراً برَسُولٍ یأْتِی مِن بَعدی اسْمُہ أحمَدُ[1])اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا او راپنے بعد کے لئے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جس کا نام احمد ہے اسی طرح سورہ اعراف کی آیۃ ۱۵۷ میں ارشاد ہوا (الذین یتبعون...)

تیسری پہچان ۔ تیسرا طریقہ انبیاء کو پہچاننے کا وہ قرائن وشواہد ہیں جو قطعی طور پر نبوت ورسالت کو ثابت کرتے ہیں ۔ خلاصہ ا ۔ جو نبوت کا دعوی کرے اس کے روحانی اور اخلاقی خصوصیات کی تحقیق ۔ (مدعی نبوت کی صداقت کی نشانیوں میں سے اعلیٰ صفات او ربلند اخلاق ہونا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ لوگوں میں نیک چلن اور صاحب کردار کے نام سے جانا جائے)

۲ ۔ عقلی پیرائے میں اس کے احکام وقوانین کو پرکھا جائے کہ کیا اس کے احکام وقوانین ،الٰہی آئین کے تحت اور معارف اسلام وفضائل انسانی کے مطابق ہیں؟یا اس کی دوسری پہچان ہے ۔

۳ ۔ اپنے دعوی پہ ثابت قدم ہوا وراس کا عمل اس کے قول کا آئینہ دار ہو ۔

۴ ۔ اس کے ہمنوا اور مخالفین کی شناخت ۔

[1] سورہ صف آیۃ: ۶

۵۔ اسلوب تبلیغ کے ساتھ یہ دیکھیں کہ اپنے قوانین کے اثبات کے لئے کن وسائل اور کن راستوں کا سہارا لے رہا ہے ۔
جب یہ تمام قرآئن و شواہد اکٹھا ہو جائیں تو ممکن ہے مدعی نبوت کی نبوت کی یقین کا باعث بنے ۔

سوالات

۱۔ سحر، نظر بندی، اور معجزہ میں کیا فرق ہے ؟

۲۔ ہر نبی کا معجزہ مخصوص کیوں تھا ؟

۳۔ انبیاء کی شناخت کے قرائن و شواہد کیا ہیں ؟

اٹھارواں سبق

نبوت عامہ (چوتھی فصل)

عصمت انبیاء انبیاء کی سب سے اہم خاصیت ان کا معصوم ہونا ہے۔ عصمت؛ لغت میں روکنے، حفاظت کرنے یا غیر اخلاقی چیزوں سے دور رہنے کے معنی میں ہے اور عقیدہ کی بحث میں جب انبیاء کی عصمت کی بات آتی ہے تو اس کے معنی ان کا گناہو ں سے دور رہنا اور خطا ونسیان سے پاک رہنا ہے ۔اسی لئے انبیاء وائمہ کرام نہ ہی کبھی گناہ کرتے ہیں او رنہ ہی کبھی تصور گناہ ۔سوال۔ انبیاء کا معصوم ہونا اور خطاونسیان سے محفوظ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب ا۔ بعثت انبیاء کا مقصد ہدایت بشریت ہے او ریہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ تربیت میں مربی کا عمل اس کے قول سے زیادہ موثر ہوتا ہے، لہٰذا اگر تربیت کرنے والا خود گناہوں سے آلودہ ہوگا تودوسروں کو کس طرح سے منع کرے گا ۔؟

۲۔ انبیاء در حقیقت مربی بشریت ہیں لہٰذا ان کی ذات لوگوں کے لئے قابل قبول او ربھروسہ مند ہونا چاہئے ۔ سید مرتضی علم الہدی کے بقول اگر ہم کو کسی شخص کے بارے میں شائبہ بھی ہے یقین نہیں ہے کہ وہ گناہ بھی کرتا ہے یا نہیں؟ تو کبھی بھی اس کی باتوں کودل سے قبول نہیں کریں گے ۔لہٰذا انبیاء کا خطاونسیان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ خطا اور بھول چوک بے اعتمادی کا سبب بنتا ہے اور ان (انبیاء) کو قابل اعتماد ہونا چاہیئے ۔

فلسفہ عصمت

یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہوں سے معصوم (محفوظ) ہو یہاں تک کہ تصور گناہ بھی نہ کرے؟۔اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب کسی چیز کے بارے میں ہم یقین کر لیں تو اس کے برخلاف کبھی عمل کر ہی نہیں سکتے،کیا کوئی عقلمند اور سلیم الطبع شخص آگ یا گندگی کو کھانے کی سوچ سکتا ہے؟کیا کوئی صاحب شعور آگ کے گڑھے میں کودنے کو تیار ہو گا ؟کیا کوئی صحیح الدماغ جام زہر خوشی خو

شی نوش کرے گا ؟!ان سارے سوالات کے جواب میں آپ کہیں گے ، ہرگز نہیں عاقل شخص کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتا، یہاں تک کہ اس کی فکر بھی یا تمنا بھی نہیں کرے گا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو کسی مرض میں مبتلا ہے ۔

نتیجہ یہ نکلا: ہر عاقل انسان ایسے کاموں کے مقابل دوری یا دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ ایک عصمت کا مالک ہے ؛ اوراگر آپ سے سوال کیا جائے کہ کیوں انسان ایسے کاموں کے مقابل میں معصوم ہے تو کہیں گے کہ چونکہ اس کے عیب ونقصان کا علم ویقین اس کو ہو گیا ہے ۔ اور یہ جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد فنا ونابودی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا ۔اسی طرح اگر انسان گنا ہ اوراس کے نقصانات سے باخبر ہو کر یقین تک پہنچ جائے تو عقل کی طاقت سے شہوت پر غالب ہو کر کبھی گناہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کا خیال بھی ذہن میں نہیں لائے گا ۔

جو شخص خدا اور اس کی عدالت پر یقین رکھتا ہے کہ پوری کائنا ت پیش پروردگار ہے او روہ اس پر حاضر وناظر ہے تو ایسے شخص کے لئے گنا ہ اور فعل حرام میں مبتلاہونا ،آگ میں کو دنے ،اور جام زہر پینے کی مانند ہے لہٰذا کبھی بھی اس کے قریب نہیں جاتا اور ہمیشہ دور رہتا ہے ۔

پیامبران الٰہی اس یقین کے ساتھ جو گناہ کے آثار ونتائج کے بارے میں رکھتے ہیں نہ صرف یہ کہ گناہ بلکہ تصور گناہ کے بابت بھی معصوم ہوتے ہیں۔ آثار عمل کو دیکھنے ،نیکیوں کی جانب دھیان دینے اور گناہوں سے پرہیز کے لئے بہتر ہے کہ مولائے کائنات کی اس حدیث میں غور وفکر کرے : ''مَن أیقن أنّہ یفارق الأحباب ویسکن التراب ویواجہ الحساب ویستغنی عمّا خلف ویفتقر اِلیٰ ما قدم کان حریاً بقصر الأمل وطول العمل''،جس شخص کو یہ یقین ہوجائے کہ وہ حتمی طور سے اپنے دوستوں سے جدا ہورہا ہے اور مٹی کو اپنا گھر بنارہا ہے اور حساب کے لئے جا رہا ہے اور کئے ہوئے سے بے نیاز ہے اور جو بھیج چکا ہے اس کا محتاج ہے تو یقینااس کی آرزوئیں کم اور عمل طولانی ہوجائے گا[1]۔انبیاء اور ائمہ کی عصمت اکتسابی ہے یا خدا دادی عصمت ائمہ کے بارے میں علماء علم کلام

[1] بحار الانوار جلد ۷۳ ،ص ۱۶۷

کی جانب سے بہت سارے مطالب بیان کئے گئے ہیں اور جس بات کو سب مانتے ہیں وہ یہ کہ عصمت کی طاقت ائمہ اور انبیاء میں اجباری نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ پاکیزگی نفس پر مجبور ہوں بلکہ تمام لوگوں کی طرح گناہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ ایک طرف گناہ کے نقصانات ومفاسد کو بہ خوبی جانتے ہیں نیز ان کی معرفت اور شناخت خدا کے حوالے سے بہت زیادہ ہے یعنی وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خدا کے حضور میں سمجھتے ہیں اسی لئے اپنے ارادہ واختیار سے گناہ اور برائی کو نہ کرنے پر پوری طرح قادر ہیں اور کبھی اس کے قریب نہیں جاتے۔

انبیاء وائمہ کی عصمت ان کے اختیار وارادہ کا نتیجہ ہے اور ان کی کاوشوں اور زحمات کا ثمرہ ہے جو انھوں نے راہ خدا میں برداشت کی ہیں ۔چونکہ خداوند تعالیٰ ان کی خلقت سے قبل جانتا تھا کہ یہ فدائی اور ایثار کے پیکر ہیں اسی لئے ان کی ابتدائی زندگی سے انھیں اپنے لطف وکرم کے سائے میں رکھا اور بے راہ روی سے محفوظ رکھا ۔علوم خاص وعام نیز عنایت خاص سے نوازا لہٰذا اس رخ سے کوئی محل اعتراض نہیں کہ انبیاء وائمہ ایک قسم کی جسمانی اور روحانی خصوصیت کے مالک ہیں،کیونکہ اس خصوصیت کی وجہ خود ان کا کرداراور عمل ہے، یہ ایک طرح کا انعام ہے جو اللہ نے انھیں عمل سے پہلے عطا کیا ہے ۔نتیجہ :خداوند عالم اس علم کے ذریعہ جو انسانوں کے مستقبل کے سلسلہ میں رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان کے درمیان بعض افراد خاص اہمیت کے حامل ہیں (اور یہ ایسا علم ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور اس کا تحقق یقینی ہے) لہٰذا انہیں معاشرہ کی ہدایت اور رہبری کی وجہ سے اپنی عنایت خاص سے نوازا ۔الٰہی نمایندوں کے لئے ان عنایتوں کا ہونا ضروری ہے ۔

امام محمد باقرں نے فرمایا : إذا عَلِم اللہ حُسن نیۃ من أحدٍ اکتنفہ بالعصمۃ[1] خداوند عالم جب کسی کی حسن نیت سے مطلع ہو جاتا ہے تو اسے عصمت کے ذریعہ محفوظ کردیتا ہے ۔معصومین کا فلسفہ امتیاز عن اأبِي عبداللہ: اأن اللہ أوحیٰ إلیٰ موسیٰ فقال یا موسیٰ إنّی أطلعت إلیٰ خلقي اطلاعۃ فلم أجد فی خلقی اشد تواضعاً لی منک فمن ثمّ خصصتک بوحیِ وکلا مِي مِن بَین خَلقي[2] امام صادق ں فرماتے ہیں : خدانے

[1] بحارالانوار جلد ۷۸، ص ۱۸۸،
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴، ص، ۱۰۷۵

جناب موسی پر وحی کی کہ اے موسی! ہم نے تمام انسانوں کو دیکھا ان میں سے تمہارے تواضع کواوروں سے زیادہ پایا ،اسی وجہ سے تمھیں اپنے کلام اور وحی کے لئے چنا اور سب میں سے تم کو منتخب کیا ۔قال علی: عَلیٰ قَدرِ النّیۃِ تکون من اللہ العطیۃ امیر المومنین نے فرمایا :خدا کا لطف وکرم نیتوں کے مطابق ہے قرآن نے سورہ عنکبوت کی آخری آیۃ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے(وَالَّذِین جَاھدُوا فِینَا لَنَھدِیَنَّھُم سُبُلنَا وَاِنَّ اللہ لَمَعَ المُحسِنِین[2]) اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا یقیناً ہم ان کو اپنے راستوں کی جانب ہدایت کریں گے بیشک خدا افراد صالح کے ساتھ ہے ۔امام صادق اور ایک مادیت پرست کا مناظرہ ایک مادیت پرست انسان نے امام صادق سے سوال کیا : اللہ نے بعض انسانوں کو شریف اور نیک خصلت او ربعض کوبری خصلت کے ساتھ کیوں خلق کیا؟۔امام نے فرمایا: شریف وہ شخص ہے جو خدا کی اطاعت کرے اور پست وہ ہے جواس کی نافرمانی کرے اس نے پوچھا کہ کیا لوگ ذاتی طور پر ایک دوسرے سے برتر نہیں ہیں ؟۔

آپ نے فرمایا :نہیں صرف برتری کا معیار تقوی ہے،اس نے پھر سوال کیا کہ کیا آپ کی نظر میں تمام اولاد آدم ایک جیسی ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقوی ہے ؟آپ نے فرمایا: ہاں ۔ میں نے ایسا ہی پایا کہ سب کی خلقت مٹی سے ہے سبھی کے ماں باپ آدم وحوا ہیں وحدہ لا شریک خدا نے ان کو خلق کیاہے اور سب خدا کے بندے ہیں البتہ خدانے آدم کی بعض اولادوں کو منتخب کیا او ران کی خلقت کو طاہر بنایا اور ان کے جسموں کوپاک کیا اور ان کو صلب پدر اور ارحام مادر کے حوالے سے بھی نجاست سے دور رکھا اور انھیں کے درمیان سے نبیوں کا انتخاب کیا اور وہ جناب آدم کی بہترین اور افضل ترین اولا د ہیں اور اس امتیازو فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ خدا جانتا تھاکہ وہ اس کے اطاعت گذار بندوں میں سے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں قرار دیں گے،گویا بلند مرتبہ ہونے کا اصل راز،ان کے اعمال اور ان کی اطاعت ہے[3]۔

---

[1] غرر الحکم
[2] سورہ عنکبوت آیۃ:۶۹
[3] بحار الانوار جلد ۱۰،ص ۱۷۰

سوالات

۱۔یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان گناہ حتی تصور گناہ سے بھی معصوم ہو ؟

۲۔ ائمہ اور انبیاءکی عصمت اکتسابی ہے یا خدا دادی ؟

۳۔ ائمہ کی فضیلت کا فلسفہ امام صادق کی نظر میں کیا ہے ؟

انیسواں سبق

نبوت عامہ (پانچویں فصل)

کیا قرآن نے انبیاء کو گناہ گار بتایا ہے ؟ عصمت کی بحث کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذنب و عصیان اور اپنے اوپر ظلم ،جیسی لفظیں جو بعض انبیاء کے سلسلہ میں آئیں ہیں اس سے مراد کیا ہے ؟اس کی وضاحت کے لئے کچھ نکات کی جانب توجہ ضروری ہے ۔

۱۔ عصمت انبیاء کا مطلب جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ انبیاء حرام کام یا گناہ نہیں کرتے ،لیکن وہ کام جس کا چھوڑنا بہتر لیکن انجام دینا حرام نہیں ہے گذشتہ انبیاء سے ممکن اور جائز ہے اور یہ فعل ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔ (یہی ترک اولیٰ ہے)

۲۔ سب سے اہم بات کلمات قرآن کے صحیح معنوں پر توجہ کرنا ہے کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ عربی لغت میں کلمات قرآن کے کیا معنی ہیں ؟لیکن افسوس کی بات ہے کہ بسا اوقات اس جانب غور نہ کرنے کے باعث قرآن کی آیتوں کے غلط معنی بیان کئے جاتے ہیں ۔

۳۔اہل بیت، عصمت وطہارت کی قرآنی تفاسیر کا بغور مطالعہ کیاجائے اس میں غور وخوض کیا جائے کیونکہ وہی حقیقی مفسر قرآن ہیں ہم یہاں پران آیتوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان آیتوں میں انبیاء کو گنہگار بتایا گیا ہے تاکہ اعتراض ختم ہو جائے (وعَصَیٰ آدمُ ربہ فغویٰ)بعض نے اس آیۃ کا ترجمہ یوں کیا ہے ،آدم نے اپنے رب کی معصیت کی اور وہ گمراہ ہوگئے ۔ جبکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے ،آدم نے رب کا اتباع نہیں کیا لہذا محروم ہوگئے، مرحوم طبرسی اس آیت کے ذیل میں مجمع البیان میں کہتے ہیں کہ آدم نے اپنے رب کی مخالفت کی لہذا ثواب سے محروم رہے ۔

یہاں معصیت سے مراد حکم الٰہی کی مخالفت ہے چاہے وہ حکم واجب ہو یا مستحب، محدث قمی سفینۃ البحار میں لفظ (عصم) کے معنی علامہ مجلسی سے نقل کرتے ہیں ''ان ترک المستحب وفعل المکروہ قد سُمي ذنبا'' مستحب کو ترک کرنا اور فعل مکروہ کو انجام دینا کبھی کبھی

گناہ ،ذنب ،اور عصیان کے معنی میںآتا ہے ۔گذشتہ موضوع کو ثابت کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کریں گے المنجد (جوکہ ایک مشہور لغت ہے) میں ہے کہ (عصیان) اتباع نہ کرنے اور پیروی نہ کرنے کے معنی میں ہے ۔اسی طرح اغوی کے معنی (خاب)یعنی محروم ہونے اور نقصان اٹھانے کے ہیں اگر آدم وحوا کے قصہ کو دیکھا جائے توپتہ چلے گا کہ عصیان (عصی) سے مراد حرام کام کرنا یاواجب کوچھوڑنا نہیں ہے ۔آدم کا عصیان کیا تھا ؟ رآن اس واقعہ کو یوں نقل کرتا ہے کہ ہم نے آدم سے کہا کہ شیطان تمہا را اور تمہاری اہلیہ کا دشمن ہے لہٰذا کہیں وہ تمہیں جنت سے باہر نہ کرادے اور تم زحمت وتکلیف میں پڑجا ؤ پھر شیطان نے آدم کو بہکا یا اور انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا ،نتیجہ میں جنت کے لبا س اتار لئے گئے کیونکہ آدم کو اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیاگیا تھا اور انھوں نے نافرمانی کی لہٰذا بہشتی نعمتوں سے محروم ہوگئے[1] ۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ جنت کا پھل کھا نے سے روکنا صرف نہی ارشادی تھا اور درخت کا پھل نہ کھانا ہمیشہ جنت میں رہنے کی شرط تھی لہٰذا مذکورہ آیتوں سے یہ بات واضح ہو جا تی ہے کہ آدم کا فعل گناہ نہیں تھا بلکہ اس کا نقصان جنت سے نکا لا جانااور دنیوی زندگی کی سختیاں تھیں،اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر آدم کا فعل گناہ نہیں تھا پھر توبہ کرنا (جیسا کہ اگلی آیتوں میں ذکر ہے) کیا معنی رکھتا ہے ۔جواب میں کہیں گے کہ ہر چند (درخت کا پھل کھا نا) گناہ نہیں تھا لیکن چونکہ حضرت آدم نے نہی ارشادی کی مخالفت کی لہٰذا ان کا مقام خدا کے نزدیک کم ہوگیا اور آدم نے دوبارہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے توبہ کی اورخدا نے ان کی توبہ قبول کرلی ۔مامون نے جب جناب آدم کی معصیت کے بارے میں پوچھا تو امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا : ولم یک ذلک بذنب کبیر یستحق بہ دخول النّار واِن کان من الصغائر الموھوبۃ التی تجوز علیٰ الأنبیاء قبلَ نزول الوحیِ علیھم[2] جو کام آدم نے انجام دیا وہ گناہ کبیرہ نہیں تھا جس کے باعث جہنم کے مستحق ہوجائیں بلکہ ایک معمولی سا ترک اولی تھا جو معاف ہوگیا اور انبیاء نزول وحی سے قبل ایسے

---

[1] سورہ طہ آیۃ: ۱۱۶ تا ۱۲۱
[2] تفسیر برہان ج۳، ص ۴۶

کام کر سکتے ہیں۔ ظلم کیا ہے اور غفران کے کیا معنی ہیں؟ (قالَ رَبِّ اِنّي ظَلَمتُ نَفسي فاغفِرلي[1]) خدایا میں نے اپنے نفس کی خاطر مصیبت مول لی، لہٰذا معاف کردے ان مقامات میں سے ایک یہ بھی ہے جہاں اس بات کا گمان کیا گیا ہے کہ قرآن نے انبیاء پر گناہ کا الزام لگایا ہے یہ آیت جناب موسی کے واقعہ سے مربوط ہے جب قبطی (فرعون کے ساتھی) کو قتل کر دیا تھا تو کہا ،رَبِّ انّي ظَلَمتُ نَفسِي.....المنجد نے لکھا ہے کہ (الظلم وضع الشيء في غیر محلہ) ظلم یعنی کسی شئ کو ایسی جگہ قرار دینا جو اس کا مقام نہ ہو (کسی فعل کا غیر مناسب وقت پر انجام دینا) اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عمل صحیح ہو اور بے محل انجام پائے یا عمل غلط اور حرام ہو لہٰذا ہر ظلم حرام نہیں ہے۔

المنجد میں غفر کے معنی لکھے ہیں، غَفَر الشئ غطاہ وسترہ) غفر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شئ چھپائی ہو اور مخفی کی گئی ہو اس لئے اس کے معنی یوں ہوں گے موسی نے کہا ،اے پروردگار!میں نے فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کر کے بیجا فعل انجام دیا گوکہ ہمارے لئے اس کا قتل جائز تھا لیکن ابھی اس کا وقت نہیں تھا لہٰذا (فاغفرلی) اے خدا ہمارے اس کام پر پردہ ڈال دے تاکہ میرے دشمن میری گرفتاری پر کامیاب نہ ہو سکیں ۔تو ایسی صورت میں گناہ ،ظلم یا حرام کام کی نسبت موسی کی جانب نہیں دی گئی ہے ۔مامون نے مذکورہ آیت اور ظلم کے معنی کے سلسلہ میں پوچھا تو امام رضاں نے فرمایا: اِنّي وضَعتُ نفسِي في غیر موضعها بدخول هذه المدينة فَاغفرلِي أي أسترلِي من أعدائك لئلا يظفروابى فيقتلوني ۔ موسیٰ نے خدا سے عرض کی،میں نے اس شہر میں داخل ہو کر (اور فرعون کے ایک ساتھی کو قتل کرکے) بے محل کام انجام دیا لہٰذا (فاغفرلی) مجھے اپنے دشمنوں کی نگاہوں سے مخفی کردے مبادا ہم کو گرفتار کر کے قتل کردیں ۔نتیجہ: ظلم اور غفران کے معنی کلی ہیں نہ کہ وہ خاص معنی جو ان الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں لہٰذا یہ آیۃ بھی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

---

[1] سورہ قصص آیۃ: ۱۶

سوالات

۱۔ قران نے انبیاء پر گناہ کی تہمت نہیں لگائی اس کو سمجھنے کے لئے کن نکات کی جانب توجہ ضروری ہے؟

۲۔ عصی آدم ربہ فغوی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ ظلمت نفسی فاغفرلی کا کیا مطلب ہے؟

بیسواں سبق

نبوت عامہ (چھٹی فصل)

سورہ فتح میں ذنب سے کیا مراد ہے؟ (اِنا فَتحنا لک فَتحاً مُبیناً لیَغفرلک اللّٰہ ما تقَدّمَ مِن ذَنبِک وَما تأخّرَ)(۱)بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کر دے ۔یہ انہیں مقامات میں سے ہے جہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خدا نے رسول اکرمؐ کو گنہگار گردانا ہے اور پھر معاف کردیاہے ۔یہاں بھی ''ذنب''''غفران'' کے صحیح معنی کی طرف دھیان نہیں دیا گیا ہے قابل افسوس مقام ہے کہ اصلی معنی سے غفلت برتی گئی ہے ۔عربی لغات نے ''ذنب'' کے اصلی معنی اور مفہوم کلی سے مراد پیچھا کرنے والا اور آثار لیا ہے یعنی نتیجہ اور اس کا رد عمل مراد ہے المنجد میں ''ذَنبَ ذَنباَ تبعہ فلم یُفارق أثرہ'' ذنب کہتے ہیں اس عمل کے نتیجہ او ر آثار کو جواس سے الگ نہیں ہوتا اور گناہ کو ذنب اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ گناہ نامناسب عمل اور اس کے آثار و نتیجہ کی بنا پر وجود میں آتا ہے ۔

اس معنی کے ذریعہ جو غفران کے لئے پہلے بیان کئے گئے ہیں اس آیۃ کا مفہوم واضح ہو جا تا ہے مزید وضاحت کے لئے اس حدیث کی جانب توجہ فرمائیں ۔امام رضا ں نے مذکو رہ آیۃ کی توضیح میں فرمایا : مشرکین مکہ کی نظر میں پیغمبر سے بڑا کوئی گنہگار نہیں تھا چونکہ نبی اکرمؐ نے اپنے خاندان والوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی تھی،اس وقت ان کے پاس ۳۶۰بت تھے اور وہ انھیں کی پرستش کرتے تھے،جب نبی نے ان کو وحدہ لا شریک کی عبادت کی دعوت دی تویہ بات ان کو سخت نا گوار گذری اور کہنے لگے کیا ان تمام خداؤں کو ایک خدا قرار دے سکتے ہیں یہ تعجب کی بات ہے ہم نے اب تک ایسی بات نہیں سنی تھی لہٰذا یہا ں سے چلو او راپنے بتوں کی عبادت پر قائم رہو ۔جب خدانے اپنے رسول کے ذریعہ مکہ فتح کیا تو ان سے فرمایا ؛(اِنا فَتحنا لَ فَتحاَ ...)بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہو ئی فتح عطاکی تاکہ خدا آپ کے اگلے پچھلے تمام الزامات کو ختم کردے جو مشرکین آپ پر وحدہ

لاشریک کی طرف دعوت دینے کی بنا پر عائد کرتے ہیں چونکہ فتح مکہ کے بعد کافی لوگ مسلمان ہوگئے اور بعض بھاگ نکلے اور جو بچ گئے تھے ان کی ہمت نہیں تھی کی خدا کی وحدانیت کے خلاف لب کھول سکیں مکہ کے لوگ جوگناہ اور ذنب کا الزام لگا رہے تھے وہ پیغمبر اسلام کی فتح اور ان پر غلبہ نے چھپا دیا اور سب ساکت ہوگئے[1]۔ انبیاء او رتاریخ قرآن کی رو سے انسانی تاریخ اور وحی ونبوت کی تاریخ ایک ہے اور جس وقت سے انسان کی تخلیق ہوئی اسی وقت سے وحی بھی اس کی ارتقاء وسعادت کی خاطر موجود رہی ہے (وإن من أمۃ إلاّ خلا فیھا نذیر[2]) اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو ۔ مولائے کائنات نے فرمایا: ولم یخل اللّٰہ سبحانہ خلقہ من نبیّ مرسل أو کتاب منزل أو حجۃ لازمۃ او محجۃ قائمۃ[3] خدا نے کبھی بھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑا پیغمبر یا آسمانی کتاب ،واضح دلیل یا صراط مستقیم کوئی نہ کوئی ضرور تھا ۔

مولا نے خطبہ ۹۳ میں فرمایا ۔ کلّما مضیٰ منھم سلف قام منھم بدین اللّٰہ خلف حتیٰ أفضت کرامۃ اللّٰہ سبحانہ تعالیٰ إلیٰ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ۔ ''جب کبھی کسی پیغمبر کی رسالت تمام ہوتی تھی اور اس دنیا سے کوچ کرتا تھا دوسرا نبی خدا کے دین کو بیان کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور یہ سنت الٰہی اسی طرح چلتی رہی یہاں تک لطف خداوندی پیغمبر اسلام کے شامل حال ہوئی''۔

انبیاء کی تعداد عن أبی جعفر قال :قال رسول اللّٰہ کان عدد جمیع الأنبیاء ماءۃ الف نبیّ وأربعۃ وعشرون ألف نبیّ خمسۃ منھم أولوا العزم: نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمدؐ''امام باقرؑ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا کی کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے پانچ اولوالعزم ہیں ۔نوح،ابراہیم موسی، عیسی،اور محمد عربی ۔اسی مضمون کی دوسری حدیث بحار کی گیا رہویں جلد میں بھی ہے[4] قرآنی رو سے تمام انبیاء پر ایا ن لانا ضروری اور لازم ہے ۔قُولُوا آمَنّا بِاللّٰہِ وَمَا أُنزِلَ إلَینَا وَمَا أُنزِلَ إلیٰ ابراھیمَ وَإسماعیلَ وإسحٰقَ ویَعقُوبَ وَالأَسباطِ وَمَا أُوتِی مُوسیٰ وعیسیٰ وَمَا أُوتِیَ النَّبِیُّونَ مِن رَبِّھِم لا نُفرِّقُ بَینَ أَحَدٍ مِنھُم وَنَحنُ لَہُ مُسلِمُونَ[5] اور مسلمانوں تم ان سے

---

[1] تفسیر بربان ج، ۴ ص ۱۹۳
[2] سورہ فاطر آیۃ :۲۴:
[3] نہج البلا غہ خطبہ ۱
[4] بحارالانوار جلد ۱۱ ،ص ۴۱
[5] بقرہ آیۃ: ۱۳۶

کہدو کہ ہم اللہ پر اور جو اس نے ہماری طرف بھیجا ہے اور جو ابراہیم ،اسماعیل واسحاق ویعقوب اور اولا د یعقوب کی طرف نازل کیاہے اور جو موسی، عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو پر وردگار کی جانب سے دیا گیا ہے،ان سب پر ایما ن لے آئے ہیں، ہم پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے سچے مسلمان ہیں۔

سوالات

ا۔ سورہ فتح کی پہلی آیۃ میں ذنب اور غفران سے کیا مراد ہے۔ ؟

۲۔ پیغمبروں کی تعداد او ر اوالعزم رسولوں کے نام بتائیں ۔؟

اکیسواں سبق

نبوت خاصہ (پہلی فصل)

نبوت خاصہ اور بعثت رسول اکرمؐچودہ سو سال پہلے ۱۰ ہجری میں جب شرک وبت پرستی نے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا اور مظلوم افراد ظالم حکمرانوں کے شکنجوں میں بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہے تھے اور سبھی لوگ ناامید ی کے سائے میں زندگی گذار رہے تھے ایک شریف خاندان سے شرافت و طہارت کا ایک پیکر اٹھا جس نے مظلوموں کی حمایت کی ،عدالت وآزادی کا نعرہ بلند کیا ،اسیروں کے زنجیروں کی گرہوں کو کھولا، علم وتربیت کی جانب لوگوں کو دعوت دی ،اپنی رسالت کی بنیاد فرمان ووحی الٰہی کو قرار دیتے ہوئے خود کو خاتم الانبیاء کے نام سے پہنچوایا ۔وہ محمد بن عبد اللہ خاندان بنی ہاشم کا چشم و چراغ ہاں وہی قبیلہ بنی ہاشم جو شجاعت، شہامت ،سخاوت ،طہارت ،اصالت میں تمام قبائل عرب میں مشہور تھا وہ ہمالیائی عظم واستقلال کا پیکر جس کی لیاقت اور روحی کمال کی حد درجہ بلندی کی پوری دنیا کے مورخوں چاہے دوست ہوں یا دشمن سب نے گواہی دی ہے اعلان رسالت سے قبل ان کی چالیس سالہ زندگی سب کے سامنے آئینہ کی طرح شفاف و بے داغ تھی، اس نامساعد حالات اور جزیرۃ العرب کی تاریکیوں کے باوجود پیغمبر اسلام کی فضیلت کا ہر باب زبان زد خاص وعام تھا، لوگوں کے نزدیک اس قدر بھروسہ مند تھے کے سب آپ کو محمد امین کے نام سے جانتے تھے ،خدا کا کروروں سلام ان پر اور ان کی آل پاک پر ۔

رسالت پیغمبر پر دلیلیں انبیاء کی شناخت کے لئے جتنے اصول وقوانین بتائے گئے ہیں، سب آنحضرت کی رسالت پر مدلل ثبوت ہیں (یعنی معجزہ ،گذشتہ نبی کی پیشین گوئی ،شواہد قرآئن) تاریخ ،قرائن وشواہد رسول کی رسالت کے ،او ربعثت پر گواہ ہے ۔گذشتہ انبیاء کے صحیفے پیغمبر اسلام کی بعثت کی بشارت دے چکے ہیں، لیکن پیغمبر کے معجزات دوطرح کے ہیں ۔پہلی قسم ان معجزات کی ہے جوکسی خاص شخص یا گروہ کی درخواست پر آنحضرت نے خد اسے طلب کیا اور وہ معجزہ آپ کے ہاتھوں رونما ہوا جیسے درخت

اور سنگریزوں کا سلام کرنا دریائی جانور کاآپ کی رسالت کی گواہی دینا شق القمر (چاند کے دوٹکڑے کرنا) مردوں کو زندہ کرنا ،غیب کی خبر دینا ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ چار ہزار چار سو چالیس معجزے رسول اکرم کے تھے جن میں سے صرف تین ہزار معجزوں کا ذکر ملتا ہے ۔

قرآن رسول اکرمؐ کا دائمی معجزہ دوسری قسم : قرآن رسول اکرم کاابدی معجزہ ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے قیامت تک معجزہ ہے ،رسول اکرمؐ اور دوسرے انبیاء کے درمیان امتیازی فرق یہ ہے کہ ان سب کی رسالت محدود تھی وہ کسی خاص گروہ یا محدود امت کے لئے مبعوث ہوئے تھے ،بعض محدود ومکان اور محدود زمانے میں تھے اگر ان میں سے بعض مکانی لحاظ سے محدود نہیں تھے تو ان کی رسالت ایک زمانے تک محدود تھی اور وہ دائمی رسالت کے دعویدار بھی نہیں تھے ،اسی لئے ان کے معجزے بھی فصلی اور وقتی تھے، لیکن چونکہ نبی اکرمؐ کی رسالت ابدی اور عالمی ہے اس لئے ان کے عصری اور وقتی معجزے کے علاوہ دائمی معجزہ (قرآن)بھی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ ان کی رسالت پر گواہ ہے ۔

نتیجہ :قرآن کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ:۱۔ اس نے زمان ومکان کی سرحدوں کی ختم کردیا او رقیامت تک معجزہ ہے ۔ ۲۔ قرآن روحانی معجزہ ہے یعنی دوسرے معجزے اعضاء بد ن کو قانع کرتے ہیں لیکن قرآن ایک بولتا ہوا معجزہ ہے جوڈیڑھ ہزار سال سے اپنے مخالفوں کو جواب کی دعوت دیتا آرہاہے اور کہہ رہا ہے اگر تم سے ممکن ہوتومجھ جیسا سورہ لاکر بتاؤ اور چودہ سوسال اس چیلنج کو گذر رہے ہیں مگر آج تک کوئی اس کو جواب نہ لا سکا اورنہ ہی صبح قیامت تک لااس کے گا ۔ (قُلْ لٸِن اجتمَعتِ الإنسُ وا لجنِ علیٰ أن یأتوا بمثلِ ھذا القرآن لایأتُون بمثلہٖ ولوکَان بَعضُھم لِبَعضٍ ظَھیراً [۱])آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان وجنات اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں توبھی نہیں لا سکتے چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پنا ہ ہی کیوں نہ ہو جائیں ۔ دوسرے مقام پر ان کے مقابلہ کی ناکامی کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا :اگر یہ دعوی میں سچے ہیں توان سے کہہ دیجئے اس کے جیسے

[۱] سورہ اسراء آیۃ: ۸۸

دس سورہ تم بھی لے آؤ[1] تیسرے مقام پہ ارشاد ہوا (وإن کُنتُم فِی رَیبٍ مِمّا نَزَّلنَا علیٰ عَبدِنا فأتوا بِسورةٍ مِن مِثلِہِ وَ ادعُوا شُھداءَکُم مِن دُونِ اللّٰہِ اِن کُنتُم صادِقِین)[2] ''اگر تمہیں اس کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کے یسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے سوا جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلا لو اگر تم اپنے دعوی اور خیال میں سچے ہو'' ۔

تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک سورے کا بھی جواب لانے سے عاجز ہیں ۔یہ بالکل واضح اور روشن سی بات ہے کہ اگر اس وقت کے فصحاء اور بلغاء قرآن کے ایک بھی سورہ کا جواب لانے کی صلاحیت رکھتے ہوتے تو پھر پیغمبر اور مسلمانوکے خلاف اتنی جنگیں نہ لڑتے بلکہ اسی سورہ کے ذریعہ اسلام کے مقابلہ میں آتے بعثت کے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی اسلام کے اربوں جانی دشمن اور لیچڑ قسم کے لوگ نت نئی سازشیں مسلمانوں کے خلاف کیا کرتے ہیں ۔اگر ان میں طاقت ہوتی توقرآن کے جیسا سورہ لے آتے اور یقیناً اس کے ذریعہ اسلام سے نبرد آزما ہوتے ۔

علم بلاغت کے ماہر افراد نے اعتراف کیاہے کہ قرآن کا جواب لا نا ناممکن ہے اس کی فصاحت وبلاغت حیرت انگیز ہے اس کے احکام وقوانین مضبوط ،اس کی پیشین گوئیاں اور خبریں یقینی او رصحیح ہیں،بلکہ زمان ومکان وعلم سے پرے ہیں ۔یہ خود اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ انسان کا گڑھا ہوا کلام نہیں ہے،بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے۔اعجاز قرآن پر تاریخی ثبوت جب قرآن نے ان آیتوں کے ذریعہ لوگوں کو چیلنج کیا تو اس کے بعد اسلام کے دشمنوں نے تمام عرب کے فصیح وبلیغ افراد سے مدد مانگی لیکن پھر بھی مقابلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور تیزی سے عقب نشینی کی۔ ان لوگوں میں سے جومقابلہ کے لئے بلائے گئے تھے ولید بن مغیرہ بھی تھا،اس سے کہا گیا کہ غور وخوض کرکے اپنی رائے پیش کرو ولید نے پیغمبر اسلام سے درخواست کی کہ کچھ قرآنی آیات کی تلاوت کریں رسول نے حم سجدہ کی چند آیتوں کی تلاوت کی ۔ ان آیات نے ولید کے اندرکچھ ایسا تغیر وتحول پیدا کیاکہ وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اوردشمنوں کے بیچ جا کر کہنے لگا خدا کی قسم محمد سے ایسی بات سنی جونہ انسانوں کے کلام جیسا ہے او رنہ پریوں کے کلام کی

---

[1] سورہ بقرہ آیۃ :۲۳
[2] سورہ ھود آیۃ:۱۳

مانند ۔وإن لہ لحلاوۃ وأن علیہ لطلاوۃ وإن أعلاہ لمثمر وأن أسفلہ لمغدق أنّہ یعلو ولا یُعلیٰ علیہ ’’اس کی باتوں میں عجیب شیرنی ہے اس کا عجیب سحر ایبان لب ولہجہ ہے اس کی بلندی ایک پھل دار درخت کی مانند ہے اس کی جڑیں مضبوط اور مفید ہیں، اس کا کلام سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں ‘‘یہ باتیں اس بات کا سبب بنی کہ قریش میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ ولید محمد کا شیدائی اور مسلمان ہوگیا ہے ۔

یہ نظریہ مشرکین کے عزائم پر ایک کاری ضرب تھی لہذا اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے ابو جہل کا انتخاب کیا گیا وہ بھی ولید کے پاس آیا اور مشرکین مکہ کے درمیان جو خبر گشت کر رہی تھی اس سے ولید کو باخبر کیا اور اس کو ان کی ایک میٹینگ میں بلایا وہ آیا اور کہنے لگا تم لوگ سوچ رہے ہو کہ محمد مجنون ہیں کیا تم لوگوں نے ان کے اندر کوئی جنون کے آثار دیکھے ہیں ؟۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا نہیں، اس نے کہا تم سوچتے ہو وہ جھوٹے ہیں (معاذاللہ) لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم لوگوں میں سچے امین کے نام سے مشہور نہیں تھے ۔ ؟بعض قریش کے سرداروں نے کہا کہ محمد کو پھر کس نام سے یاد کریں ؟ ولید کچھ دیر چپ رہا پھر یکا یک بولا اسے جادوگر کہو کیوں کہ جو بھی اس پر ایمان لے آتا ہے وہ سب چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے مشرکین نے اس ناروا تہمت کو خوب ہوادی تاکہ وہ افراد جوقرآن سے مانوس ہوگئے تھے انھیں پیغمبر اسلامؐ سے الگ کر دیا جائے لیکن ان کی تمام سازشیں نقش بر آب ہوگئیں اور حق و حقیقت کے پیاسے جوق در جوق پیغمبر کی خدمت میں آکر اس آسمانی پیغام اور اس کی دلکش بیان سے سیراب ہونے لگے ۔

جادوگر کا الزام در حقیقت قرآن کے جذّاب اور ہر دل عزیز ہونے کا ایک اعتراف تھا، انھوں نے اس کشش کو جادو کا نام دے دیا جبکہ اس کا جادو سے دور دور تک کوئی تعلق ہی نہیں تھا ۔قرآن علوم کا خزانہ ہے ۔ فقہ کی کتاب نہیں ہے مگر بندوں کے قانون عبادت،او رسیاسی و معاشرتی جزاو سزا اور اجرای احکام سب اس میں پائے جاتے ہیں فلسفہ کا نصاب نہیں مگر فلسفہ کی بہت ساری دلیلیں اس میں ہیں، علم نجوم کی کتاب نہیں پھر بھی ستارہ شناسی کے بہت ظریف اور باریک نکات اس میں پائے جاتے

ہیں جس نے دنیا کے تمام مفکروں کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔ علم حیاتیات کا مجموعہ نہیں پھر بھی بہتیری آیات اس حوالے سے موجود ہیں لہٰذا قرآن معجزہ ہے او ران علوم سے ارفع و اعلیٰ ہے ۔اگر نزول قرآن کی فضا پر غور کی جائے تو پیغمبر اسلام اور قرآن کی عظمت میں مزید اضافہ ہوگا ۔

اس ماحول میں جہا ں بہت کم لوگ پڑھے لکھے تھے وہاں ایک ایسا شخص اٹھا جس نے نہ دنیا وی مدرسہ میں علم حاصل کیا نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور ایسی کتاب لیکر آیا کہ چودہ سو سال بعد بھی علماء او رمفکرین اس کے معنی و مطلب کی تفسیر میں جوجھ رہے ہیں اور ہر زمانے میں اس سے نئے مطالب کا انکشاف ہوتا ہے۔ قرآن نے اس دنیا کو اس طرح تقسیم کیا کہ جو بہت ہی دقیق او رمنظم ہے توحید کو بہ نحو احسن بیان کیا زمین وآسمان کی تخلیق کے اسرار ورموز اور انسان کی خلقت اوردن ورات کی خلقت کے راز کو خدا کے وجود کی نشانیاں قرار دیتے ہوئے مختلف طریقہ سے ذکر کیا ہے کبھی فطری توحید تو کبھی استدلال توحید پر بحث کی ہے یہ پوری کائنات خدا کے ہاتھ میں ہے اسے بہت طریقہ سے بیا ن کیا ہے جب معاد اور قیامت کی بات آتی ہے تو مشرکین کے تعجب پر فرمایا ہے : کیا جس نے اس زمین وآسمان کو ان عظمتوں کے ساتھ پیدا کیا اس کے لئے یہ ممکن نہیں کہ تم جیسا خلق کردے جی ہاں پیدا کرنے والا قادر اور صاحب حکمت ہے اور اس کی طاقت اس حد تک ہے کہ جس چیز کا ارادہ کرے اور اسے حکم دے دے ہوجا بس وہ فوراً وجود میں آجاتی ہے ۔

خلاصہ یہ کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ جسے لانے والے (پیغمبر) اور تفسیر کرنے والے (ائمہ معصومین ؑ) کے علا وہ اس کا مکمل علم کسی کے پاس نہیں اس کے باوجود قرآن ہمیشہ ہم لوگوں کے لئے بھی ایک خاص چاشنی رکھتا ہے چونکہ دلوں کی بہار ہے لہٰذا جتنا ہی پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوں گے جی ہاں قرآن ہمیشہ نیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے چونکہ یہ پیغمبر اسلام کا دائمی معجزہ ہے ۔ حضرت امیر ؑ نے قرآن کے بارے میں فرمایا :وانّ القرآن ظاہرہ أنیق وباطنہ عمیق لا تفنیٰ عجائبہ ولاتنقضی

غرائبہ[1] ''بیشک قرآن ظاہر میں حسین اورباطن میں عمیق ہے اس کے عجائبات انمٹ ہیں''۔ اس کے غرائب اور اس کی تازگی میں ہمیشگی ہے وہ کبھی کہنہ او رفرسودہ نہ ہوگی ۔نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۷۵میں آیا ہے (فیہ ربیع القلب وینابیع العلم وما للقلب جلاء غیرہ)دلوں کی بہار قرآن میں ہے اس میں دل کے لئے علم کے چشمے ہیں اس کے علا وہ کوئی نور موزون نہیں ہے ۔امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا : ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیوں قرآن کی ترویج اور اس میں تفحص کے ساتھ ساتھ اس کی تازگی اور بالیدگی میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہاہے ؟امام نے فرمایا : ''لان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لم یجعلہ لزمان دون زمان و لاالناس دون ناس فھو فی کل زمان جدید و عند کل قوم غض الی یوم القیٰمۃ'' ' اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانہ اور کسی خاص گروہ سے مخصوص نہیں کیا (بلکہ یہ کتابِ الٰہی تمام زمانے اور تمام انسانوں کے لئے ہے)پس قرآن ہر زمانہ کے لئے جدید اور تمام انسانوں کے لئے قیامت تک زندہ ہے ۔ ''

سوالات

۱۔ خصوصیات قرآن بیان کریں ؟

۲۔ اعجاز قرآن کے سلسلہ میں ولید کا قصہ بیا ن کریں ؟

۳۔ امیر المومنین نے قرآن کے سلسلہ میں کیا فرمایا ؟

[1] نہج البلا غہ خطبہ ۱۸

بائیسواں سبق

نبوت خاصہ (دوسراباب)

خاتمیت پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ سلسلہ رسالت کی آخری کڑی ہیں، نبوت کا سلسلہ ان پر خدا نے ختم کر دیااور اسی لئے ان کا لقب بھی خاتم الانبیاء ہے (خاتِم چاہے زیر ہو یا زبر خاتَم، کسی طرح بھی پڑھا جائے اس کے معنی کسی کام کا اتمام یا ختم ہونا ہے، اسی بنا پر عربی میں انگوٹھی کو خاتم کہا جاتا ہے چونکہ انگوٹھی اس زمانے میں لوگوں کے دستخط اور مہر کا مقام رکھتی تھی اور جب کہیں خط لکھتے تو اس کے آخر میں اپنی انگوٹھی سے مہر لگا دیتے تھے۔ پیغمبرؐ اکرم کی نبوت کا اختتام بھی ایک اسلامی ضرورت ہے اور اسے ہر مسلمان مانتا ہے کہ اب حضرت محمدؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس اصل پر تین دلیل ہے۔ ۱۔ خاتمیت کا لازم او رضروری ہونا ۲۔ قرآن کی آیتیں ۳۔ بہت ساری حدیثیں

۱۔ خاتمیت کا ضروری ہونا :اگر کسی نے اسلام کو دلیل و منطق کے ذریعہ مان لیا تو اس نے خاتمیت پیغمبر اسلام کو بھی قبول کر لیا، اسی لئے مسلمانوں کا کوئی فرقہ کسی نئے پیغمبر کے انتظار میں نہیں ہے یعنی خاتمیت مسلمانوں کی نظر میں ایک حقیقی اور ضروری چیز ہے۔

۲۔ قرآن کی آیتیں: (مَاکَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِن رِجَالِکُم وَلٰکِن رَسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّینَ) محمد تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کے خاتم ہیں[1]۔ (وَمَا أَرسَلنَاکَ اِلَّا کَافَّۃً لِلنَّاسِ) (اور پیغمبر ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بھیجا ہے[2]۔

---

[1] سورہ احزاب آیۃ: ۴۰

[2] سو رہ سبا آیۃ: ۲۸۔

۳۔ احادیث : حدیث منزلت جسے شیعہ و سنی دونوں نے پیغمبر اسلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم نے مولائے کائنات سے مخاطب ہو کر فرمایا :أنتَ منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الاّ أنّہ لا نبیّ بعدی: ، تم میرے نزدیک ویسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا ۔ معتبر حدیث میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میری مثال پیغمبروں کے بیچ بالکل ایسی جیسے کوئی گھر بنایا جائے اور اسے خوب اچھی طرح سجایا جائے مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اب جو بھی دیکھے گا کہے گا بہت خوبصورت ہے مگر یہ ایک جگہ خالی ہے میں وہی آخری اینٹ ہوں اور نبوت مجھ پر ختم ہے[1]۔

امام صادق ں نے فرمایا :حلال محمدٌ حلال أبداً الیٰ یوم القیامۃ وحرامہ حرام أبداً الی یوم القیامۃ ''اِن اللہ ختم بنبیّکم النبیّین فلا نبیّ بعدہ أبداً ''امام صادق نے فرمایا : بیشک اللہ نے تمہارے پیغمبر کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم کردیا ہے اور اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا[2]۔پیغمبر اسلام نے خطبہ کے درمیان فرمایا : أنا خاتم النبیّن والمرسلین والحُجۃ علیٰ جمیع المخلوقین أہل السّموات والأرضین '' میں آخری نبی اور آخری الٰہی نمایندہ ہوں اور تمام اہل زمین وآسمان کے لئے آخری حجت ہوں[3]''۔

مولائے کائنات نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۹۱ میں فرمایا : ''حتیٰ تمت نبیّنا محمد حجتہ وبلغ المقطع عذرہ ونذرہ ''یہاں تک کہ خدا نے ہمارے نبی کے ذریعہ حجت کو تمام کردیا اور تمام ضروری احکامات کو ان کے لئے بیان کر دیا خطبہ ۱۷۳ میں پیغمبر اسلام کے صفات کے سلسلہ میں اس طرح فرمایا : ''امین وحیہ وخاتم رسلہ وبشیر رحمتہ'' محمد خدا کی وحی کے امین اور خاتم الرسل اور رحمت کی بشارت دینے والے ہیں فلسفہ خاتمیت ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ انسانیت ہمیشہ تغییر و تحول سے دوچار ہوتی ہے یہ کیسے ممکن ہے ،ایک ثابت اور ناقابل تبدیل قانون پوری انسانیت کے لئے جواب دہ ثابت ہو اور یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر اسلامؐ خاتم النبیین

---

[1] اصول کافی ج۱، ص ۵۸
[2] اصول کافی ج۱،ص ۲۶۹
[3] مستدرک الوسائل ج۳، ص ۲۴۷

بن جائیں اور دوسرے پیغمبر کی ضرورت نہ پیش آئے! اس کا جواب ہم دو طرح سے دیں گے: ا۔ دین اسلام فطرت سے مکمل ہماہنگی رکھتا ہے اور فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی: (فأقِم وَجهکَ للدینِ حَنیفاً فِطرَتَ اللّٰہِ التی فَطرَ النّاسَ علیھا لاتَبدیلَ لِخَلقِ اللّٰہِ ذٰلکَ الدین القیّمُ وَلکنّ أکثرَ النّا سِ لایَعلمُون) آپ اپنے رخ کو دین کی طرف قائم رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے[۱]۔ جیسے انصاف، سچائی، ایثار، درگذر، لطف و کرم، نیک خصلت ہمیشہ محبوب ہے اور اسی کے مقابل ظلم، جھوٹ، بے جا اونچ نیچ، بد اخلاقی یہ سب چیزیں ہمیشہ لائق نفرت تھیں اور رہیں گی۔ لہٰذا قوانین اسلام جو کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے ہمیشہ اسرار خلقت کی طرح زندہ ہے۔ ۲۔ دین اسلام قرآن و اہلبیت کے سہارے ہے۔

قرآن لامتناہی مرکز علم سے صادر ہوا ہے اور اہل بیت وحی الٰہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ قرآن و اہل بیت ایک دوسرے کے مفسر ہیں۔ اور رسول اکرم کی حدیث کے مطابق یہ رہبران اسلام ایک دوسرے سے تا قیامت جدا نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اسلام ہمیشہ زندہ ہے، اور بغیر کسی ردّ و بدل کے ترقی کی راہ پر گامزن اور بشریت کی مشکلات کا حل کرنے والا ہے۔ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا ابدا انھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض''میں تمہارے لئے دو گرانقدر چیزیں قرآن و میری عترت چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہوگے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے[۲]۔

---

[۱] سورہ روم آیت۳۰۔
[۲]

سوالات

۱۔ قرآن نے اس دنیا کی تقسیم کس طرح کی ہے مختصر بیان کریں ؟

۲ ۔ پیغمبر اسلام کے خاتم النبیین ہونے پر دلیل پیش کریں؟

۳ ۔ چونکہ دنیا میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لہذا محمد آخری رسول اور اسلام آخری دین کیسے ہو سکتا ہے ؟

تیئسواں سبق

امامت

دین اسلام کی چوتھی اصل اور اعتقاد کی چوتھی بنیاد امامت ہے لغت میں امام کے معنی رہبر اور پیشوا کے ہیں اور اصطلاح میں پیغمبر اکرم کی وصایت وخلافت اور ائمہ معصومین کی رہبری مراد ہے، امامت شیعوں کی نظر میں اصول دین میں سے ایک ہے اور امام کا فریضہ شیعوں کی نظر میں پیغمبر اسلام کے فرائض کی انجام دہی ہے ۔ یعنی پیغمبر اکرمؐ کے بعثت کااور ائمہ کے منصوب ہونے کا مقصد ایک ہے اور جو چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ رسول کو مبعوث کرے وہی چیز اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ خدا امام کو بھی معین کرے تاکہ رسول کی ذمہ داریوں کو انجام دے سکے، امام کے بنیادی شرائط میں سے ہے کہ وہ بے پناہ علم رکھتا ہو اور صاحب عصمت ہو نیز خطا ونسیان سے دور ہو اور ان شرائط کے ساتھ کسی شخصیت کا پہچاننا وحی کے بغیر ناممکن ہے اسی لئے شیعہ معتقد ہیں کہ منصب امامت بھی ایک الٰہی منصب ہے اور امام کو خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے لہٰذا امامت اور خلافت کی بحث ایک تاریخی گفتگو نہیں ہے بلکہ حکومت اسلامی کی حقیقت اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد اختتام دنیا تک حکومت کرنا ہے اور ہماری آئندہ کی زندگی سے مکمل طور پر مربوط ہے، اسی طرح یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد اعتقادی اور فکری مسائل میں لوگ کس کی طرف رجوع کریں ۔

شیعوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے گیارہ فرزند ایک کے بعد ایک پیغمبر اکرمؐ کے حقیقی جانشین ہیں، شیعہ اور سنی کے درمیان یہی بنیادی اختلاف ہے ۔ ہمارا اصل مقصد اس بحث میں یہ ہے کہ امامت پر عقلی، تاریخی ،قرآنی اور سنت نبوی سے دلیلیں پیش کریں کیونکہ ہم اس بات کے معتقد ہیں کہ اسلام حقیقی کا نورانی چہرہ مذہب شیعہ میں پایا جاتا ہے اور صرف شیعہ ہیں جو حقیقی اسلام کو اپنے تمام تر کمالات کے ساتھ پوری دنیا میں پہنچوا سکتے ہیں لہٰذا ہمیں اس کی حقانیت کو

دلیل ومنطق کے ذریعہ حاصل کرنا چاہئے ۔امامت کا ہونا ضروری ہے امامت عامہ دلیل لطف : شیعہ معتقد ہیں کہ بندوں پر خدا کا لطف اور اس کی بے پناہ محبت اور حکمت کا تقاضا ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد بھی لوگ بغیر رہبر کے نہ رہیں یعنی جو دلیلیں پیغمبر اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے لزوم پر دلالت کرتی ہیں وہی دلیلیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ پیغمبر اکرم کی طرح دنیا اورآخرت کی سعادت کی طرف لوگوں کی رہبری کرسکیں اوریہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ مہربان خدا بنی نوع انسان کو پیغمبر اکرم کے بعد بغیر کسی ہادی اوررہبر کے چھوڑدے ۔

مناظرہ ہشام بن حکم ہشام کا شمار امام جعفر صادق کے شاگردوں میں ہے : کہتے ہیں میں جمعہ کوبصرہ گیااور وہاں کی مسجد میں داخل ہوا عمروبن عبید معتزلی (عالم اہل سنت) وہاں بیٹھے تھے اور ان کو لوگ گھیرے میں لئے ہوئے سوال وجواب کر رہے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اورکہا :میں اس شہر کا نہیں ہوں کیا اجازت ہے کہ میں بھی سوال کروں ؟کہا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو: میں نے کہا آپ کے پاس آنکھ ہے ؟اس نے کہا دیکھ نہیں رہے ہو یہ بھی کوئی سوال ہے۔

؟میں نے کہا میرے سوالات کچھ ایسے ہی ہیں کہا اچھا پوچھو ہر چند کہ یہ بیکار ہے انہوں نے کہا جی ہاں آنکھ ہے،میں نے کہا ان آنکھوں سے کیا کام لیتے ہیں؟ کہا دیکھنے والی چیزیں دیکھتا ہوں اقسام او ررنگ کو مشخص کرتا ہوں، میں نے کہا زبان ہے ؟کہا جی ہاں، میں نے کہااس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا کہ اس سے کھانے کی لذت معلوم کرتا ہوں میں نے کہا ناک ہے ؟ کہنے لگے جی ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا خوشبو سونگھتا ہوں او راس سے خوشبو اور بدبو میں فرق کرتا ہوں میں نے کہا کان بھی ہے ؟جواب دیا جی ہاں،میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا اس سے مختلف آوازوں کو سنتا ہوں او رایک دوسرے کی تشخیص دیتا ہوں، میں نے کہا اس کے علاوہ قلب (عقل) بھی ہے ؟کہا جی ہاں۔ میں نے پوچھا اس سے کیا کرتے ہیں؟جواب دیا اگر ہمارے اعضاء وجوارح مشکوک ہو جاتے ہیں تواس سے شک کو دور کرتا ہوں ۔ قلب اور عقل کا کام اعضاء وجوارح کو ہدایت کرنا ہے ،ہشام نے کہا :میں نے ان کی بات کی تائید کی کہا بالکل صحیح۔

خدانے عقل کو اعضاء وجوارح کی ہدایت کے لئے خلق کیااے عالم!کیایہ کہنا صحیح ہے کہ خدانے آنکھ کان کو اور دوسرے اعضاء کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑااور مسلمانوں کو پیغمبر اکرمؐ کے بعد بغیر ہادی ورہبر کے چھوڑ دیا تاکہ لوگ شک و شبہ اور اختلا ف کی باعث فنا ہو جائیں کیاکوئی صاحب عقل اس بات کو تسلیم کرے گا ؟!۔

ہدف خلقت قرآن میں بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں(ھُوَ الَّذِی خَلَقَ لَکُم مَافِی الأَرضِ جَمِیعاً)وہ خدا وہ ہے جس نے زمین کے تمام ذخیرہ کو تم ہی لوگوں کے لئے پیدا کیا[1]۔ (سَخَّرَ لَکُمُ اللَّیلَ وَالنَّھارَ والشَّمسَ وَالقَمَرَ) ''اور اسی نے تمہارے لئے رات و دن اورآفتاب وماہتاب سب کو مسخر کردیا [2]''۔چونکہ انسان کی خاطر یہ دنیا خلق ہوئی ہے اور انسان عبادت اور خدا تک پہونچنے کے لئے خلق ہوا ہے تاکہ اپنے حسب لیاقت کمال تک پہونچ سکے،اس مقصد کی رسائی کے لئے رہبر کی ضرورت ہے اور نبی اکرم کے بعدامام اس تکامل کا رہبر وہادی ہے ۔

مہربان وددرد مند پیغمبر او رمسئلہ امامت: (لَقَد جَاءَکُم رَسُولٌ مِن أَنفُسِکُم عَزِیزٌ عَلَیہِ مَا عَنِتُّم حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالمُؤمِنِینَ رَؤُفٌ رَحِیمٌ) یقیناًتمہا رے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق اور مہربان [3]۔پیغمبر اکرمؐ جب کبھی کسی کام کے لئے کچھ دن کے واسطے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے چاہے مقصد جنگ ہو یاحج، لوگوں کی سرپرستی کے لئے کسی نہ کسی کو معین کر جاتے تھے تاکہ ان کی راہنمائی کر سکے آپ شہروں کے لئے حاکم بھیجتے تھے لہٰذا وہ پیغمبر جولوگوں پر اس قدر مہربان ہوکہ بقول قرآن ،اپنی زندگی میں کبھی بھی حتیٰ کہ تھوڑی مدت کے لئے بھی لوگوں کو بغیر رہبر کے نہیں چھوڑا ،تو یہ بات بالکل قابل قبول نہیں کہ وہ اپنے بعد لوگوں کی رہبری کے لئے امامت و جانشینی کے مسئلہ میں تساہلی وسہل انگاری سے کام لیں گے اور لوگوں کو سرگردان اور بغیر کسی ذمہ

[1] سورہ بقرہ آیۃ :۲۹
[2] سورہ نحل آیۃ :۱۲
[3] سورہ توبہ آیۃ ۱۲۸

داری کے بے مہار چھوڑ دیں گے ۔ عقل و فطرت کہتی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پیغمبر جس نے لوگوں کے چھوٹے سے چھوٹے مسائل چاہے مادی ہوں یا معنوی سبھی کو بیان کر دیا ہو اور اس نے سب سے اہم مسئلہ یعنی رہبری اور اپنی جانشینی کے تعین میں غفلت سے کام لیا ہو اور واضح طور پر لوگوں سے بیان نہ کیا ہو!۔

سوالات

۱۔ امام کا ہونا ضروری ہے دلیل لطف سے ثابت کریں ؟

۲۔ ہشام بن حکم اور عمرو بن عبید کے درمیان مناظرہ کا خلاصہ بیان کریں ؟

۳۔ امام کا ہونا لازم ہے خلقت کے ذریعہ کس طرح استدلال کریں گے ؟

۴۔ سورہ توبہ کی آیۃ ۱۲۸ کے ذریعہ کس طرح امامت کا استدلال کریں گے ؟

چوبیسواں سبق

عصمت اور علم امامت

نیز امام کی تعیین کا طریقہ عقل و سنت نیز قرآن کی نظر میں عصمت امامت کے لئے بنیادی شرط ہے اور غیر معصوم کبھی اس عہدہ کا مستحق قرار نہیں پا سکتا، نبوت کی بحث میں جن دلیلوں کا ذکر انبیاء کی عصمت کے لئے لازم ہونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن اور عصمت امام (وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ)اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ کیا یہ عہدہ میری ذریت کو بھی ملے گا؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں پہونچے گا[1]۔ ظالم اور ستمگر کون ہے ؟اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ اس بلند مقام کا حقدار کون ہے اور کون نہیں ہے یہ دیکھنا پڑے گا کہ قرآن نے کسے ظالم کہا ہے ۔؟کیونکہ خدا نے فرمایا ہے :کہ میرا یہ عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا ۔ قرآن نے تین طرح کے لوگوں کو ظالم شمار کیا ہے ۔

۱۔ جولوگ خدا کا شریک مانیں (يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا :بیٹا خبردار کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے[2]۔

۲۔ ایک انسان کا دوسرے انسان پر ظلم کرنا :(إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَـٰئِكَ لَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ)الزام ان لوگوں پر ہے جولوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں پھیلاتے ہیں انہیں لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے[1]۔

---

[1] سوره بقره آية: ۱۲۴

[2] سوره لقمان آية: ۱۳

۳۔ اپنے نفس پر ظلم کرنا: (فَمِنھُم ظَالِمٌ لِنَفسِہِ وَ مِنھُم مُقتَصِدٌ وَ مِنھُم سَابِقٌ بِالخَیرَاتِ) ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں [1]۔ انسان کو کمال تک پہنچنے اور سعادت مند ہونے کے لئے پیدا کیا گیاہے، اب جس نے بھی اس راستہ سے روگردانی کی اور خدائی حد کو پار کیا وہ ظالم ہے (وَمَن یَتَعَدَّ حُدُودَاللّٰہِ فَقَد ظَلَمَ نَفسَہُ) جس نے بھی خدا کے حکم سے روگردانی کی، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا [2]۔ قرآن میں ان تینوں پر ظلم کا اطلاق ہوتاہے لیکن حقیقت میں پہلی اور دوسری قسم کے ظلم کا اطلاق بھی اپنے نفس ہی پر ہوتاہے ۔

نتیجہ: چار طرح کے لوگ ہیں ا۔ جو ابتداء زندگی سے لے کر آخر عمر تک گناہ اور معصیت کے مرتکب ہوتے رہے ۔

۲۔ جنہوں نے ابتداء میں گناہ کیا، لیکن آخری وقت میں توبہ کر لیا اور پھر گناہ نہیں کرتے ۔

۳ کچھ ایسے ہیں جو ابتدا میں گناہ نہیں کرتے لیکن آخری عمر میں گناہ کرتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جنہوں نے ابتداء سے آخر عمر تک کوئی گناہ نہیں کیا ۔

قرآن کی رو سے پہلے تین قسم کے لوگ مقام امامت کے ہرگز حقدار نہیں ہوسکتے، کیونکہ ظالمین میں سے ہیں اور خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایاکہ ظالم اس عہدہ کا حقدار نہیں بن سکتا، لہٰذا مذکورہ آیۃ سے یہ نتیجہ نکلاکہ امام اور رہبر کو معصوم ہونا چاہئے اور ہر قسم کے گناہ اور خطا سے پاک ہو اگر ان تمام واضح حدیثوں کو جو رسول اسلام سے امام علیؑ اور گیارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں ہیں، یکسر نظر انداز کر دیا جائے، تب بھی قرآن کی رو سے مسند خلافت کے دعویدار افراد خلافت کے مستحق اور پیغمبر کی جانشینی کے قابل بالکل نہیں تھے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ ظالم کے حقیقی مصداق تھے اور خدا نے فرمایا ہے کہ ظالموں کو یہ عہدہ نہیں مل سکتا اب فیصلہ آپ خود کریں !

---

[1] سورہ شوری آیۃ: ۴۲
[2] سورہ طلاق آیۃ: ۱

۱۔ وہ لوگ جو ابتداء عمر سے ہی کافر تھے ۔

۲۔ وہ لوگ جنہوں نے بشریت پر بالخصوص حضرت علیؑ وفاطمہ زہراؑ پر ظلم کیا ۔

۳۔ وہ لوگ جنہوں نے خود اعتراف کیا کہ میں نے احکام الٰہی کی مخالفت کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا ،کیا ایسے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے خلیفہ اور جانشین بن سکتے ہیں ۔ ؟

علم امام امام کو چاہئے کہ وہ ان تمام احکام وقوانین کوجانتا ہو جولوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کے لئے ضروری ہیں یعنی امام کا علم اہل زمین کے تمام لوگوں سے زیادہ ہو،تاکہ وہ رہبری کا حقدار بن سکے وہ تمام دلیلیں جو امام کی ضرورت کے لئے ہم نے بیان کی ہیں، وہی یہاں بھی امام کے افضل واعلم ہونے پر دلالت کرتی ہیں، قرآن نے اس کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے : (أَفَمَن یَهدِی اِلیٰ الحَقِّ أَحَقُّ أَن یُتَّبَعَ أَمَن لاَیَهِدِی اِلاَّ أَن یُهدیٰ فَا لَکُمْ کَیفَ تَحْکُمُون)اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعا قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے آخر تمہیں کیا ہوگیاہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو[1]۔ امام کے تعین کا طریقہ جب ہم نے امام کے صفات اور کمالات کوپہچان لیاتو اب یہ دیکھنا ہے کہ ایسے امام کو کس طریقہ سے معین ہونا چاہئے۔

آج کل کی دنیا میں ذمہ دار اور عہدہ دار کے چننے کا بہترین طریقہ انتخابات ہے(چناؤ کے ذریعہ) البتہ یہ چناؤ راہ حل تو ہوسکتا ہے لیکن ہمیشہ راہ حق نہیں ہوتا کیونکہ چناؤ واقعیت کوتبدیل نہیں کر سکتا نہ حق کو باطل اور نہ باطل کو حق بنا سکتا ہے،ہر چند کہ عملی میدان میں اکثریت کو مد نظر رکھا جاتاہے لیکن یہ چنے ہوئے فرد کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے تاریخ گواہ ہے کہ انتخابات میں بعض لوگ اکثریت کے ذریعہ چنے گئے پھر تھوڑے یازیادہ دن کے بعدیہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ انتخاب اور چناؤسے آنے والا شخص غلط تھا حقیقت یہ ہے

[1] سورہ یونس آیۃ :۳۵

کہ ہم علم غیب یاآئندہ کی بات نہیں جانتے لوگوں کے باطن کے سلسلہ میں ہم کس طرح حتمی فیصلہ یا صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔؟ لہٰذا کبھی بھی اکثریت حق کی دلیل اور اقلیت باطل کی دلیل نہیں بن سکتی دوسری طرف قرآن نے تقریباً اسی مقامات پر اکثریت کی مذمت کی ہے اور سورہ انعام کی آیۃ ۱۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے: (وَأَن تُطِع أَکثَرَ مَن فِی الأَرضِ یُضِلُّوکَ عَن سَبِیلِ اللّٰہِ اِن یَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّن وَاِن ھُم اِلَّا یَخرُصُون)اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کریں گے تو یہ راہ خدا سے بھکا دیں گے یہ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور صرف اندازوں سے کام لیتے ہیں۔

اس سے ہٹ کر امامت اوررہبری کا کام فقط دین اور سماجی زندگی کو چلانے کا نام نہیں ہے بلکہ امام دین کا محافظ اور دین ودنیا میں لوگوں کی حفاظت کرنے والا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ہرگز گناہ وخطا سے معصوم ہواور تمام لوگوں میں افضل واعلم ہو اور ایسے شخص کو لوگ نہیں چن سکتے کیونکہ لوگوں کو کیا معلوم کہ کون شخص صاحب عصمت اور علوم الٰہی کا جاننے والا اوردوسری فضیلتوں کا مالک ہے تاکہ اسے چنا جائے چونکہ صرف خدا انسان کے باطن اور مستقبل سے باخبر ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ بہترین شخص کو اس مقام کے لئے چنے اور اسے اس کی شایان شان کمال سے نواز کر لوگوں کے سامنے پہنچوائے ۔

امام کیسے معین ہوگا ؟رسول کے بعد امامت وپیشوای یعنی کار رسالت کوانجام دینا،امام اوررسول میں بس فرق یہ ہے کہ رسول بانی شریعت اور صاحب کتاب ہوتاہے اور امام اس کے جانشین کی حیثیت سے محا فظ شریعت اور اصول دین وفروع دین کابیا ن کرنے والا اورنبوت کی تمام ذمہ داریوں کونبھانے والاہوتا ہے جس طرح نبی کاانتخاب خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح امام کاانتخاب بھی خدا کی جانب سے ہونا چاہئے جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیۃ ۱۲۴ میں ہے کہ امامت عہدخداوندی ہے اورخدا کا عہدہ انتخاب اور چناؤ سے معین نہیں ہوسکتا کیونکہ چناؤ اورشوری لوگوں سے مربوط ہے۔جن دوآیتوں میں مشورت کا ذکر کیاہے وہاں لفظ امر آیا ہے (وَأَمرُھُم شُوریٰ بَینَھُم)(وشَاوِرْھُم فِی الأَمرِ) ان دو آیتوں میں جومشورت کے لئے کہاگیاہے وہ معاشرتی امور لوگوں کے لئے ہے اور یہ خدا کے عہدوپیمان میں شامل نہیں ہو گا سورہ قصص کی ۶۸ آیۃ میں ارشاد ہوتا ہے(وَ رَبُّکَ یَخلُقُ مَا یَشَاءُ وَ یَختَارُ مَا کَانَ لَھُمُ

الخِیَرَۃُ)اور آپ کا پرور دگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتاہے اور پسند کرتاہے ۔ ان لوگوں کو کسی کا انتخاب کرنے کاکوئی حق نہیں ہے مرحوم فیض کاشانی تفسیر صافی میں اس آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ: جب خداوند عالم کسی کو امامت کے لئے منتخب کردے تو لوگ دوسرے کی طرف ہرگز نہیں جا سکتے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہوا : چناؤ میں خطا کے امکان کی بناپر اس کی اہمیت کم ہو جا تی ہے صرف خدا کاچنا ہوا اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے چونکہ صرف وہ ہمارے باطن اور مستقبل کوجانتا ہے لمّاکاَن النبیّ یَعرضُ نَفسَہُ علیٰ القبائل جاءِ الیٰ بنَی کلابِ فقالوا : نُبایعک علیٰ أن یکون لنا الأمر بعَدکَ فقال: الأمر للّٰہ فاِن شاَءَ کان فیکم أوفِی غیرکم ،جس وقت پیغمبر اکرمؐ قبیلوں میں جاکر لوگوں کو دعوت دیتے تھے جب قبیلہ بنی کلاب میں گئے تو ان لوگوں نے کہا ہم اس شرط پرآپ کی بیعت کریں گے کہ امامت آپ کے بعد ہمارے قبیلہ میں رہے حضرت نے فرمایا: امامت کی ذمہ داری خدا کے ہاتھ میں ہے اگروہ چاہے گا تو تم میں رکھے گا یا تمہارے علاوہ کسی اور میں[1]۔

سوالات

۱۔ عصمت امام پر قرآن سے دلیل پیش کریں ؟

۲۔ قرآن کی نظر میں ظالمین کون لوگ ہیں ؟

۳۔ کیوں امام کو انتخاب اور مشورت سے معین نہیں کر سکتے ؟

۴۔امام کا تعین کیسے کریں ؟

---

[1] بحارالانوار جلد،۲۳ ص ۷۴

پچیسواں سبق

امامت خاصہ

مولائے کائنات ں اور ان کے گیارہ فرزندوں کی امامت وولایت کااثبات:ہم گذشتہ بحثوں میں امام کی صفات اور ضروری خصوصیات سے آگاہ ہوچکے ہیں لہٰذا اب ہم کو یہ تحقیق کرنا چاہئے کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کا حقیقی جانشین کون ہے اور یہ صفات کن میں پائے جاتے ہیں تاکہ وہ عقیدہ جوہمارے پاس ہے اس کا عقلی ونقلی دلیلوں سے اثبات ہو سکے تاکہ جولوگ حق وحقانیت سے دور ہیں ان کی ہدایت کر سکیں۔ مولائے کائنات ں کی امامت اور ولایت پر عقلی دلیل دومقدمہ ایک نتیجہ:۱۔ مولائے کائنات تمام انسانی فضائل وکمالات کے حامل تھے جیسے علم تقوی یقین،صبر ،زہد ،شجاعت ،سخاوت ،عدالت ،عصمت ،اور تمام اخلاق حمیدہ یہاں تک بلا شک وشبہہ (دشمنوں کوبھی اعتراف تھا) تمام کمالات میں سب سے افضل وبرتر ہیں اور یہ فضائل شیعہ اور سنی دونوں کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں ۔

۲۔ عقل کی روسے مفضول کوفاضل پر ترجیح دینا قبیح ہے اور جو بھی مذکورہ فضائل کا حامل نہیں ہے اس شخص پر جو ان فضائل کا حامل ہے ترجیح دینا قبیح ہے ۔

نتیجہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین ہیں۔

دوسری دلیل جیسا کہ بیان ہوچکاہے کہ عقلی ونقلی اعتبار سے امام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور ہر خطا وغلطی سے پاک اور دور ہوناچاہیئے، آئندہ بحث میں انشاء اللہ قران وحدیث سے ہم ثابت کریں گے کہ یہ صفات وخصوصیات صرف اہل بیتؑ سے مخصوص ہیں، لہٰذا حضرت علیؑ اور ان کے گیارہ فرزندوں کے علاوہ کوئی عہدۂ امامت کے لائق نہیں ہے ۔ عصمت اور آیہ تطہیر ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ امام کا معصوم ہونا ضروری ہے ،اب یہ دیکھیں کہ معصوم کون ہے ؟(اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَہْلَ الْبَیْتِ

وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیراً[1]) (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر برائی دور رکھے اوراس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔اہل بیت سے مراد ؟شیعہ اور سنی کی بہت سی متواتر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیۂ تطہیر رسول اکرم اور اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ حدیثیں اہلسنت کی معتبر کتا بو ں میں موجود ہیں جیسے صحیح مسلم ،مسند احمد، درالمنثور،مستدرک حاکم ،ینابیع المودۃ ،جامع الاصول ،الصواعق المحرقہ ،سنن ترمذی،نور الابصار مناقب خوارزمی وغیرہ اور شیعوں کی لاتعداد کتب میں موجود ہیں۔

امام حسن ں نے اپنے خطبہ میں فرمایا : ہم اہل بیت ہیں جن کے واسطے خدا وند عالم نے قرآن میں فرمایا : (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجسَ أَھْلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرا[2]) انس بن مالک کہتے ہیں کہ : رسول خدا چھ مہینے تک نماز کے وقت جب جناب زہرا کے گھر پہونچتے تھے فرماتے تھے اے اہل بیت وقت نماز ہے (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجسَ أَھْلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرا[3])ابن عباس بیان کرتے ہیں : کہ رسول خدا نو مہینے تک وقت نماز جنا ب امیر علیہ السلام کے دروازے پر آکر فرماتے تھے سلام علیکم یا ھلَ البَیت :(اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجسَ أَھْلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیراً[4])مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ رسول خدا ہر روز صبح ہمارے گھر کے دروازے پر آکر فرماتے تھے خدا آپ پر رحمت نازل کرے نماز کے لئے اٹھو: (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجسَ أَھْلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرا[5]) پیغمبر اکرمؐ کافی دن اس پر عمل کرتے رہے تاکہ اہل بیتؑ کی پہچان ہوجائے اور ان کی اہمیت لوگوں پر واضح ہوجائے ۔

شریک ابن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا کی وفات کے بعد مولائے کائنات نے اپنے خطبہ میں فرمایا : تم لوگوں کو قسم ہے اس معبود کی بتاؤکہ کیا میرے اور میرے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کی شان میں یہ آیۂ نازل ہوئی ہے : (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ

[1] سورہ احزاب ۔آیۃ: ۳۳
[2] ینابیع المودۃ ص۱۲۶
[3] جامع الاصول ج۹ص۱۱۰
[4] الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج۱ص۸۹۔
[5] غایۃالمرام ص ۲۹۵

الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَکُم تَطهِیراً[1])لوگوں نے جواب دیا نہیں ۔ حضرت علی ں نے ابوبکر سے فرمایا تمہیں خدا کی قسم ہے بتاؤ آیۃ تطہیر میرے اور میری شریک حیات اور میرے بچوں کی شان میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے ؟جواب دیا :آپ اور آپ کے اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے[2]۔ اعتراض: لوگوں کا کہنا ہے کہ آیۃ تطہیر پیغمبر کی ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے پہلے اور بعد کی آیات پیغمبر کی ازواج کے سلسلے میں ہے یا کم ازکم پیغمبر کی ازواج بھی اس میں شامل ہیں ۔اسی لئے یہ ان کی عصمت کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ کوئی بھی پیغمبر کی ازواج کو معصوم نہیں مانتا ہے ۔

جواب:علامہ سید عبد الحسین شرف الدین نے اس کے چند جواب دیئے ہیں ۔ا۔ یہ اعتراض اور شبہ نص کے مقابلہ میں اجتہا د کرنا ہے کیونکہ بے شمار روایتیں اس سلسلے میں آئی ہیں جوتواتر کے حد تک ہیں کہ آیۃ تطہیر پیغمبرؐ فاطمہ زہراء علیؑ، وحسنین کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔

۲۔ اگر آیۃ تطہیر پیغمبرؐ کی ازواج کی شان میں ہوتی تو مخاطب مونث ہونا چاہئے نہ کہ مذکر یعنی آیت اس طرح ہونی چاہئے ''اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذہِبَ عَنکُنَّ الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَکُنَّ تَطهِیرا''

۳۔آیۃ تطہیر اپنے پہلے اور بعد کی آیت کے درمیان جملہ معترضہ کے طور پر ہے اور یہ چیز عربوں میں فصیح مانی جاتی ہے اور قرآن میں بھی آیا ہے: (فَلَمَّا رَأَیٰ قَمِیصَہ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ اِنَّہُ مِن کَیدِ کُنَّ اِنَّ کَیدَ کُنَّ عَظِیمٌ یُوسُفُ أَعرِض عَن هَذا وَاستَغفِرِي لِذَنبِکِ اِنَّکِ کُنتِ مِنَ الخَاطِئِینَ) ''یُوسُفُ أَعرِض عَن هَذا[3]'': مخاطب یوسف ہیں اور یہ جملہ معترضہ ہے اور پہلے اور بعد کی آیۃ میں زلیخا سے خطاب ہے: آیۃ تطہیر اورمولائے کائنات اور انکے گیارہ فرزندوں کی عصمت وامامت مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا ہم ام سلمہ کے گھر میں رسول خدا کے پاس بیٹھے تھے کی آیۃ تطہیر (اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ أَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَکُم تَطهِیرا) نازل ہوئی۔

---

[1] غایۃالمرام ص، ۲۹۳
[2] نو ر الثقلین ج ۴، ص ۲۷۱
[3] سورہ یوسف آیۃ:۲۸۔ ۲۹

رسول خدا ﷺنے فرمایا :یہ آیت آپ اور آپ کے فرزند حسن وحسین علیہما السلام اور ان اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو آپ کی نسل سے آئندہ آئیں گے میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے ۔؟حضور اکرمؐ نے فرمایا : میرے بعد آپ امام ہوں گےاورآپ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حسینؑ اور ان کے بعد ان کے فرزند علیؑ پھر علیؑ کے فرزند محمدؑ اور پھر محمدؑ کے فرزند علی اور علیؑ کے فرزند جعفر اور جعفر کے فرزند موسیٰ ،موسیٰ کے فرزند علیؑ ،علیؑ کے فرزند محمدؑ ،محمدؑ کے فرزند علیؑ ،علیؑ کے فرزند حسنؑ ،حسنؑ کے فرزند حجتؑ امام ہوں گے ان تمام کے اسماء گرامی اسی ترتیب سے عرش پر لکھے ہیں میں نے خدا سے پوچھا یہ کون ہیں ؟جواب یہ تمہارے بعد کے امام ہیں جو پاک اور معصوم اور ان کے دشمن ملعون ہوں گے[1] ۔ لہٰذا یہ آیۂ تطہیر چودہ معصوم کی شان میں نازل ہوئی ہے اور رسول خدا نے اپنی بے شمار احادیث کے ذریعہ (انشاء اللہ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے) وگوں کویہ بتایا کہ یہ عہدہ امامت قیامت تک انہیں مخصوص حضرات سے مربوط ہے کیونکہ یہ صاحب عصمت ہیں اور اس عہدے کے تمام شرائط ان کے اندر پائے جاتے ہیں ۔

عصت کے متعلق دوحدیث عن ابن عبّاس قال سمعت رسول اللہ صلیٰ اللہ وآلہ وسلم یقول : أنا وعلیؑ والحسنؑ والحسینؑ وتسعۃ من ولد الحسینؑ مطھرون معصومون[2] ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علیؑ ،حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی نسل سے ان کے گیارہ فرزند پاک اور معصوم ہیں ۔ قال امیر المومنین :إن اللہ تبارک وتعالیٰ طھّرنا وعصمنا وجعلنا شھداء علیٰ لقہ وحجتہ فی أرضہ وجعلنا مع القرآن وجعل القرآن معنا لانفارقہ ولا یفارقنا[3] مولائے کائنات نے فرمایا : بیشک خدا نے ہمیں پاک ومعصوم بنایا ہے اور اپنی مخلوق کا گواہ اور زمین پر حجت قرار دیا اور ہمیں قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ رکھا ہے نہ ہم قرآن سے لگ ہو سکتے ہیں نہ قرآن ہم سے الگ ہوسکتا ہے ۔

---

[1] غایۃ المرام ص ، ۲۹۳
[2] ینابیع المودۃ ص ۵۳۴
[3] اصول کا فی کتاب الحجۃ

سوالات

۱۔ مولائے کائنات کی امامت پر عقلی دلیل بیان کریں ؟

۲۔آیۃ تطھیر سے اہل بیتؑ سے مراد کون لوگ ہیں حدیث سے ثابتکریں ؟

۳۔ آیۃ تطھیر میں پیغمبر کی ازواج شامل کیوں نہیں ہو سکتی ہیں ؟

۴۔ بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں مولائے کائنات کی حدیث بیان کریں ؟

چھبیسواں سبق

قرآن اور مولائے کائنات کی امامت

[1]۔ خدا وند عالم نے اس آیت میں لفظ ،،انما،، کے ذریعہ جو انحصار پر دلالت کرتاہے۔ مسلمانوں کا ولی و سرپرست صرف تین شخصیتوں کوقرار دیاہے خود خدا، پیغمبر اور جو لوگ صاحبان ایمان ہیں کہ جونماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔ آیۃ کا شان نزول آیت سے خدا اور رسول کی ولایت میں کسی کو شک نہیں لیکن تیسری ولایت ''والذین آمنوا '' کے بارے میں شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں بے شمار حدیثیں پائی جاتی ہیں کہ یہ آیۃ مولائے کائنات ں کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت کہ جب انھوں نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی شیعوں میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں اوراہل سنت کے علماء میں سے فخر رازی نے تفسیر کبیر میں،زمخشری نے کشاف میں، ثعلبی نے الکشف والبیان میں، نیشاپوری بیضاوی ،بہیقی، نظیری اور کلبی نے اپنی اپنی تفسیروں میں، طبری نے خصائص میں، خوارزمی نے مناقب ،احمد بن حنبل نے مسند میں ،یہاں تک کہ تفتازانی اور قوشجی نے اتفاق مفسرین کا دعوی کیا ہے غایۃ المرام میں ۲۴ حدیثیں اس سلسلے میں اہل سنت سے نقل کی گئی ہیں ،مزید معلومات کے لئے الغدیر کی دوسری جلد اور کتاب المراجعات ،کی طرف رجوع کریں۔

یہ مسئلہ اس حد تک مشہور ومعروف تھا اور ہے کہ (پیغمبر کے زمانے کے مشہور شاعر)حسان بن ثابت نے اسے اپنے شعر کے ذریعہ بیان کیااور مولا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:فأنتَ الذّیِ أعطیت اِذ کنت راکعاَ زکاۃَ فَد تک النفس یا خیرراکع فانزل فیک اللّٰہ خیر ولایۃ وبیّنھا فی محکمات الشرائع '' اے علیؑ آپ نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ۔ میری جان آپ پر قربان اے بہترین رکوع کرنے والے ''۔خدانے بہترین ولایت آپ کے لئے نازل کی اور قرآن میں اسے بیان فرمایا ،لہٰذا مولائے کائنات تمام مومنین کے ولی مطلق ہیں اور عقل کی رو سے ایسا شخص ابوبکر وعمر وعثمان کا تابع نہیں ہوسکتا ،ہاں اگر یہ افراد مومن تھے تو ان کو مولائے کائنات کی

[1] سورہ مائدہ آیۃ: ۵۵

اتباع وپیروی کرنی چاہئے ۔دو اعتراض اور انکا جواببعض اہل سنت کا کہنا ہے کہ ولی کے معنی دوست اور ساتھی کے ہیں نہ کہ رہبر وولی مطلق کے ۔جواب : الف)پہلی بات تویہ کہنا ہی نص آیۃ اورظاھر کے خلاف ہے اس سے ہٹ کر ولی کے معنی عرف عام میں ولی مطلق ،اور اولی بہ تصرف کے ہیں اور دوسرے معنی میں استعمال کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے چونکہ اولی کا لفظ آیت میں (النَّبيُّ أولیٰ بالمؤمنين من أنفُسهم[1])کا لفظ حدیث غدیر میں ''من کنت مولاہ'' ولایت مطلق پرواضح طور پر دلالت کرتا ہے

ب)آیۃولایت میں لفظ ''انما'' کے ذریعہ انحصار ہے اور دوستی صرف خدا ورسولؐ اور علیؑ ہی پر منحصر نہیں ہے ۔بلکہ تمام مومنین ایک دوسرے کے دوست ہیں جیسے کہ خدا وند عالم نے فرمایا (المؤمنُون والمؤمنات بعضهم أولياء بَعض)اب چونکہ دوستی کا انحصار فقط خدا اور رسولؐ وعلیؑ سے مخص نہیں ہے[2]۔

بلکہ اس کاتمام مومنین سے ہے آیہ اِنَّما وَليّكُم الله (میں انحصار کا حکم ہے لہٰذا ولایت کے معنی رہبر وولی مطلق کے ہیں۔بعض متعصب اہل سنت نے اعتراض کیاکہ مولائے کائنات جب نماز میں اتنا محو رہتے تھے کہ حالت نماز میں تیر نکلنے کا بھی انہیں پتہ نہیں چلتا تھا توکس طرح ممکن ہے کہ سائل کے سوال کو سن کر اس کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔

جواب :یقیناً مولائے کائنات حالت نماز میں مکل طور سے خدا کی طرف دھیان رکھتے تھے،اپنے آپ اور ہر مادی شیٔ سے جو روح عبادت کے منافی ہوتی تھی،بیگانہ رہتے تھے ۔لیکن فقیر کی آواز سننا اور اس کی مدد کرنا اپنی طرف متوجہ ہونا نہیں ہے،بلکہ عبادت میں غرق ہونے کی دلیل ہے دوسرے لفظوں میںیوں کہا جائے کہ آپ کا یہ فعل عبادت میں عبادت ہے اس کے علاوہ عبادت میں غرق ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اپنے اختیارات کھو بیٹھیں یا بے حس ہو جائیں بلکہ اپنے اختیار کے ذریعہ اپنی توجہ اور وہ چیز جوراہ خدا میں سد راہ ہے اس سے اپنے آپ کو الگ کرلیں ۔یہا ں نماز بھی ایک عبادت ہے اور زکوۃ بھی ،اور دونوں خدا کی خوشنودی کے راستے ہیں ،لہٰذا مولائے کائنات کومتوجہ ہونا صرف خدا کے لئے تھا اس کی دلیل خود آیت کانازل ہونا ہے ،جو تواتر سے ثابت

---

[1] الاحزاب آیۃ:۶
[2] سورہ توبہ آیۃ:۷۱

ہے۔آیت اطاعت اولی الامر:(یاأیُّھا الَّذین آمَنُوا أطِیعُوا اللہ وَأطِیعُوا الرَّسُولَ وَأولِي الأمرِ مِنکُم) ''ایمان والواللہ کی اطاعت کرو اوراس کے رسول اورصاحبان امرکی اطاعت کرو جوتم میں سے ہیں[1]''۔اس آیت میں صاحبان امرکی اطاعت بغیر کسی قید و شرط ے خد ااوررسول کے اطاعت کے ساتھ واجب قرار دیاہے شیعوں کانظریہ ہے کہ اولی الامر سے مراد بارہ امام معصوم ہیں اوراہل نت سے بھی روایت پائی جاتی ہے کہ اس سے مراد امام معصوم ہیں۔مشہور مفسر ،ابوحیان اندلسی مغربی نے اپنی تفسیر بحارالمحیط ،اور ابوبکر مومن شیرازی نے اپنے رسالہ اعتقادی میں،سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ان روایتوں کو بطور نمونہ ذکر کیا ہے،شیعوں کی تفسیروں میں بھی اس آیت کے ذیل میں رجوع کریں منجملہ تفسیر برہان،نورالثقلین،تفسیر عیاشی ،اور کتاب غایۃ المرام اوردوسری بہت ساری کتابوں میں آپ رجوع کریں۔یہاں پر بعض احادیث کونقل کررہے ہیں جابر بن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیاکہ اولی الامرجن کی اطاعت کا ہمیں حکم دیاگیا ہے اس سے مراد کون ہیں۔ ؟

آنحضرت نے جواب میں فرمایا : میرے بعد کے خلیفہ وجانشین جو میری ذمہ داریوں کو سرانجام دینے والے ان میں سب سے پہلے میرے بھائی علیؑ ہیں ان کے بعد حسن وحسین علیہما السلام پھر علی بن الحسین،ان کے بعد محمد باقر (تم اسوقت تک رہوگے اور اے جابر!جب ان سے ملاقات ہو توانہیں ہمارا سلام کہنا)پھر جعفر صادق،ان کے بعد موسی کاظم،ان کے بعد علی الرضاؑ انکے بعد محمد جواد پھر علی ہادیؑ ان کے بعد حسن عسکریؑ او ران کے بعد قائم منتظر مہدی،میرے بعد امام او ر رہبر ہوں گے۔اسی حدیث کو امام زمانہ،کے سلسلے میں تفسیر نورالثقلین کی پہلی جلد میں صفحہ ۴۹۹ میں واضح طور سے بیان کیاہے، عن أبي جعفر علیھم السلام: أوصیٰ رسول اللہ اِلیٰ علی،والحسن والحسین علیھم السلام،ثم قال فی قول اللہ عزَّوجلَّ :(یا أیُّھا الَّذین آمَنُوا أطِیعُوا اللہ وَأطِیعُوا الرَّسُولَ وَأولِي الأمرِ مِنکُم) قالَ: الأءِمة مِن وُلِد علی،وفاطمہ،اِلٰی أن تقوم الساعة[2]امام محمد باقر،سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مولائے کائنات اورحسن وحسین علیہم السلام کی امامت کے لئے وصیت کی،پھرخد اکے اس قول کی طرف اشارہ کیا ''أطِیعُوااللہ'' اورفرمایا :بقیہ امام،علی و

[1] سوره نساء آیۃ:۵۹

[2] تفسیر نورا لثقلین ج ۱ ص۵۰۵، دلائل امامت ۲۳۱

فاطمہ کی اولا دسے ہوں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی لہٰذا اولی الامر کی اطاعت کاتذکرہ جس آیت میں ہے وہ چند طریقوں سے مولائے کائنات امیرالمومنین ں اورانکے گیارہ فرزندوں کی امامت پر دلالت کرتی ہے اولی الامر کی اطاعت خدا ور رسول کی اطاعت کے ساتھ ہے چونکہ اطاعت مطلق طور پرواجب ہے لہٰذا انہیں پہچاناضروری ہے ۔جس طرح خد انے رسول خدا کی اطاعت کو واجب کرکے خود رسول کو معینکردیا اسی طرح جب اولی الامر کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے تو ضروری ہے کہ انہیں بھی معین کرے ورنہ تکلیف مالایطاق ہوجا ئےگی(یعنی جسے ہم نہیں جانتے اس کی اطاعت ہمارے امکان سے باہرہے) بے شمار روایتوں نےآیت کے شان نزول کو مولائے کائنات اور ان کے گیارہ فرزندوں سے مخصّ کیاہے ۔

علیؑ کی امامت اورآیت انذار وحدیث یوم الدار حدیث یوم الدار پیغمبر اسلامؐ کو بعثت کے تیسرے سال میں حکم ہوا کہ دعوت اسلام کو علی الاعلان پیش کریں :وَأَنذِر عَشِیرَتَکَ الأَقرَبِین:[1] (اپنے قریبی رشتے داروں کوانذار کرو ،ڈراؤ) اس حکم کے ساتھ پیغمبر اسلام نے اپنے رشتے داروں کو جناب ابوطالب کے گھر میں اکٹھا کیا اورکھانے کے بعد فرمایا :اے عبد المطلب کے فرزندو! خد اکی قسم میں عرب میں کسی کو نہیں جانتاکہ اپنی قوم وقبیلہ کے لئے اس سے بہترچیز جو میں پیش کر رہا ہوں اس نے پیش کی ہو، میں دنیااور آخرت کی فلاح وبہبودی تمہارے لئے لایاہوں اورخدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی توحید اور اس کی وحدانیت اوراپنی رسالت کی طرف دعوت دوں،تم میں سے کون ہے؟

جو اس سلسلے میں میری مدد کرے گاتاکہ وہ میرا بھائی میراولی وجانشین بن سکے ۔ کسی نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی ۔پھر مولائے کائنات کھڑے ہوئے اور عرض کیا : یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ،اس سلسلہ میںآپ کا ناصر ومدد گار ہوں یہاں تک تین مرتبہ پیغمبرؐ نے اس جملہ کی تکرار کی،اور علیؑ کے علاوہ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا ،اس وقت پیغمبرؐ نے حضرت کے گلے میں باہیں ڈال کے فرمایا : اِن ھذا أخِي وَوصییّ وخلیفتي فیکم فاسمعوا لہ وأطیعوہ بیشک یہ میرا بھائی ہے تم لوگوں میں میرا وصی وجانشین ہے اس کی باتو

[1] سورہ شعراء آیۃ:۲۱۴

ں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو ۔ اس حدیث کو اہل سنت کے علماء کرام جیسے ابن ابی جریر ، ابو نعیم ،بیہقی، ثعلبی ابن اثیر ،طبری اور دوسرے بہت سے علماء نے نقل کیا ہے ،مزید معلومات کے لئے کتاب المراجعات کے صفحہ ۱۳۰کے بعد اور احقاق الحق ج۴ کے ص ۶۲نیزاس کے بعد ملاحظہ فرمائیں ،یہ حدیث واضح طورپر علی،کی ولایت وامامت کوثابت کرتی ہے ۔

سوالات

۱۔ آیت ولایت ''انما ولیکم اللہ '' کے ذریعہ مولائے کائنات کی امامت کو کیسے ثابت کریں گے ؟

۲۔ ''انما ولیکم '' میں ولی کس معنی میں ہےاور اس کی دلیل کیاہے ؟

۳۔ اطاعت اولی الامر کی دلالت کوبیان کریں ؟

۴۔ آیۃانذار اور حدیث یوم الدار سے کس طرح مولائے کائنات کیامامت پر استدلال کریں گے ؟

ستائیسواں سبق

مولائے کائنات کیا

امامت اور آیۂ تبلیغ (یاأیُّھا الرَّسُولُ بَلِّغ ماأنزِلَ اِلیکَ مِن رَبّکَ وَاِن لَم تَفعَل فَا بَلّغتَ رِسالَتہ وَاللہ یَعصِمُکَ مِن النّاسِ اِن اللہ لاَ یَھدِی القَومَ الکَافِرین)اے پیغمبر!آپ اس حکم کوپہنچادیں جوآپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیاگیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کےپیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا [1]۔خطاب کا انداز بتا رہا ہے کہ کوئی اہم ذمہ داری ہے کہ جس کے چھوڑنے سے رسالت ناقص ہو جائیگی اور یہ آیت یقیناًتوحید یا جنگ یادوسری چیزوں کے واسطے نہیں تھی چونکہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ تمام مسائل حل ہو چکے تھے کیونکہ یہ آیت پیغمبر ی زندگی کے آخری وقت میں نازل ہوئی ہے بغیر کسی شک کے یہ آیت مسئلہ امامت اور جانشین پیغمبر سے متعلق ہے۔

یہا ں تک کہ اہل سنت کے بے شمار علماء، مفسرین اور مورخین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مذکورہ آیت واقعہ غدیر اور مولا ئے کائنات کے لئے نازل ہوئی ہے مرحوم علامہ امینی نے اپنی کتاب مقدس الغدیر میں حدیث غدیرکو ۱۱۰ صحابہ سے اور ۳۶۰ بزرگ علماء اور مشہور اسلامی کتابوں سے نقل کیاہے اورکسی نے اس حدیث کے صدور پر شک نہیں کیا ہے اگر آیۂ تبلیغ اور حدیث غدیر کے علاوہ کوئی دوسری آیت یا حدیث نہ بھی پائی جاتی تب بھی مولائے کائنات کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے لئے یہی دوآیتیں کافی تھیں اس کے باوجود بے شمار آیتیں مولائے کائنات اور ان کے فرزندوں کی امامت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اورہمارا اعتقاد ہے کہ پورا قرآن مفسر اہل بیت ہے اور اہل بیت مفسر قرآن ہیں اور حدیث ثقلین کی نظر سے یہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے،اس سلسلہ میں روائی تفسیروں میں من جملہ نورالثقلین، تفسیر برہان، تفسیر عیاشی اور کتاب غایۃ المرام اور دوسری بہت سی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں ہم یہیں پر اس بحث پر اکتفا کرتے ہوئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے مشہور

[1] سورہ مائدہ آیۃ: ۶۷

حدیث غدیر کو نقل کرتے ہیں ۔ولائے کائنات کی امامت اور حدیث غدیر پیغمبر اسلامؐ ۱۰ھ میں مکہ کی طرف حج کے قصد سے گئے یہ پیغمبرؐ کا آخری حج تھا لہٰذا تاریخ میں اسے حجۃالوداع بھی کہتے ہیں اس سفر میں پیغمبر کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار صحابی تھے مدینہ کی طرف واپسی پر ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں جبرئیل نازل ہوئے او راس آیت کو پیش کیا (یاأیُّھاالرَّسُولُ بلّغ ماأنزل اِلیک مِن رَبّک وَاِن لَم تفعل فَا بلّغت رِسالَتہ وَاللّٰہ یَعصِمُک مِن النَّاس اِن اللّٰہ لاَ یھدِی القَومَ الکَافِرِین)قبل اس کے کہ مسلمان یہاں سے جدا ہوں پیغمبر اسلامؐ نے سب کو رکنے کا حکم دیا جوآگے بڑھ گئے تھے انہیں پیچھے بلا یا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا بہت گرم اور جھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی مسلمانوں نے نماز ظہر پیغمبر اسلام کی امامت میں ادا کی، نماز کے بعد آنحضرت نے طویل خطبہ پڑھااور اس کے ضمن میں فرمایا :میں جلد ہی خدا کی دعوت پر لبیک کہنے والا ہوں اور تمہارے درمیان سے چلاجاؤں گا پھر فرمایا :اے لوگو!ں میری آواز سن رہے ہو سب نے کہا ہاں ،پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا :یا أیُّھاالنَّاس مَن أولیٰ الناس بالمؤمنین من أ نفسھم اے لوگو!مومنین کے نفوس پر کون زیادہ حقدار ہے ۔

سب نےایک آواز ہوکر کہا خدا اوراس کا رسول بہتر جانتا ہے حضرت نے فرمایا خدا میرا رہبر ومولاہے اور میں مومنین کا رہبر ومولاہوں او رمومنین پر ان سے زیادہ میرا حق ہے پھر مولا ئے کا ئنا ت کو ہا تھوں پہ بلند کیا اور فرمایا : ''مَن کُنت مولاہ فعليّمولاہ ''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں اس جملہ کو تین بار دہرایا پھر آسمان کی طرف سر کو بلند کیا اور فرمایا : ''اللّٰھمَّ والِ مَن وَالاہ وعاد مَن عاداہ وانصر من نصرہ واخذل مَن خذلہ''خدا یا!تو اس کو دوست رکھ جو اس (علی)کو دوست رکھے تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے تو اس کو رسوا وذلیل کر جوان کی عزت نہ کرے پھر فرمایا :تمام حاضرین غائبین تک یہ خبر پہونچا دیں ابھی مجمع چھٹا نہیں تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کی پیغمبر پر تلاوت کی :(الیَومَ أکملتُ لکُم دِینَکُم وَأتممتُ عَلیکُمْ نِعمَتِي وَرَضِیتُ لکُمُ الاِسلاَمَ دیناً)''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیاہے او رتمہارے دین اسلام سے

[1] سورہ مائدہ آیۃ:۳

لہ أکبرُ علیٰ اِکمال الدّین واِتمام النّعمۃ ورِضیٰ الرّب برسالتِیوالولایۃ لعلیؑ مِن بعدیِ اللّٰہ بہت بڑا ہے اللّٰہ بہت بڑا ہے دین کو کامل کرنے ،اور اپنی نعمتوں کے تمام کرنے اور میری رسالت پر راضی ہونے ،اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی ہونے پر ،اسی وقت لوگو ں کے بیچ ایک خبر گشت کرنے لگی اور تمام لوگ مولائے کائنات کو اس مقام و منزلت پر مبارک باد پیش کرنے لگے یہاں تک عمر نے لوگو ں کے درمیان مولا ئے کا ئنا ت سے کہا : ''بخٍ بخٍ لک یابن أبِی طالب أصبحتَ وأمسیتَ مولایِ ومولیٰ کُلّ مؤمن ومؤمنۃ''،مبارک ہو مبارک اے ابو طالب کے بیٹے آپ کی صبح وشام اس حالت میں ہے کہ میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہیں اس حدیث کو مختلف الفاظ میں کبھی تفصیل کے ساتھ کبھی اختصار سے بے شمار علماء اسلام نے نقل کیا ہے اس حد تک کہ کسی کو بھی اس کے صادر ہونے پر شک نہیں ہے مرحوم بحرانی نے اپنی کتاب غایۃ المرام میں اس حدیث کو ۸۹ سند کے ساتھ اہل سنت سے اور۴۳ سند کے ساتھ شیعہ سے نقل کیاہے اوراس سلسلہ میں بہترین کتاب جو لکھی گئی ہے وہ ''الغدیر ''ہے جسے علامہ امینی نے بے انتہا زحمتوں کے بعد لباس وجود عطا کیا ہے ۔

لفظ مولا کے معنی پر اعتراض اور اس کا جو ابجب بعض نے یہ دیکھا کہ حدیث کی سند انکا ر کے قابل نہیں تو لفظ مولا کے معنی میں شک ایجاد کیا اور کہنے لگے کہ یہ دوست کے معنی میں ہے ۔جواب: دس دلیلوں کی بنا پر لفظ مولی صرف ولایت ورہبری کے معنی میں ہےاور دوست کے معنی ہرگز نہیں ہو سکتے ۔

۱۔ خود پیغمبر اسلام نے علیؑ کے تعارف سے قبل فرمایا : ''مَن أولیٰ النّاس بالمؤمنین مِن أنفسھم'' اور پھر یہ جملہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''' فرمایا توپھر جس طرح پہلا جملہ ولایت کے لئے ہے،دوسرے کو بھی اسی طرح ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں جملہ میں ربط باقی رہے ۔

۲۔ آیۃ تبلیغ جو مولائے کائنات کو پہنچوانے سے قبل نازل ہوئی پیغمبر سے خطاب کرکے فرمایا : اگر آپ نے یہ نہ کیا توگویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا،کیا اگر پیغمبرؐ علیؑ سے دوستی کا اعلان نہیں کرتے تو رسالت ناقص رہتی ؟ جبکہ متعدد بار رسول اسلام حضرت علیؑ سے بے انتہا محبت اور دوستی کا اظہار کر چکے تھے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ۔

۳۔ کیا یہ بات معقول ہے کہ وہ پیغمبر جسے '' مَاینطق عن الھویٰ '' کا خطاب ملا ہو اس سخت گرمی میں ہزاروں لوگوں کوروک کر کہے :اے لوگوں جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں ۔ ؟

۴۔ جو آیتیں علیؑ کے تعارف کے بعد نازل ہوئیں ہیں جیسے الیوم ... آج دین کامل ہوگیا نعمتیں تم پر تمام کردیں او رتمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا[1] ۔ دوسری آیت الیومَ یٔس الذین کفرُوا.....اور کفار تمہارے دین سے مایوس ہوگئے[2] یہ تمام چیزیں کیا اس بناپر تھیں کہ پیغمبر نے علی کو دوست بنایا تھا ۔ ؟

۵ ۔ وہ تمام خوشیاں اور حتی عمر کی مبارکبادی صرف پیغمبر اور علیؑ کی دوستی کی وجہ سے تھی کیا یہ کوئی نئی بات تھی ۔ ؟

٦ ۔ پیغمبر اسلام اورائمہ معصومینؑ نے یوم غدیر کو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید قرار دیا ہے تاکہ ہر سال یہ واقعہ زندہ رہے کیا صرف دوستی کا اعلان کرنا ان تمام چیزوں کا باعث بنا کہ اسے سب سے بڑی عید قرار دے دیا جائے ۔ ؟

۷ ۔ تعارف کرانے سے پہلے آیت آئی '' واللہ یَعصِمُکَ مِن النَّاسِ '' کیا پیغمبر اسلام علیؑ سے دوستی کا اعلان کرنے سے ڈر رہے تھے کہ خدا کو کہنا پڑا کہ خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یاامامت اورجانشینی کااہم مسئلہ تھا ۔ ؟

---

[1] سورہ مائدہ آیۃ۳
[2] سورہ مائدہ آیۃ ۳

۸ ۔ شعراء اور ادیبوں نے اس وقت سے لے کر آج تک جو اشعار غدیر کے سلسلہ میں کہے ہیں ان سب نے خطبہ غدیر کو ولایت اور امامت مولائے کائنات سے مرتبط مانا ہے اور مولائے کائنات کی جانشینی کو بیان کیا ہے ان اشعار کا تذکرہ علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر کی پہلی جلد میں کیا ہے ۔ ؟

۹ ۔ مولائے کائنات اور دوسرے ائمہ معصومین نے بہت سی جگہوں پر حدیث غدیر کے ذریعہ اپنی امامت ثابت کی ہے اور سب نے ان کے کلام سے ولایت ورہبری کو جانا،قائل ہوئے اور قبول کیا ۔

۱۰۔ مرحوم علامہ امینی نے الغدیر کی پہلی جلد کے ص ۲۱۴ پر اہل سنت کے مشہور مفسر ومورخ محمد جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے آیت تبلیغ کے نازل ہونے کے بعد فرمایا : کہ جبرئیل خدا کی طرف سے حکم لائے ہیں کہ اس جگہ رک کر سبھی اور سب کالے اور گورے کو بتا دیں کہ: علی ابن ابی طالب میرے بعد میرے بھائی میرے وصی و جانشین اورامام ہیں۔

سوالات

۱۔آیۃتبلیغ مولائے کائنات کی امامت پر کیوں کر دلالت کرتی ہے ؟

۲۔ حدیث مقدس غدیر کا خلاصہ بیان کریں ؟

۳۔کیوں لفظ مولا حدیث غدیر میں صرف ولایت اور رہبری کیلئے آیا ہے ؟

اٹھائیسواں سبق

حضرت مہدیؑ(قسم اول)

امامت کی بحث کے بعد ،امام زمانہؑ کے سلسلہ میں اب مختصر سی بحث ضروری ہے کچھ روایتیں جو اہل سنت کے یہاں پائی جاتی ہیں پہلے ان کا ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ روایتیں ان کے لئے دلیل بن سکیں ۔قال رسول اللہ :یخرجُ فی آخرالزمان رجل من ولدیِ اسمہ کاسمیِ وکنیتہ ککنیتیِ یملأ الأرض عدلاً کما ملئت جوراً فذلکَ ھوالمھدیِ :آخر زمانے میں ہماری نسل سے ایک ایسا شخص قیام کرے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی ،اوروہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اوروہی مہدی علیہ السلام ہیں[1]۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ: ''لولم یبق من الدھرِالّا یوم لبعث اللہ رجلاً مِن اھل بیتی یملأھا عدلاً کما مُلئت جَوراً '' اگر اس دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہے گا تو اس دن بھی خدا وند عالم میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا تاکہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے جس طرح ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی[2] ۔

قال رسول اللہ : ''لاتذھب الدنیا حتی یقوم مِن أمتی رجل من ولد الحُسین یملأ الأرض عدلاً کما مُلئت ظلماً ''اس دنیا کا اختتام اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ ہماری امت سے ایک شخص قیام نہ کرے جو نسل امام حسینؑ سے ہو گا وہ زمین کوعدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی ہوگی[3] ۔شیعہ مصنفین نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں بے شارروایتیں حضرت مہدیؑ کے حوالے سے نقل کی ہیں ۔

لیکن مطلب روشن ہونے کی خاطر انہیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔حضرت مہدی کی مخفی ولادت حضرت حجت بن الحسن المہدیؑ کی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ کوہوئی ماں کا نام نرجس اورباپ کا نام امام حسن عسکریؑ ہے ۔مخفی ولادت کا سبب یہ تھا کہ

[1] التذکرہ ص۲۰۴ ۔منھا ج السنہ ص ۲۱۱۔
[2] ینابیع المودۃ ،ج۳،ص۸۹ سنن سجستانی ،ج ۴ ص ۱۵۱ مسند ، ج ۱ ص ۹۹ نورالابصار ،ص۲۲۹
[3] مودۃ القربی ،ص ۹۶ ینابیع المودۃ ص ۴۵۵

امام کی ولا دت ایسے زمانے میں ہوئی جب عباسی دور خلافت کے ظالم وجابر اسلامی حکمران ملکوں پر قابض تھے وہ بہت سی حدیثوں کے ذریعہ جانتے تھے کہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو ظالم اور ستمگر حکومتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا لہٰذا وہ اس تاک میں تھے کہ قائم آل محمد کی ہر نشانی کو مٹادیں، اسی لئے متوکل عباسی نے ۲۳۵ھ ق میں حکم دیا کہ حضرت ہادیؑ اور ان کے رشتہ داروں کو مدینہ سے سامرہ (حکومت کے پایہ تخت) میں لایا جائے اور عسکر نامی محلے میں مستقر کر کے ان پر کڑی نظر رکھی جائے معتمد عباسی امام حسن عسکریؑ کے اس نومولد فرزند کا شدت سے انتظار کر رہا تھا اور اس نے اپنے جواسیس اور دائیوں کو اس امر کے لئے معین کر دیا تھا تاکہ علویوں کے گھروں خاص کر امام حسن عسکریؑ کے گھر کا وقتا فوقتا معاینہ کریں اور اگر کوئی بچہ ملے جس پر منجی بشریت کا گمان ہوتو اسے فوراً قتل کردیا جائے اسی لئے احادیث معصومین میں امام زمانہؑ کی مخفی ولا دت کو جناب موسیٰ کی ولادت سے تشبیہ دی گئی ہے ۔

اور اسی خاطر ان کی ماں کا حمل ،موسیٰ کی ماں کی طرح ظاہر نہیں ہوا او رکسی کو علم نہیں تھا ،حتیٰ حکیمہ خاتون (امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی) کو بھی علم نہیں تھا جب نیمہ شعبان کی رات امام نے ان سے کہا :آج رات یہیں ٹھہریں (چونکہ آج وہ بچہ آنے والا ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے) تو انھوں نے تعجب کیا،کیونکہ نرجس خاتون میں حمل کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے جب امام زمانہؑ کی ولا دت ہوئی تو ان کے والد انہیں لوگوں کی نظروں سے چھپا کے رکھتے تھے ،صرف اپنے مخصوص اصحاب کو انکی زیارت کرائی ۔

شیخ صدوق اپنی کتاب اکمال الدین میں احمد بن حسن قمی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں سے ایک خط ہمارے دادا (احمد بن اسحق) کے پاس آیا ،جس میں لکھا تھا :ہمارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے لیکن یہ خبر لوگوں سے چھپی رہے کیونکہ اس بات سے ہم صرف اپنے اصحاب اور قریبی رشتہ داروں کو ہی مطلع کر رہے ہیں ۔امام زمانہؑ کی خصوصیت ا۔امام زمانہؑ کا نور ائمہ کے نور کے درمیان اس ستارہ کی مانند ہوگا جو کواکب کے درمیان درخشاں ہوتا ہے ۔

۲۔ شجرہ شرافت پدر کے ذریعہ ائمہ علیہم السلام اور پیغمبر اکرمؐ تک او رماں کے ذریعہ قیصر روم اور شمعون الصفا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے ملتا ہے ۔

۳۔ولا دت کے روز امام زمانہؑ کو عرش لے جا یا گیا اور خدا کی جانب سے آواز آئی، مرحبا اے میرے خاص بندے ،میرے دین کی مدد کرنے والے، میرے حکم کو جاری کرنے والے ،اور میرے بندوں کی ہدایت کرنے والے ۔

۴۔نام اور کنیت رسولؐ کے نام اور کنیت پر ہے ۔

۵ ۔ وصی کا سلسلہ امام زمانہ پر ختم ہے ،جس طرح پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح امام زمانہ خاتم الا وصیاء ہیں ۔

۶۔ ابتدائے ولا دت سے ہی روح القدس کے سپرد ہیں ، مقدس فضا اورعالم انوار میں تربیت ہوئی اٹھنا بیٹھنا مقدس ارواح اور بلند ترین لوگوں کے ساتھ ہے ۔

۷۔ کسی ظالم وجابر کی بیعت نہ کی تھی، نہ کی ہے اور نہ کریں گے۔

۸ ۔امام زمانہؑ کے ظہور کی عجیب وغریب ،زمینی او رآسمانی نشانیاں ظاہر ہوں گی ،جو کسی حجت کے لئے نہیں تھیں ۔

۹۔ ظہور کے قریب آسمان سے ایک منا دی آپ کے اسم گرامی کو پکا رے گا ۔

۱۰ ۔وہ قرآن جو امیر المومنین نے پیغمبر کے انتقال کے بعد جمع کیا تھا اور محفوظ رکھا تھا وہ امام کے ظہور کے وقت ظاہر ہوگا ۔

۱۱۔ عمر کا طولا نی ہونا یا شب وروز کی گردش سے آنجنا ب کے مزاج یا اعضاء وجوارح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا ۔اور جب سرکار کا ظہور ہوگا تو آپ ایک چالیس سالہ جوان کی مانند نظر آئیں گے ۔

۱۲۔ ظہور کے وقت زمین اپنے تمام خزانے اور ذخیرے کو اگل دے گی ۔

۱۳۔لوگوں کی عقل سرکار کے وجود کی برکت سے کامل ہوجائے گی،اور آپ لوگوں کے سروں پر ہاتھ پھیریں گے جس سے لوگوں کے دل کا کینہ وحسد ختم ہوجائے گااور لوگوں کے دل علم سے لبریز ہوں گے ۔

۱۴۔آپ کے اصحاب کی عمر کافی طولانی ہوگی ۔

۱۵۔مرض ،بلاء ، مصیبت، کمزوری، غصہ، یہ تمام چیزیں آپ کے اصحاب کے جسم سے ختم ہوجائے گی اور ان کے اصحاب میں ہر ایک کی طاقت چالیس جوان کے برابر ہوگی ۔

۱۶۔آپ کی حکمرانی اور سلطنت مشرق سے مغرب تک پوری دنیا پر ہوگی ۔

۱۷۔پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی ۔

۱۸۔بعض مردے زندہ ہوکر آپ کے ساتھ ہوجائیں گے منجلہ ۲۷افراد اصحاب موسی سے اور ۷ آدمی اصحاب کہف سے ۔یوشع بن نون ،سلمان ،ابوذر،مقداد مالک اشتر یہ لوگ تمام شہروں میں حاکم ہوں گے ۔ اور جو بھی چالیس صبح دعائے عہد پڑھے گا اس کا شمار امام کے ساتھیوں میں ہوگا او راگر حضرت کے ظہور سے پہلے انتقال کر گیا تو خدا وند عالم اسے زندہ کرے گا تاکہ امام کی خدمت میں حاضری دی سکے۔

۱۹۔وہ تمام الٰہی احکام جو ابھی تک نافذ نہیں ہو سکے نافذ ہوں گے ۔

۲۰۔علم کے تمام۲۷ حروف ظاہر ہوجائیں گے ۔اور امام کے ظہور تک صرف دو حرف ظاہر ہوئے ہوں گے ۔

۲۱۔کفار ومشرکین سے تقیہ کا حکم،آپ کے زمانہ میں ہٹا لیا جائے گا۔

۲۲۔کسی سے گواہی یا دلیل نہیں مانگی جائے گی،امام خود حضرت داود کی طرح اپنے علم امامت سے فیصلہ کریں گے ۔

۲۳۔ بارش، درخت، ہریالی، میوہ جات اور دوسری نعمتیں بے شار ہوں گی۔

۲۴۔آپ کی مدد کے لئے جناب عیسی آسمان سے اتریں گے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

۲۵۔ ظالموں کی حکومت اور جابروں کی سلطنت کا خاتمہ ہوجائے گا ۔ لکلّ أناس دولۃ یرقبونھا ودولتنا فی آخر الدّھر تظھر روایت میں ہے کہ امام صادقؑ ہمیشہ اس شعر کو زمزمہ کیا کرتے تھے ۔ ترجمہ: (تمام لوگوں کے لئے ہر زمانہ میں حکومت ہے جس پر وہ نظر جمائے ہیں اور ہماری حکومت آخری زمانہ میں ہوگی) امام زمانہؑ کی حکومت آنے پر تمام ائمہ معصومینؑ رجعت فرمائیں گے[1]۔

سوالات

۱۔پیغمبر اسلام سے ایسی روایت بیان کریں جوآپ کے ظہور اور آفاقی عدالت

پر دلالت کرتی ہے ؟

۲۔ امام زمانہؑ کی ولادت مخفی کیوں تھی ؟

۳۔ امام زمانہؑ کی خصوصیات بطور خلاصہ بیان کریں ؟

---

[1] یہ ان خصوصیات کا خلاصہ ہے جنہیں محدث قمی نے منتھی الاما ل میں نقل کیا ہے ۔

امام زمانہ کے شکل وشائل (دوسری فصل)

روایت میں ہے کہ امام زمانہ رسول اللہ سے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے اور آپ کے شکل وشائل کے حوالے سے جو کچھ تاریخ میں درج ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ سفیدی وسرخی کا سنگم نورانی چہرہ۔

۲۔ رخسار مبارک گندمی لیکن شب زندہ داری کے باعث زردی مائل۔

۳۔ کشادہ اور تابناک پیشانی۔ ۴۔ بھویں آپس میں متصل اور ناک ستواں۔

۵۔ دلکش چہرہ۔

۶۔ ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر رخ زیبا کا نور غالب ہوگا۔

۷۔ داہنے رخسار پر ایک تل ہوگا۔

۸۔ سامنے کے دندان مبارک میں (رسول خدا کی مانند) شگاف ہوگا (جو حسن کو دوبالا کردے گا)۔

۹۔ آنکھیں سیاہ وسرمئی اور سر پر ایک نشان ہوگا۔

۱۰۔ بھرے اور کشادہ شانے۔

۱۱۔ روایت میں ہے کہ ''المھدیّ طاووس أھلَ الجنّۃِ وجھہ کالقمر الدری علیہ جلابیب النور'' امام زمانہ اہل بہشت کے لئے طاؤوس مور) کی طرح ہیں آپ کا چہرہ چاند کی طرح منور اور جسم پر نورانی لباس ہوگا۔

۱۲۔ نہ دراز نہ پستہ بلکہ میانہ قد ہوں گے ۔

۱۳۔ قدوقامت ایسا اعتدال وتناسب کے سانچہ میں ڈھلا ہوگا کہ چشم عالم نے اب تک نہ دیکھا ہوگا ۔ ''صلی اللہ علیہ وعلی آبائہ لطاہرین'' امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ غیبت صغری کا آغاز آپ کے پدر بزگوار کی شہادت اور ان پر نماز پڑھنے کے بعد ہوا ۔اس غیبت میں امام زمانہؑ نے اپنے لئے خصوصی نائب چنے جن کے ذریعہ شیعوں کی ضروریات اور ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے کچھ دن تک چار نمایندے ایک کے بعد ایک آپ کا حکم اور جواب لے کر شیعوں تک پہنچاتے تھے ۔

امام کے پہلے نائب خاص :ابو عمر عثمان بن سعید العمری الاسدی تھے جن کی نیابت ۲۶۰؁ھ سے شروع ہوکر ۲۸۰؁ھ پر ختم ہوگئی ۔ دوسرے نائب :ان کے بیٹے محمد بن عثمان العمری تھے جو باپ کے انتقال کے بعد ۲۸۰؁ھ سے ۳۰۵؁ھ تک نائب تھے ۔ تیسرے نائب :ابوالقاسم الحسین بن روح نو بختی جن کی نیابت ۳۰۵؁ھ سے لے کر ۳۲۶؁ھ تک تھی ۔چوتھے نائب :ابوالحسن علی بن محمد سمری ۳۲۶؁ھ سے لے کر ۳۲۹؁ھ تک تھے اور اسی سال ۱۵شعبان کو انتقال کر گئے ۔ان حضرات کے نیابت کی جگہ بغداد تھی اور یہ سب بغداد میں ہی مدفون ہیں اس کے بعد غیبت کبری کا آغاز ہوجاتا ہے۔ امام زمانہؑ کی غیبت کبریٰ امام زمانہ کی غیبت کبری علی بن محمد سمری کے انتقال سے چھ دن قبل امام زمانہ کی جانب سے توقیع شریف جاری ہوئی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا علیّ بن محمد السّمری أعظم اللّٰہ أجر اخوانک فیک فاِنک میت ما بینک وبین ستۃ أیام فاجمع أمرک ولا توصي اِلیٰ أحد فیقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظھور اِلّا بعد اِذن اللّٰہ تعالیٰ ذکرہ و ذلک بعد طول الأمد وقسوۃ القلوب وامتلاء الأرض جوراً وسیاتی من شیعتي مَن یدعي المشاھدۃ الا فمن ادعیٰ المشاھدۃ قبل خروج السّفیاني والصیحۃ فھوکذّاب مفترٍ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ العلّی العظیم.اے علی بن محمد سمری! ''خدا تمہاری موت پر تمہارے بھائیوں کو صبر اور اجر عظیم عطا کرے اب سے چھ دن کے اندر تمہارا انتقال ہوجائے گا ،لہٰذا اب تم اپنے امور کو مرتب کرلو اور آئندہ کے لئے کسی کو اپنا وصی مقرر نہ کرنا،جو تمہارے انتقال کے

بعد تمہارا جانشین قرار پائے کیونکہ اب غیبت تامہ (کبری) کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے اور اب اس وقت ظہور ہوگا جب خدا کا حکم ہو گا اور یہ ایک طویل مدت اور دلو ں کے سخت ہوجانے اور زمین کے ظلم سے بھر جانے کے بعد ہی ہو گا ۔آئندہ زمانے میں ہمارے شیعو ں میں سے بعض اس بات کا دعوی کریں گے کہ ہم نے امام زمانہ کو دیکھا ہے لیکن جو شخص سفیانی کے خروج اور آسمانی آواز سے پہلے مجھے دیکھنے کا دعوی کرے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں سوائے بلند و عظیم خدا کے[۱] ''۔

لہٰذا اب لوگ غیبت کبری میں علماء مجتہدین کی طرف رجوع کریں جیسا کہ خود امام زمانہ نے اسحاق بن یعقوب کے مسئلہ کے جواب میں جو محمد بن عثمان بن سعید سمری کے ذریعہ امام تک پہنچا تھا ۔

آپ نے فرمایا : ''وأمّا الحوادث الواقعة فارجعوا فيهااِلیٰ رواة أحاديثنا فأِنّهم حُجّتي عليكم وأنا حُجة اللّٰہ عليهم '' اب اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوجائے تو اس میں راویان حدیث کی جانب رجوع کرنا کیونکہ یہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی طرف سے ان کے لئے حجت ہیں۔ '' اللّٰهمّ عَجّل فَرجه واجعلنا من أعوانه وأنصاره[۲] '' (آمین)

سوالات

۱۔امام زمانہ کے شمائل کو مختصر طور پر بیان کریں ؟

۲۔ غیبت صغری کسے کہتے ہیں اور یہ کب تک جاری رہی ؟

۳۔نواب اربعہ کے نام بتائیں ؟

---

[۱] منتهى الامال نقل از شيخ طوسى وصدوق

[۲] بحث امامت کی تدوین و ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ؛ بحارالانوار ، حق اليقين مرحوم مجلسى ؛ اثبات الهدى، شيخ الحر عاملى ؛ المراجعات شرف الدين ، بررسى مسائل كلى امامت ابراہيم امينى اصول اعتقادرا اين گونہ تدريس كنيم ، امامى ، آشتيانى ، حسنى) كتابها ، عقائد آقايان مكارم شيرازى ، سبحانى استادى رى شہرى، قرأتى كلمة الطيب ، مرحوم طيب۔

انتیسواں سبق

ولایت فقیہ

عربی میں ولایت کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ا۔ رہبری اور حکومت

۲ ۔ سلطنت اجب ولایت کسی فقیہ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی معاشرہ کی راہنمائی اور ان کی رہبری ہے اگر اسلام کے سیاسی نظام کی شرح کی جائے اور اس کے سیاسی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے تو اس صورت میں ولایت فقیہ غیبت امام زمان میں اس مذہب کا ایک اہم رکن ہوگا ۔ اہل تشیع کے نزدیک عصر غیبت میں ولایت فقیہ ائمہ معصومین کی ولایت کی تکمیل و استمرار ہے جس طرح ائمہ کی امامت رسول کی ولایت کا دوام ہے اس عقیدہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی کلید باگ ڈور سنبھالنے کے لئے ایک صدر مقام ہو اور وہ ایک ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہو جو اسلام کی صحیح شناخت رکھتا ہو اگر عصر معصوم ہے تو خود معصوم اس کی نظارت فرمائیں اور ان کی عدم موجودگی میں فقیہ جامع الشرائط اس عہدہ کو ذمہ دار ہو گا ۔ چونکہ اسلام کی نظر میں حکومت کا اصل کام ضروریات اسلام اور احکام اسلامی کو لوگوں کے درمیان نافذ کرنا ہے ۔ اور اس مقصد تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ حکم کو قطعی اور حتمی صورت دینے والا شخص دین کی مکمل شناخت رکھتا ہو ۔

ولایت فقیہ پر عقلی دلیل اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر سماج اور ہر حکومت کے لئے رہبر کا ہونا ضروری ہے، اگر کسی سماج میں اسلامی حکومت و سلطنت ہو تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس حکومت کی باگ ڈور ایسے ہاتھ میں ہو جو احکام و قوانین اسلامی کو مکمل طور سے جانتا ہو، اب اگر امام معصوم لوگوں کے درمیان ہے تو وہ اس منصب کا حقیقی حقدار ہے ۔ لیکن زمانہ غیبت میں معاشرہ کی رہبریت کی صلاحیت رکھنے والا فقیہ عادل اس مقام کا مستحق ہے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اسلامی قوانین اور احکام اسلامی

---

[۱] قاموس المحیط ص،۱۷۳۲ مصباح المنیر ج،۲ ص ۳۹۶ تاج العروس ج،۱۰ ص ۳۹۸ ۔

کو جاری کرنے والے کے لئے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے ۔ا۔ ''بہترین قانون شناس ہو'' ۲۔ '' قوانین اسلام کا بہترین مفسر ہو ''۳۔ ''قوانین اسلام کا بہترین عالم اور نافذ کرنے والا ہو اور کسی قسم کے اغراض ومقاصد کے تحت مخالفت کا قصد نہ رکھتا ہو ''۔اس خصوصیت کا حامل اس زمانہ غیبت میں ولی فقیہ ہے ۔ولایت فقیہ :یعنی ایسے اسلام شناس عادل کی طرف رجوع کرنا جو سب سے زیادہ امام معصوم سے قریب ہو ۔دلیل نقلی:ولایت فقیہ کے اثبات کے لئے بہت ساری روایتیں پائی جاتی ہیں جن میں بعض کی جانب اشارہ کرتے ہیں ۔ا۔ توقیع شریف جیساکہ صدوقؒ نے اسحاق بن یعقوب سے نقل کیاہے کہ امام زمانہ نے ان کے سوال کے جواب میں جو خط لکھا تھا وہ یہ حکم تھا ۔ '' وأمّا الحوادث الواقعۃ فارجعوا فیھا اِلیٰ رواۃ أحادیثنا فأِنّھم حُجّتی علیکم وأنا حُجۃ اللّٰہ علیھم ''اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتو ہمارے راویان حدیث کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم اللہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں[1]۔

مرحوم شیخ طوسیؒ نے بھی کتاب ''الغیبۃ'' میں اس حدیث کو نقل کیا ہے فقط '' أنا حُجۃ اللّٰہ علیھم ''کی جگہ '' انا حجۃ اللہ علیکم ''کا لفظ استعمال کیاہے کہ (میں تم پر حجت خدا ہوں)اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا جائیگاکہ اس حدیث میں امام زمانہؑ نے دو جملوں '' فأِنّھم حُجّتی علیکم وأنا حُجۃ اللّٰہ '' اس طرح بیان فرمایا جو بالکل روشن ہے راویان حدیث جوبھی فقہاء ہیں ان کا حکم امام کے حکم کے مانند ہے یعنی فقہاء لوگوں کے درمیان امام کے نائب ہیں ۔

۲۔وہ حدیث جو امام صادقؑ سے نقل ہوئی ہےاور مقبولہ محمد بن حنظلہ کے نام سے مشہور ہے ''مَن کان منکم قد رویٰ حدیثنا ونظر فِی حلالنا وحرامنا وعرف أحکامنا فلیرضوا بہ حکماً فاِنّی قد جعلتہ علیکم حاکماً فاِذا حکم بحکمنا فلم یقبلہ منہ فانما استخف بحکم اللّٰہ وعلینا ردّ والرّاد علینا کالرّاد علیٰ اللّٰہ وھو علیٰ حد الشّرک باللّٰہ[2]'' تم میں جو بھی ہماری حدیثیں بیان کرے اور جو ہمارے حلال وحرام میں صاحب نظر ہو اور ہمارے احکام کو صحیح طریقہ سے جانتا ہو اس کی حاکمیت سے راضی ہو کیونکہ ہم نے ان کو تم سب پر حاکم قرار دیاہے اگر انھو

[1] اکمال الدین صدوق ج۲،ص ۴۸۳
[2] اصول کافی ج۱، ص ۶۷

ں نے ہمارے حکم کے مطابق حکم کیا اور قبول نہیں کیا گیا تو حکم خدا کو ہلکا سمجھنا ہے اور ہمارے قول کی تردید ہے اور ہماری تردید حکم خدا کی تردید ہے اور یہ شرک کے برابر ہے ۔آج کی اصطلاح میں فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث کی روشنی میں حلال و حرام کو درک کر سکے ۔اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب امام معصوم کی موجودگی میں امام تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور امام معصوم کی حکومت نہ ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کا کام فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کرنا ہے اس زمانہ غیبت امام میں جبکہ کوئی امام موجود نہیں ہے تولوگوں کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ فقیہ جامع الشرائط کی طرف رجوع کریں ۔

۳۔شیخ صدوق امیر المومنین ں سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: ''اللّٰھمَّ ارحم خُلفاءِي الذين يأتون مِن بعدي يرون حديثي وسنتي[1]'' خدا یا ہمارے خلفاء پر رحم فرما آپ سے پوچھا گیا آپ کے جانشین کون ہیں ؟تو آپ نے فرمایا جو ہمارے بعد آئیں گے اور ہماری سنت واحادیث کو نقل کریں گے ۔اس حدیث سے ولایت فقیہ کے اثبات میں دو نکتہ پر غور کرنا ضروری ہے ۔

الف) رسول اسلام تین چیزوں کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔

۱۔آیات الٰہی کی تبلیغ احکام شرعی کی توضیح وتفسیر اور لوگوں کی ہدایت کے لئے۔

۲۔ اختلافات اور تنازع کے وقت قضاوت کے لئے۔

۳۔ حکومت اسلامی کی تشکیل اور اس کی حسن تدبیر یعنی ولایت کے لئے۔

ب) جو رسول کے بعد آئیں گے اور ان کی سنت واحادیث کو بیان کریں گے ان سے مراد فقہاء ہیں ۔راویان ومحدثین مراد نہیں ہیں کیونکہ راویان حدیث فقط حدیث نقل کرتے ہیں اور ان کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ حدیث یا سنت خود رسول اکرم کی ہے بھی یا نہیں ؟کون سی حدیث میں تعارض (ٹکراؤ) ہے اور کون سی مخصص ہے ان تمام چیزوں کو وہی جانتا ہے جو مقام اجتہاد اور

[1] من لا يحضره الفقيه ج۴،ص ۴۲۰ وسائل الشيعه ج ۱۸، ص ۶۵

درجہ فقاہت تک پہنچ چکا ہوتا ہے ان دو نکتوں کی جانب توجہ کرنے کے بعد اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہا پیغمبر کے جانشین ہیں اور وہ تمام چیزیں جوپیغمبر اسلامؐ کے لئے تھیں (جیسے تبلیغ دین، فیصلہ، حکومت وولایت) ان کے لئے بھی ہیں ۔

ولی فقیہ کے شرائط

۱۔اجتہاد وفقاہت: دینی واسلامی حکومت میں سماج ومعاشرہ کی زمامداری اسلامی قوانین کی بناء پر ہوتی ہے لہٰذا جو شخص اس منزل و مقام پر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی قانون کو اچھی طرح جانتا ہو تاکہ معاشرہ کی رہبری کے وقت اس کے قانون کی مخالفت نہ ہو ۔ اور ان قوانین کا علم اجتہادی منزل میں ہونا چاہئے ۔

۲۔ عدالت وتقوی :اگر عالم وفقیہ عدالت وتقوی سے دور ہوگا تواقتدار ومسند نشینی اس کو تباہ کردے گی بلکہ اس بات کا امکان ہے کہ ذاتی یاخاندانی منفعت کوسماجی وملی منفعت پر مقدم کردے ۔ولی فقیہ کے لئے پرہیزگاری،امانتداری،اور عدالت شرط ہے تاکہ لوگ اعتماد اوراطمینان کے ساتھ مسند ولایت اس کے حوالے کردیں ۔

۳۔سماجی مصلحت کی شناخت اور اس کی درجہ بندی :یعنی مدیر ومدبر ہو ۔ قال علیؑ : ''أیُّھا النّاس أن أحقّ النّاس بھذا الأمر أقواھم علیہ وأعلمھم بأمرِ اللہ فیہ[1]'' اے لوگو !حکومت کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ شجاع ہو اور احکام الٰہیہ کا تم میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو[2]۔

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۳

[2] ولایت فقیہ کی بحث کو مصباح یزدی ہادوی تہرانی ، کی بحثوں سے اقتباس کیا ہے۔

سوالات

۱۔ ولایت عربی لغت میں کن معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور ولایت فقیہ سے مراد کون ہیں؟

۲۔ ولایت فقیہ کے لئے عقلی دلیل بیان کریں ؟

۳۔ امام زمانہ کی توقیع مقدس جو فقہاء کے طرف رجوع کے سلسلہ میں ہے بیان کریں ؟

۴۔ مقبولہ عمر و بن حنظلہ سے کس طرح استدلال کیا جائے گا ؟

۵۔ حدیث ''اللّھم ارحم خلفائی'' میں ولی فقیہ کا امتیاز کیا ہے ؟

٦۔ ولی فقیہ کے شرائط کیا ہیں ؟

تیسواں سبق

معاد

توحید کے بعد اعتقادی امور میں قیامت سے اہم کوئی مسئلہ نہیں ہے، قرآن میں تقریبا بارہ سو آیتیں صرف معاد کے لئے ہیں ،اس طرح تقریبا ہر صفحہ پر معاد کاتذکرہ ہے اور تیس مقامات پر خداپر ایمان کے بعد اس دوسری دنیا پر ایمان کا تذکرہ ہے جیسے ''و یؤمنون باللہ والیوم الاخر'' خدا اوراس کی حکمت وعدالت اور قدرت پر ایمان ،معاد کے ایمان کے بغیر ناممکن ہے ۔اعتقاد معاد کے آثار ا۔معاد پر ایمان واعتقاد انسانی زندگی کوایک مفہوم عطاکرتاہے اوراس دنیا کی کھوکھلی زندگی سے رہائی دلاتا ہے ۔

۲۔ معاد کا عقیدہ انسان کوکمال کے راستے پر گامزن کرتاہے اوراسے ادھر ادھر حیران وسر گردان ہونے سے بچاتا ہے۔

۳۔ معاد پر ایمان تمام احکام الٰہی کے اجراء کی ضمانت ،حقدار کو ان کا حق ملنے کا سبب اور انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ دیتا ہے ۔

۴۔معاد پر ایمان کا اصلی مقصد پاکیزگی نفس،احکام شرعی پر عمل پیرا ہونا اورایثار وقربانی ہے ۔

۵۔ معاد کا عقیدہ دنیاداری کے اس جڑکو اکھاڑ پھینکتاہے جس پر خطا ومظالم کی بنیاد ہے اور یہ فعل خود تمام گناہو ں سے دوری کا سبب ہے ۔خلاصہ کلام یہ کہ معاد پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کے اعمال میں بہت زیادہ فرق آجا تا ہے او راس کا گہرا اثر پڑتا ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کی بازگشت اس کے اعتقادکی طرف ہوتی ہے دوسرے لفظوں میںوں سمجھیں کہ ہر انسان کے کردار اوراعتقاد کارابطہ دوسری دنیا سے براہ راست ہوتاہے جوبھی معاد پر اعتقاد رکھتا ہے اپنی اوراپنے اعمال کی اصلاح میں حد سے زیادہ سخت اور حساس ہوتاہے وہ جب بھی کوئی کام کرتاہے اس کا قطعی نتیجہ اپنی آنکھو سے دیکھ لیتاہے اسی لئے وہ ہمیشہ اپنے اعمال پر نظر رکھتاہے ان لوگو ں کے بہ نسبت جو مرنے کے بعد والی زندگی کی طرف توجہ نہیں کرتے، انکی دنیاوی زندگی عبث بیکا راور تکراری

ہے اگر دنیا کی زندگی کو آخرت پر ایمان رکھے بغیر دیکھیں تو بالکل ویسے ہے جیسے وہ بچہ جو بطن مادر میں ہے اور اس کے لئے یہ دنیا نہ ہو تو وہ ایک تاریک قید خانہ کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ درحقیقت اگر اس دنیا کا اختتام فقط فنا ونابودی ہے تو کتنا خوفناک اور بھیانک ہے یہاں تک آرام دہ زندگی بھی عبث اور بے فائدہ ہوجائے گی کچھ دن تک سادہ لوح اور ناتجربہ کار پھر ہر طرح سے آمادہ کچھ دن غم وآلام کی زندگی پھر پیری وبڑھاپا اور موت ونابودی یہ سب کیا معنی رکھتا ہے تو پھر کس کے لئے زندہ ہیں ؟صرف کھانے لباس زحمات کا مقابلہ کرنے کے لئے ؟اس تکراری زندگی کو دسیوں سال کھینچنے سے کیا فائدہ؟ کیا واقعاً اتنا وسیع آسمان اور یہ زمین اور یہ حصول علم کی زحمت اور تجربات یہ اساتید اور مربی یہ سب فقط چند دن کی زندگی کے لئے تھے پھر ہمیشہ کے لئے فناونابودی ہے اس جگہ قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے زندگی کا عبث وبیکار ہونا قطعی ہوجاتاہے لیکن جو لوگ معاد پر اعتقاد رکھتے ہیں دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اس کسان کی مانند ہے جو فصل اس لئے اگا تاہے کہ اس سے ایک مدت تک بلکہ ہمیشہ اپنی زندگی بسر کرئے گا ۔

زندگی ایک پل اور صراط مستقیم کی مانند ہے جس پر چل کر انسان ایک مقصد تک پہنچتاہے جیساکہ قرآن نے فرمایا :(وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ[1]) وہاں ان کے لئے وہ تمام چیزیں ہوں گی جس کی دل میں خواہش ہو اور جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہو اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اس دنیا جیسی با عظمت(''لاعین رأت ولا أذن سمعت'' نہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا او رنہ کسی کا ن نے سنا ہوگا) مقام کوپانے کے لئے سختیاں آسان، کوششیں شیریں ہوجاتی ہیں مشکلا ت کو برداشت کرنا اور سختیوں کو تحمل کرنا بہت آسان لگتا ہے کیو نکہ اس کے نتیجہ میں ہمیشہ رہنے والا آرام وآسائش ہے قیامت پر ایمان رکھنے کا پہلا فائدہ بامقصد ہونا ہے کیونکہ قیامت پر اعتقاد رکھنے والوں کی نظر میں موت فناونابودی کانام نہیں بلکہ ایک ابدی زندگی کے لئے ایک روشن دان کی مانند ہے۔

قیامت پر ایمان رکھنے کا فائدہ قرآن کی نظرمیں قیامت پر ایمان انسان کی تربیت کا اہم سبب ،اچھے کام انجام دینے اور معاشرہ کی خدمت کرنے کا محرّک نیز گناہوں سے روکنے کاایک مضبوط ذریعہ ہے قرآن میں اہم تربیتی مسئلہ کو اسی راستہ سے پیش کیاگیا ہے جیساکہ

---

[1] سوره زخرف آية: ۷۱

بعض آیات میں ہے کہ نہ تنہا قیامت پرایمان اور اعتقاد بلکہ ظن واحتمال بھی مثبت آثار کا باعث ہے ۔ا۔ (ألا یظن أولٰئک أنّھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم النّاس لرب العالمین[1]) کیا انہیں یہ خیال نہیں کہ یہ ایک روز دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں بڑے سخت دن کہ جس دن سب رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے ۔

۲ ۔دوسری آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ صرف اس دوسری دنیا کی امید وتوقع ہی گناہوں سے روکنے اور عمل صالح کرنے کے لئے کافی ہے(فمن کان یرجوا لقاء ربّہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربّہ أحداً[2]) ''لہٰذا جو بھی اس کی ملاقات کاامید وار ہے اسے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے''۔

۳۔ قرآن کا صریحی اعلان ہے کہ انسان کے افعال وکردار ابدیت کا لباس پہن لیتے ہیں اورقیامت میں اس سے الگ نہیں ہوں گے (یوم تجد کلّ نفس ما عملت من خیر محضراً وما عملت من سوء تودّ لوأن بینھا وبینہ أمداً بعیداً[3]) ''اس دن کو یاد کرو جب انسان اپنے اعمال نیک کو بھی حاضر پائے گا اور اعمال بد کو بھی جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہمارے او ران برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا'' ۔

۴۔قیامت کا معتقد کسی اچھے یابرے کام کو چھوٹا نہیں سمجھتا ہے کیونکہ قرآن کے مطابق چھوٹی چیز کابھی حساب ہوگا (فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ[4]) پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ بھی اسے دیکھے گا ۔ایک شخص مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! ہمیں قرآن کی تعلیم دیں پیغمبر نے ایک صحابی کے حوالے کردیا تاکہ وہ اس کو قرآن کی تعلیم دے وہ مسجد کے کونے میں بیٹھ کراسی دن قرآن سیکھنے لگا ،معلم نے سورہ زلزال پڑھانا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا تو اس آدمی نے رک کر تھوڑا سونچا اورپوچھتا ہے کیایہ وحی ہے؟ معلم نے کہا ہاں؛ اس نے

[1] سورہ مطففین آیۃ:۴تا۶
[2] سورہ کھف آخری آیت
[3] سورۂ آل عمران ،۳۰
[4] سورہ زلزال آخری آیۃ

کہا بس کیجئے ہم نے اس آیت سے سبق سیکھ لیا جب ہمارے ہر چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال کا حساب ہوگا تواب ہم کو اپنی ذمہ داریوں کا علم ہوگیا یہی جملہ ہماری زندگی کی کا یاپلٹنے کے لئے کافی ہے اس نے خدا حافظی کی اور چلا گیا ۔ معلم،رسول کے پاس آیا سارا واقعہ بیان کیا ،حضرت نے فرمایا : ''رجع فقیھاً ''،گوکہ وہ چلا گیا مگر سب کچھ سمجھ کرگیا ہے ۔

قیامت کا معتقد خدا کی راہ میں تمام سختیاں اور مشکلات برداشت کرتا ہے اور اخروی زندگی کی خاطر اس دنیوی زندگی کو خیر باد کہہ دیتا ہے،جیساکہ جادوگروں نے جب موسی کے معجزہ کو دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے تو سب ان کی رسالت پرایمان لے آئے فرعون نے کہا ہم سب کے ہاتھ پیر کاٹ دیں گے اور سولی پر لٹکا دیں گے ان لوگوں نے جواب میں کہا (:فَاقضِ ماأنتَ قَاضٍ اِنَّما تَقضِي هذہِ الحَیاۃَ الدُّنیا اِنّا أمنَّا بِرَبِّنَا لِیَغفِرَ لَنَا خَطایانا وَما أکرَهتَنا عَلیهِ مِن السِّحرِ وَاللهُ خَیر وَأبقیٰ[1]) ''اب تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کرلے تو فقط زندگانی دنیا ہی تک کا فیصلہ کرسکتا ہے ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کردے اور اس جادو کو بخش دے جس پر تونے ہمیں مجبور کیا تھا اوراللہ سب سے بہتر اوروہی باقی رہنے والا ہے ۔

سوالات

۱۔ قیامت پر ایمان رکھنے کے فوائد بیان کریں ؟

۲۔ جو قیامت کا معتقد نہیں ہے اس کی زندگی کیسی ہے ؟

۳۔ قیامت پرایمان رکھنے کا فائدہ بطور خلاصہ بیان کریں ؟

---

[1] سورہ طہ آیۃ :۷۲تا۷۳

اکتیسواں سبق

اثبات قیامت پر قرآنی دلیلیں

پہلی خلقت کی جانب یاد دہانی (وَهُوَ الَّذِي يَبدؤا الخَلَق ثُمّ يُعيدُهُ وَهُوَ أهوَن عَلَيه[1]) ''اور وہی وہ ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے اور پھر دوبارہ بھی پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لئے بے حد آسان ہے'' (كَمَا بَدأَكُم تَعُودُون[2]) اس نے جس طرح تمہاری ابتداء کی ہے اسی طرح تم پلٹ کر بھی جاؤ گے (وَيَقُولُ الإِنسَانُ ءإِذَا مَا مِتُّ لَسَوفَ اخرج حَيّاً أَوَلا يَذكُر الإِنسَان إِنا خَلَقنَاهُ مِن قَبلُ وَلَم يَكُ شَيئاً[3]) اور یہ انسان کہتا ہے کہ کیا ہم جب مرجائیں گے تو دوبارہ زندہ کرکے نکالے جائیں گے کیا وہ اس بات کو یاد نہیں کرتا ہے کہ پہلے ہم نے اسے خلق کیا ہے جب یہ کچھ نہیں تھا (فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُم أَوّلَ مَرّة[4]) عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ واپس لاسکتا ہے تو کہہ دیجئے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے ۔

ایک صحرای عرب کو ایک انسان کی بوسیدہ ہڈی کا کوئی ٹکڑا ملا وہ اس کو لے کر دوڑتا ہوا شہر کی جانب آیا اور پیغمبر کو تلاش کرتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور چیخ کر کہتا ہے کون اس پرانی ہڈی کو دوبارہ زندہ کرے گا ؟۔ارشاد ہوا : (قُل يُحيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوّلَ مَرّة وَهُوَ بِكُلّ خَلقٍ عَلِيم[5]) ''آپ کہہ دیجئے جس نے پہلے خلق کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے'' ۔مذکورہ اور ان جیسی آیات کے پیش نظر انسانوں کو تخلیق کی ابتداء کی طرف توجہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کو دوبارہ پلٹانا خدا کے لئے بہت آسان ہے یعنی قادر المطلق خدا کے لئے یہ ساری چیزیں بہت آسان ہے (تخلیق کی ابتداء اور دوبارہ قیامت میں واپس پلٹانا ایک ہی چیز ہے ۔قیامت اور خدا کی قدرت مطلقہ خدا کی قدرت: خدا کی ایک صفت قادر مطلق ہونا ہے جو توحید کے بحث میں گزر چکی ہے یہ وسیع آسمان یہ کہکشاں ،منظومہ کثیر اور عظیم کواکب ،مختلف النوع مخلوقات یہ سب کے سب اس کے

---

[1] سورہ روم، آیۃ:۲۷
[2] سورہ اعراف ،آیۃ:۲۹
[3] سورہ مریم آیۃ :۶۶۔۶۷
[4] سورہ اسراء آیۃ:۵۱
[5] سورہ یس آیۃ ۔۷۹

قادر مطلق ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان سب کومان لینے کے بعد سوال کا کوئی مقام نہیں رہتا کہ انسان کیسے دوبارہ زندہ ہوگا (أولَمْ یَرَوا أنّ اللّٰہ الّذِي خَلَقَ السّمواتِ وَالأرضَ وَلَمْ یَعيَ بِخَلقِھِنّ بِقَادرٍ علیٰ أن یُحییَ الموتیٰ بَلیٰ اِنّہ علیٰ کُلِّ شَيءٍ قدیرٌ[1]) ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اوروہ ان کی تخلیق سے عاجز نہیں تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے کہ یقیناوہ ہر شئ پر قدرت رکھنے والاہے ''(أوَ لَیسَ الّذِي خَلَقَ السّمواتِ والأرضَ بِقَادِرٍ علیٰ أن یَخْلُقَ مِثْلَھُم بَلیٰ وَھُوَ الخَلّاقُ العَلِیمُ[2]) ''توکیا جس نے زمین وآسمان کوپیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان کا مثل دوبارہ پیداکرے یقیناہے اور وہ بہترین پیداکرنے والااور جاننے والاہے ''۔

(أیَحْسَبُ الِانسانُ أن لَن نَجْمَعَ عِظَامَہ بَلیٰ قَادِرِینَ علیٰ أن نُسَوِّيَ بَنَانَہ[3]) کیا انسان یہ خیال کرتاہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کوجمع نہیں کر سکیں گے یقیناہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پورتک درست کردیں۔ (أیَحْسَبُ الْانسانُ أن یُترَکَ سدیً ألَمْ یَکُ نُطفَۃً مِن مَنِيٍ یُمنیٰ ثُمّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّیٰ فَجَعَلَ مِنہ الزّوجَینِ الذّکَرَ وَالأنثیٰ ألیسَ ذٰلِکَ بِقَادرٍ علیٰ أن یُحیِيَ المَوتیٰ[4]) ''کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے اسطرح آزاد چھوڑ دیاجائے گا کیا وہ اس منی کاقطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتاہے پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کرکے برابر کیا پھر اس سے عورت اورمرد کوجوڑا تیار کیا ۔کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکے'' ۔(قُل سِیرُوا فِي الأرضِ فَانْظُروا کَیفَ بَدأ الخَلْقَ ثُمّ اللّٰہ یُنْشِئُ النّشْأۃَ الأخرۃَ إنّ اللّٰہ علیٰ کُلِّ شَيءٍ قَدِیرٌ[5]) ''آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے کس طرح خلقت کا آغاز کیاہے اس کے بعد وہی آخرت میں دوبارہ ایجاد کرے گا بیشک وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والاہے'' ۔مسئلۂ قیامت اوردلیل عدالت قیامت اور خدا کی عدالت : خداکے حکم کے مقابلہ میں دوطرح کے لوگ ہیں کچھ اس کے مطیع اور فرمانبردار کچھ عاصی اور گنہگار ۔اس طرح کچھ لوگ ظالم ہیں کچھ مظلوم (جو سختی کی زندگی گذاررہے ہیں) کچھ زندگی کی

---

[1] احقاف آیہ: ۳۳
[2] یٓس آیۃ: ۸۱
[3] قیامت آیۃ :۳۔۴
[4] قیامت آیۃ:۴۰۔۳۶

[5] سورہ عنکبوت آیۃ:۲۰

ہر آسائش وآرام سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو فقر وفاقہ اور تنگ دستی کی زندگی گذار رہے ہیں ۔ لہٰذا خدا کی قدرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس دنیا کے بعد قیامت اور حساب وکتاب ہو تاکہ ان مسائل کی مکل تحقیق ہو سکے ۔ (أمْ حَسِبَ الَّذِین لَہٗ السَّمواتِ والأرضَ بالحق وَلتُجزیٰ کُلُّ نَفسٍ بِما کَسَبت وَھُمْ لاَ یُظلَمُون[1]) ''کیا برائی اختیار کرنے والوں نے یہ سونچ لیا ہے کہ ہم ان کو ایمان لانے والوں اورنیک کام انجام دینے والوں کے برابر قرار دیں گے سب کی موت وحیات ایک جیسی ہوگی یہ ان لوگوں نے نہایت بدترین فیصلہ کیا ہے اور اللہ نے زمین وآسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لئے بھی کہ ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جا سکے اور یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا''

(أفَمن کَانَ مُؤمِناً کَمَن کَا ن فَاسِقاً لاَ یَستوون[2]) ''کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہوجا ئے گا جوفاسق ہے ہر گز نہیں ،دونوں برابر نہیں ہو سکتے''. (أ فَنَجعَلُ المُسلمِین کالمُجرِمین مَا لَکُم کَیفَ تَحکُمُون[3]) ''کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں جیسا بنا دیں تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو۔

(أم نَجعَلُ الَّذین آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ کالمفسِدِین فِی الأرضِ أم نَجعَلُ المُتَّقِین کَالفُجَّار[4]) ''کیا ہم ایما ن لانے والے اورنیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والو ں جیسا قرار دیدیں گے یا صاحبان تقوی کوفاسق وفاجر جیسا قرار دیدیں گے''؟!(اِلَیہِ مَرجِعُکُم جَمِیعاً وَعدَ اللّٰہِ حَقّاً اِنَّہٗ یَبدؤا ا لخَلقَ ثُمَّ یُعیدُہٗ لِیَجزِيَ الَّذِین آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ بالقِسطِ وَالَّذِین کَفَرُوا لَھُم شَرابٌ مِن حَمِیمٍ وَعَذابٌ أَلِیمٌ بِمَا کَانُوا یَکفُرُون[5]) اس کی طرف تم سب کی بازگشت ہے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خلقت کا آغاز کرنے والا ہے اور واپس لے جانے والا ہے تاکہ ایمان اورنیک اعمال کو عادلانہ جزا دے سکے اور جو کافر ہوگئے ان کے لئے تو گرم پانی کا مشروب ہے اور ان کے کفر کے بنا پر دردناک عذاب بھی ہے۔

---

[1] جاثیہ: ۲۱۔۲۲
[2] سورہ سجدہ آیۃ:۱۸
[3] قلم :۳۶،۳۵
[4] سورہ ص: ۲۸
[5] سورہ یونس آیۃ: ۴

سوالات

۱۔ پہلی خلقت قیامت پر کس طرح دلیل ہے ؟

۲۔ خدا کی قدرت قیامت کے لئے کس طرح دلیل ہے ایک آیت پیش کریں ؟

۳۔ دلیل عدالت،قیامت کو کس طرح ثابت کرتی ہے ؟

بتیسواں سبق

معاد اور فلسفہ

خلقت قرآن کی تقریباً سو آیتوں میں خدا کو لفظ حکیم سے یاد کیا گیا ہے ۔اور ہم اس کی حکمت کی نشانیوں کو دنیا بھر میں دیکھتے ہیں ۔اگر ہم فرض کریں کہ موت زندگی کے خاتمہ کا نام ہے اور مرنے کے بعد قیامت نہیں ہے تو خلقت بیکار وعبث ہو جائے گی اور حکیم خدا کبھی بھی بیکار کام انجام نہیں دیتا ،کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ وہ تمام حکمتیں جو خدا نے دنیا کی خلقت کے لئے قرار دی ہیں وہ سب عبث ہیں اور اس دنیا کا اختتام فنا ونا بودی ہے؟ کیا یہ یقین کرنے کے قابل ہے کہ خدا اس دنیا کے دستر خوان کو بچھائے اور دنیا کی تمام ضروریات زندگی کو مہیا کرے اور اس کے بعد موت کی وجہ سے یہ ساری چیزیں ختم ہوجائیں اور یہ دنیا کا بچھا ہوا دستر خوان سمٹ جائے (رَبَّنَا مَا خَلَقتَ هذا بَاطِلاً[1]) خدایا! تونے اس کائنات کو بیکار وعبث خلق نہیں کیا ہے ۔

لہٰذا حکیم وعلیم خدا پر ایمان رکھنا موت کے بعد کی زندگی پر ایمان رکھنے کے برابر ہے یعنی اگر کوئی وحدانیت کا قائل ہے تو ضروری ہے کہ وہ قیامت پر بھی ایمان رکھتا ہو اس سلسلہ میں بہت ساری آیتیں ہیں جن میں سے بعض کو بطور نمونہ پیش کررہے ہیں ۔ (أَ فَحَسِبْتُم اِنَّمَا خَلَقنَاكُم عَبَثاً وَأَنَّكُم اِلَينَا لاَ تُرجَعُون) ''کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار خلق کیاہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤگے[2]'' ۔ (وَمَا خَلَقنَا السَّمَاءَ وَالأَرضَ وَمَا بَينَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ) ''میں نے آسمان وزمین اوراس کے درمیان کی چیزوں کو بیکار خلق نہیں کیاہے یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہوگئے ہیں پس کافروں کے واسطے جہنم کی آگ ہے[3]'' ۔ (وَمَا خَلَقنَا السَّمٰوَاتِ وَالأَرضَ وَمَا بَينَهُمَا اِلَّا بِالحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لآتِيَةٌ فَاصفَحِ الصَّفحَ الجَمِيلَ) ''میں نے آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی چیزوں کو خلق نہیں کیا مگر حق پر اور قیامت یقینی ہے[4]'' ۔ (أَيَحسَبُ الأِنسَانُ أَن يُترَكَ سُدىً أَلَم يَكُ نُطفَةً مِن مَنِيٍّ

---

[1] آل عمران ۱۹۱
[2] مومنون آیۃ: ۱۱۵
[3] سورہ ص آیۃ: ۲۷
[4] سورہ حجر آیۃ: ۸۵

یُمنیٰ ثُمّ کَانَ عَلَقۃً فَخَلَقَ فَسَوّیٰ فَجَعلَ مِنہ الزّوجینِ الذّکرَ وَالأنثیٰ أَلَیسَ ذٰلِکَ بِقادرٍ عَلیٰ أن یُحییَ الموتیٰ[1]) ''کیا انسان کا خیال ہے کہ اسے اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ اس منی کا قطرہ نہیں تھا جسے رحم میں ڈالا جاتا ہے ۔پھر علقہ بنا پھر اس کو خلق کر کے برابر کیا پھر اس سے عورت اور مرد کا جوڑا تیار کیا ۔کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکے ۔؟

قرآن میں قیامت کے عینی نمونہ عزیر یا ارمیا ی پیغمبر کا قصہ :(أَوکالّذِي مَرّعلیٰ قَریۃٍ وَھِیَ خَاوِیۃٌ علیٰ عُروشِھا قَالَ أَنّی یُحیِي ھذہِ اللّٰہُ بَعدَ موتِھا فأَماتہ اللّٰہُ مِاءۃَ عامٍ ثُمّ بَعثَہ قَالَ کَم لَبِثتَ قَالَ لَبِثتُ یَوماً أَوبَعضَ یَومٍ قَالَ بَل لَبِثتَ مِاءۃَ عامٍ فَانظُر اِلیٰ طَعامِکَ وَشَرابِکَ لَم یَتسنّہ وَأنظُر اِلیٰ حِمارِکَ وَلِنجعَلکَ آیۃً للنّاسِ وَانظُر اِلیٰ العِظامِ کَیفَ نُنشِزُھا ثُمّ نَکسُوھا لَحماً فَلمّا تَبیّنَ لَہُ قَالَ أَعلَمُ أَنّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَيءٍ قَدیرٌ[2]) ''جناب عزیر کا ایک دیہات سے گزر ہوا آپ نے دیکھا کہ وہ تباہ وبرباد پڑا ہوا ہے ۔کہا خدا ان مردوں کو کیسے زندہ کریگا خدا نے انہیں سو سال کی موت دیدی پھر انہیں زندہ کیا پوچھا کتنے دن تک سوئے رہے کہا ایک دن یا اس سے کم خدا نے کہا تم یہاں سو سال تک سوتے رہے ہو ذرا اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھو جو ختم ہو چکا ہے اپنے گدھے کی طرف دیکھو جو خاک میں مل چکا ہے تاکہ میں تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دوں اپنی ہڈیوں کیطرف دیکھو کہ انہیں جمع کرکے ان پر گوشت چڑھا یا چونکہ یہ بات ان کے واسطے واضح ہو چکی تھی کہا : جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتا ہے ''وہ برباد شہر جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ (بیت المقدس) تھا اور یہ تباہی بخت النصر کے ذریعہ ہوئی ہے ۔حضرت عزیر جب کھانا پانی لے کر اپنے گدھے پر سوار اس شہر سے گذرے دیکھا گھر تباہ اور ان کے رہنے والے مٹی میں مل چکے ہیں ان کی ہڈیاں پرانی ہوکر زمین میں بکھری پڑی ہیں اس المناک منظر نے پیغمبر کو سوچنے پر مجبور کردیا اور خود سے کہنے لگے خدایا! انہیں کب اور کیسے زندہ کرے گا؟ ۔خدا نے انہیں عملی جواب دیا انہیں اوران کے گدھے کو سو سال تک کے لئے موت دی اس کے بعد پہلے انہیں زندہ کیا تاکہ خدا کی طاقت کا وہ خود اندازہ لگائیں کہ کھانا جو جلدی خراب ہو جاتا ہے تبدیل نہیں ہوا اور مردوں کو زندہ ہوتے وہ خود دیکھ لیں ۔

---

[1] سورہ قیامت آیۃ: ۳۶۔۴۰

[2] سورہ بقرہ آیۃ :۲۵۹

حضرت عزیر نے جیسے ہی اپنی سواری کو زندہ ہوتے دیکھا کہا کہ جانتا ہوں خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے یہ آیۃ اور یہ پیغمبر کا قصہ معاد جسمانی کو ثابت کرنے کے لئے بہترین دلیل ہیں. حضرت ابراہیم کا قصہ :(واذ قالَ ابراهیمُ ربّ أرِنی کیفَ تُحیِ الموتیٰ قالَ أولَم تؤمن قالَ بلیٰ وَلکن لیطمَئِن قلبی قالَ فَخُذ أربعۃَ مِن الطّیرِ فَصرھُن الیکَ ثُمَّ اجعَلَ علیٰ کُلِ جَبَلٍ مِنھُن جُزأ ثُمَّ ادعُھُن یأتِینکَ سَعیا وَأعلَم أن اللّٰہ عَزِیزٌ حَکِیمٌ[1]) ''جناب ابراہیم نے عرض کیا بارالہا! مجھے دکھا دے کیسے مردوں کو زندہ کرے گا؟ خدا نے کہا مگر تمہیں ہم پر ایمان نہیں ہے کہا ہے تو مگر چاہتا ہوں دل کو سکون مل جائے کہا چار طرح کے پرندوں کو جمع کرو (مرغ ،مور ،کبوتر ، کوا،)انہیں ذبح کرکے گوشت پہاڑ پر رکھد و اور ان کے ہر جزء کو اللہ کے نام پر بلاؤ وہ دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ خدا بڑی حکمت والا ہے''۔

مفسرین نے اس آیۃ کے ذیل میں لکھا کہ حضرت ابراہیم دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے ایک مردے کو دیکھا کہ جو دریا کے کنارے پڑا ہے مردہ خور جانور اس کے چاروں طرف جمع ہیں اور کھا رہے ہیں جب حضرت ابراہیم نے اس منظر کو دیکھا تو مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوچنے لگے کہ وہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے (کیونکہ اس مردہ کا گوشت دوسرے کا جزء بن چکا تھا) جبکہ جناب ابراہیم کو علم الیقین تھا کہ خدا مردوں کو زندہ کرے گا لیکن اسے آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھنا چاہتے تھے ۔مقتول بنی اسرائیل کا قصہ:(واِذ قَتَلتُم نَفسا فَادّارأتُم فِیھا واللّٰہ مخرِجٌ ماکُنتُم تکتُمون فَقُلنا اضرِبُوہ بِبَعضھا کذٰلک یُحیِ اللّٰہ الموتیٰ وَیُرِیکُم آیاتہِ لَعلّکُم تَعقِلُون[2]) ''جب تم لوگوں نے ایک شخص کو قتل کرکے اس کے سلسلے میں اختلاف کیا کہ کس نے قتل کیا ہے جسے تم چھپانا چاہتے تھے خدا اسے ظاہر کرتا ہے پس ہم نے کہا اس گائے کا کچھ حصہ اس مقتول کے بدن پر مارو خدا مردوں کو اس طرح زندہ کرتا ہے آیت خود تمہیں دکھا رہی ہے شاید عقل سے کام لو ''۔بنی اسرائیل کا ایک آدمی مخفیانہ طور پر قتل کردیا گیا تھا اس کے قاتل کے سلسلے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ دوسرے قبیلے پر الزام لگا رہا تھا قریب تھا کہ ایک جنگ چھڑ جائے ان لوگوں نے جناب موسی

[1] سورہ بقرہ :۲۶۰
[2] سورہ بقرہ آیۃ۷۲ تا۷۳

ے مدد چاہی جناب موسی نے لطف خدا سے ان کی مدد کی حکم خدا کے مطابق گائے کو ذبح کرکے اس کے گوشت کو مقتول کے جسم پرمارا وہ شخص تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوگیا اور قاتل کی شناخت کی یہ معا د اور مردوں کے زندہ ہونے کے لئے بھی دلیل ہے ۔قوم موسی سے ستر آدمیوں کا زندہ ہونا :(وَاِذ قُلتُم یامُوسیٰ لَن نُؤمِن لَکَ حتیٰ نَرَیٰ اللہ جَھرۃً فَاَخذَتکُم الصَّاعِقۃُ وَأنتُم تَنظُرون ثُمّ بَعثنَاکُم مِن بَعدِ مَوتِکُم لَعَلَّکُم تشکُرون) جب تم لوگوں نے موسی سے کہا کہ ہم اس وقت تک خدا پرایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنی آنکھو ں سے دیکھ نہ لیں پھر بجلی نے (موت) تم سب کواپنی لپیٹ میں لے لیا اورتم دیکھتے رہے پھر ہم نے تم سب کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ ،بنی اسرائیل کے سرکردہ افراد جناب موسی کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور خداکو اپنی آنکھو ں سے دیکھنے کی بات دہرائی موت کی بجلی چمکی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا حضرت موسی بے ہوش ہوگئے،بنی اسرائیل کے نمائندوں کو موت ے اپنی آغوش میں لیا پھر خدا نے انہیں زندہ کیا تاکہ اس کی نعمت کا شکریہ اداکریں[1]۔

قیامت کوثابت کرنے کے لئے قرآن کی دوسری دلیل ہے جس میں مردے کوزندہ کیاگیاہے ۔

سوالات

۱۔ فلسفہ خلقت کے ذریعہ کس طرح قیامت کوثابت کریں گے ؟

۲۔ جناب عزیر یاارمیا پیغمبر کاواقعہ بیان کریں ؟

۳۔ جناب ابراہیم کا قصہ بیان کریں ؟

۴۔ مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کریں ؟

---

[1] سورہ بقرہ آیۃ ۵۵

تینتیسواں سبق

بقاء روح کی دلیل

روح باقی اور مستقل ہے: (وَلاَ تَحْسَبَنَ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ أَمواتاً بَلْ أَحیاءٌ عِندَ رَبِّھِم یُرزَقُونَ[1]) ''جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق ملتا ہے'' (وَلاَ تَقُولُوا لِمَن یُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ أَمواتٌ بَل أَحیاءٌ وَلٰکِن لاَ تَشعُرُونَ) جو اللہ کی راہ میں قتل ہوگئے ہیں انہیں مردہ ہرگز نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم انہیں نہیں سمجھ سکتے ہو[2]۔ (قُلْ یَتَوفَاکُمْ مَلَکُ المَوتِ الَّذِی وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ إِلیٰ رَبِّکُم تُرجَعُونَ) کہدو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر معین کیا گیا ہے وہ تمہاری روح قبض کر کے تمہارے رب کی طرف پلٹا دے گا[3]۔ مذکورہ آیات بقاء روح کی بہترین دلیل ہے اگر موت زندگی کے خاتمہ کا نام ہوتا تو شہداء کے لئے حیات کا مختلف انداز میں ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا پہلے کی دو آیتیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے ہیں اور ان کی روح کی بقاء کے حوالے سے ہیں ۔

تیسری آیت عام ہے کہ تمام لوگ خدا کی طرف پلٹ کر جائیں گے جو تمام انسانوں کے باقی رہنے پر دلیل ہے ۔کتاب مفردات میں راغب کے بقول وافی کے اصل معنی کمال تک پہونچنے کے ہیں لہٰذا توفی کے معنی مکمل گرفت کے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موت فنا کا نام نہیں بلکہ مکمل طور پر دسترسی ہے۔ (وَیَسئَلُونَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِن أَمرِ رَبِّی وَمَا أُوتِیتُم مِنَ العِلمِ إِلاَّ قَلِیلاً[4]) اے رسول! تم سے روح کے بارے میں سوال ہوتا ہے کہدو روح امر خدا ہے اس کا تھوڑا سا علم آپ کو عطا کیا گیا ہے۔ انسان خواب و موت کو دیکھتا ہے کہ جسمانی کمی وبیشی کے علاوہ ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہوتی ہے یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے پاس جسم کے علاوہ بھی کوئی جوہر ہے ۔

[1] آل عمران آیۃ ۱۶۹
[2] بقرہ آیۃ ۱۵۴
[3] سجدہ آیۃ ۱۱
[4] اسراء آیۃ :۸۵

کسی نے بھی روح کے وجود کا انکار نہیں کیا ہے یہاں تک کہ مادی حضرات نے بھی اس کے وجود کو قبول کیا ہے اسی بناء پر نفسیات ان علوم میں سے ہے جس پر دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تحقیق ہورہی ہے ۔ وہ واحد بحث جو خدا کے ماننے والوں اور مادی حضرات کے درمیان چل رہی ہے وہ روح کے مستقل ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں ہے اسلامی مفکرین اسلام کی بھرپور مدد سے اس بات کے قائل ہیں کہ روح باقی ہے اور مستقل ہے روح کے مستقل ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں ۔ پہلے عقلی دلیل پھر نقلی دلیل پیش کریں گے اگر چہ قرآن پر اعتقاد رکھنے والے بہترین دلیل کلام خدا کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو اصل مانتے ہیں۔ روح کے مستقل ہونے پر دلیل ا۔ ہم اپنے اندر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم متفکر و مدرک و مرید ہیں یہ چیز فکر اورارادہ اور ادراک سے الگ ہے دلیل یہ ہے کہ بولا جاتا ہے میری فکر میرا ارادہ میرا ادارک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فکر سے الگ ہیں ہم ارادہ سے ہٹکر ہیں درک اورہے ہم اور ہیں یہ سب ہم سے ہے اور ہم اسے اپنی ذات میں پاتے ہیں ہم دماغ، دل اور اعضاء سے الگ ہیں یہ (ہم) وہی روح ہے ۔

۲۔ جب بھی انسان اپنے کو جسم سے جدا فرض کرتا ہے اورتمام اعضاء بدن کا ناطہ اپنے آپ سے توڑ دیتا ہے پھر بھی اپنے کو زندہ محسوس کرتا ہے جبکہ اجزاء بدن نہیں ہیں اوریہ وجود وہی روح ہے جو مستقل رہ سکتی ہے ۔

۳۔پوری عمر میں شخصیت ایک ہے ۔ یہ ''ہم'' ابتداء زندگی سے آخر عمر تک ایک ہے یہ ''ہم'' دس سال پہلے بھی ہے اور پچاس سال بعد بھی، اگرچہ علم وقدرت زندگی کی کمال تک پہونچ جائے لیکن ''ہم'' اپنی جگہ برقرار ہے جبکہ آج کے علم نے ثابت کر دیا کہ انسان کے عمر میں کئی بار جسم میں ،رگوں میں ،یہاں تک کہ دماغ کی شریانوں میں تبدیلی ہوتی ہے چوبیس گھنٹے کے اندر کروروں رگیں ختم ہوتی ہیں اور کروڑوں ان کی جگہ پیدا ہوتی ہیں جیسے بڑے حوض میں پانی ایک جگہ سے جاتا ہے اور دوسری طرف سے آتا ہے ظاہر ہے بڑے حوض کا پانی ہمیشہ بدلتا ہے اگرچہ لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں اور اس کوایک ہی حالت میں دیکھتے ہیں ۔ نتیجہ :اگر انسان صرف اجزاء بدن کا نام ہوتا اورصرف دل و دماغ ہوتا یعنی روح نہ ہوتی تواپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں قرار پاتا ،مثلا اگر

کوئی دس سال پہلے کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو اس وقت اسے سزا نہیں دے سکتے اس لئے کہ جسم کے تمام خلیئے تبدیل ہو گئے ہیں گویا اب وہ دس سال پرانا جسم نہیں ہے۔اگر انسان ہمیشہ ذمہ دار ہے یہاں تک کہ وہ خود اس کا اعتراف کر رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے اگرچہ تمام اعضاء بدل چکے ہیں مگر وہ خود باقی ہے اور یہ وہی روح ہے۔روح کی بقاء اور استقلال پر نقلی دلیل تاریخ اسلام میں بہت سی جگہ موت کے بعد روح سے مربوط چیزیں آئی ہیں جن میں سے بعض یہاں پیش کی جا رہی ہے جنگ بدر کے بعد پیغمبر اسلام ؐنے حکم دیا کہ دشمن کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا جائے اس کے بعد پیغمبر ؐنے کنویں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا :''ھل وجد تم ماوعدکم ربکم حقاَ فاِنّی قد وجدت ماوعدنی رَبّی حقاَ ''کیا تم لوگوں نے وعدہ خدا کے مطابق سب کچھ پایا ہے ؟ہم نے تو اللہ کے وعدہ کو حق دیکھا) بعض افراد نے عرض کیا :کیا آپ بے جان لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں، وہ سب تو ایک لاش کی شکل میں پڑے ہیں پیغمبر اسلام نے فرمایا : وہ لوگ تم سے بہتر میری آواز سن رہے ہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ تم لوگ ان سے بہتر میری بات نہیں سمجھ رہے ہو[1]۔

سلمان فارسی مولا امیر المومنین کی طرف سے والی مدائن تھے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں : ایک دن سلمان فارسی کی عیادت کو گیا، جب وہ مریض تھے اور مرض میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ موت کی جانب قدم بڑھا رہے تھے مجھ سے ایک دن فرمایا اے اصبغ! رسول خدا نے مجھ سے فرمایا ہے جب موت قریب ہو گی تو مردہ تم سے باتیں کریں گے ہمیں قبرستان کی طرف لے چلو حکم کے مطابق انہیں قبرستان میں لے جایا گیا کہا مجھے قبلہ رخ کرو اس وقت بلند آواز سے کہا '': السلام علیکم یا اھلَ عرصۃ البلاء السلام علیکم یا محتجبین عن الدُنیا [2]''میرا سلام ہو تم پر اے بلاء کی وادی میں رہنے والو میرا سلام ہو اے اپنے کو دنیا سے چھپا لینے والو۔اسی وقت روحوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا جو چاہتے ہو سوال کرو جناب سلمان نے پوچھا تم جنتی ہو یا جہنمی ؟مردہ نے کہا خدا نے مجھے دامن عفو میں جگہ عنایت کی ہے اور میں جنتی ہوں جناب سلمان نے موت کی کیفیت اور موت کے بعد کے حالات دریافت کئے ا

---

[1] سیرہ ابن ہشام ج ،۱ ص ۶۳۹

[2] بحار الانوار ج۱، معادفلسفی ۳۱۵

س نے سب کا جواب دیا اس کے بعد جناب سلمان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی مولا امیرالمومنین ں جنگ صفین سے واپسی پر شہر کوفہ کے پیچھے قبرستان کے کنارے کھڑے ہوئے اور قبروں کی طرف رخ کر کے فرمایا :اے حولناک اور تاریک قبروں کے رہنے والوتم اس قافلہ کے پہلے افراد ہو ہم بھی تمہارے پیچھے آرہے ہیں لیکن تمہارے گھردوسروں کے ہاتھوں میں چلے گئے ہیں اور تمہاری بیویوں نے شادی کر لیں اورتمہارے مال واسباب تقسیم ہوچکے ہیں یہ سب میری خبر تھی تمہارے پاس کیا خبرہے ؟''ثُمَّ التفت اِلیٰ أصحابہ فقال أنا لوأذِن فِي الکلام لأخبروکم أنَ خیر الزاد التقویٰ[1]'' پھر اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا جان لو اگر انہیں بولنے کی اجازت ہوتی تویہ تمہیں بتاتے کہ بہترین زاد راہ تقوی وپرہیز گاری ہے ۔

سوالات

۱۔ قرآن بقاء روح کے لئے کیا کہتا ہے آیت کے ذریعہ بیان کریں ؟

۲۔ استقلال روح کے لئے عقلی دلیل بیان کریں ؟

۳ بقاء روح کے لئے ایک نقلی دلیل بیان کریں ؟

---

[1] نہج البلاغہ ،کلمات قصار ۱۲۵

چونتیسواں سبق

معاد جسمانی اورروحانی ہے

کیاموت کے بعد زندگی روحانی ہے ؟یعنی جسم کہنہ ہو کر بکھر جائے گااور آخرت کی زندگی فقط روح سے مربوط ہے یافقط جسمانی ہے اور روح کا شمار جسم کے آثاروخواص میں ہے ؟یا یہ کہ آدھی روحانی اور آدھی جسمانی ہے جسم لطیف اس دنیا وی جسم سے افضل ہے یاموت کے بعد زندگی مادی او رروحانی ہے اور دوبارہ دونوں جمع ہوکر حاضر ہوں گے، ان چاروں نظریوں کے حامی اور طرفدار موجود ہیں لیکن شیعوں کا نظریہ (عقیدہ)یہ ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں معاد جسمانی اور روحانی پر دلالت کرتی ہیں اور اس مسئلہ میں کوئی شک وتردید کی گنجائش نہیں ہے ۔۱۔ بہت سی جگہوں پر قرآن نے منکریں معاد کو جو یہ سوال کرتے ہیں کہ ''جب ہم خاک میں مل جائیں گے او رہماری ہڈیاں پرانی ہوکر پھر زندہ ہوں گی'' جواب دیا ہے،اور انہیں اس بحث میں بیان کیا جاچکا ہے جہاں معاد پر قرآن کی دلیل پیش کی گئی ہے جیسے (سورہ یس آیۃ ۸۰) میں واضح طور پر معاد جسمانی اور روحانی کوبیان کیاگیا ہے ۔

۲۔ دوسری جگہ (سورہ قیامت آیۃ۳،۴) میں فرمایا :کیاانسان یہ خیال کرتاہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے بلکہ ہم قادر ہیں کہ انگلیوں کے نشانات کو بھی ترتیب دیدیں ہڈیوں کو جمع کرنا انگلیوں کے نشانات کو دوبارہ مرتب کرنا یہ معا د جسمانی اورروحانی کی ایک او ر دلیل ہے ۔۳۔ تیسری مثال وہ آیتیں جوکہتی ہیں کہ انسان قبر سے اٹھے گا اس سے ظاہر ہے کہ قبر انسانی جسم کے لئے گھر قرار دیا گیا ہے اور اسلامی منکرین کی نظر میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ جسم کے بغیر روح کا پلٹنا ممکن نہیں ہے جسم بغیر روح کے صرف لاش ہے خلاصہ یہ کہ اس طرح کی آیتیں معاد جسمانی اور روحانی کے لئے واضح دلیل ہے ۔ (وَأَنَ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لاَ رَیبَ فِیھا وأَنَ اللّٰہَ یَبعَثُ مَن فِی القُبُورِ)قیامت کے سلسلے میں کوئی شک نہیں او رخدا وند عالم ان تمام افراد کو جو قبروں میں ہیں دوبارہ زندہ کرے گا[1] ۔ سورہ یس کی آیۃ : ۱۵۱اور ۱۵۲اور دوسری آیات اس پر شاہد ہیں ۔۴۔ وہ آیتیں جو بہشتی نعمتوں کے سلسلے میں ہیں

[1] سو رہ حج آیۃ ۷

۔ میوے ،غذائیں مختلف کپڑے اوردوسری جسمانی لذتیں وغیرہ ،جنت کی لذتیں اور نعمتیں صرف مادیت پر منحصر نہیں ہیں بلکہ معنوی اور روحی لذتیں بھی بہت ہیں جن کا تذکرہ جنت کی بحث میں آئے گا انشاء اللہ۔ لیکن سورہ رحمن اور اس جیسی آیتوں سے یہ بات واضح ہو جا تی ہے کہ معاد جسمانی اور روحانی دونوں ہی اعتبارسے ہے اور جسم اور روح کے لئے لذتیں ہیں یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیاوی نعمتوں سے الگ ہیں او ران سے بہتر ہیں مگر یہ سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیں ۔

۵ ۔وہ آیتیں جو مجرموں کے لئے مختلف طرح کے عذاب اور سزا کو بیان کرتی ہیں ان میں سے بہت سی جسم سے مربوط ہیں یہ آیتیں قرآن میں بہت ہیں ان میں بعض کی جانب اشارہ کررہے ہیں (یَومَ یُحْمیٰ عَلَیھا فِی نارِ جَہَنَّم فَتُکویٰ بِھا جِبا ھُھُم وَجُنُوبُھُم وَظُھُورُھُم[1]) ''جس دن انہیں دوزخ میں کھولایا جائے گا اورجلایا جائے گا اور ان کی پیشانیاں نیز ان کے پہلو اور پشت کوداغا جائے گا'' (یَومَ یُسحَبُون فِی النَارِ عَلیٰ وُجُوھِھِم ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ[2]) ''جس دن دوزخ کی آگ ان کے چہرے پر ڈالی جا ئیگی او ران سے کہا جا ئے گا آج دوزخ کی آگ کا مزہ چکھ لو'' (تَصلیٰ ناراً حَامِیۃً تُسقیٰ مِن عَینِ آنِیۃٍ لَیس لَھُم طَعَامٌ اِلاَّ مِن ضَرِیعٍ لا یُسمِن ولاَ یُغنیٰ مِن جُوعٍ[3]) ''بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے کھولتے پانی سے سیراب کیا جائے گا ،خشک کا نٹا کڑوا اور بدبو دار کھانے کے علاوہ کچھ میسر نہ ہو گا ایسا کھانا جو نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دلائے گا'' ۔ (کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُھمُ بَدَّلنَاھُم جُلُوداً غَیرَھا لِیَذُوقُوا العَذَابَ إِنَ اللّہ کَانَ عَزِیزاً حَکِیماً[4]) جیسے ہی کافر کی کھال جل کر ختم ہو جا ئے گی اس کی جگہ دوسری کھال کا اضافہ کیا جائے گا تاکہ عذاب کا مکمل مزا چکھ لیں بیشک خدا عزیز اور حکمت والا ہے ۔اس طرح کہ بہت سی آیتیں ہیں جن کا تذکرہ جہنم کی بحث میں آئیگا سب کے سب معاد جسمانی اور روحانی کے لئے دلیل ہیں اگر معاد فقط جسمانی ہوتی تو روحانی غذ اکا کوئی مفہوم نہ ہوتا ؟۔٦۔ وہ آیتیں جو روز قیامت اعضاء وانسان کے بات کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ معا د جسمانی اور روحانی پر واضح دلیل ہیں چونکہ ایسی آیتیں بھی بہت ہیں لہٰذا نمونہ کے طور پرکچھ

---

[1] سورہ توبہ آیۃ: ۳۵
[2] سورہ قمر آیۃ :۴۸
[3] غاشیہ آیۃ :۴۔۷
[4] سورہ نسا ء آیۃ ۵۶

کا یہاں ذکر کرتے ہیں(الیومَ نَختِمُ علیٰ أفواهِهم وَتکلّمنا أیدِیهم وَتَشهد أرجلُهم بِما کانُوا یکسِبُون[1]) ''آج ان کی زبانوں پر تالے لگ جائنگے ان کے ہاتھ باتیں کریں گے ان کے پاؤں جو کئے ہوں گے اس پر گواہی دیں گے'' ۔ (حتیٰ اِذا ما جاءُوها شَهِدَ عَلَیهِم سَمعُهم وَأبصارُهم وَجُلودُهم بِما کانُوا یَعمَلون) ''یہاں تک کہ جب پہونچیں گے ان کی آنکھیں اور گوشت وپوست جو عمل انجام دیئے ہیں انکی گواہی دیں گے''(وَقالُوا لِجُلُودِهم لِمَ شَهِدتُم عَلَینا قالُوا أنطَقَنا اللّٰہ الذی أنطَقَ کُلّ شَیءٍ) '' وہ اپنے جسم سے سوال کریں گے کیوں میرے خلاف گواہی دیتے ہو؟ وہ جواب میں کہیں گے وہ خدا جس نے سب کو قوت گویائی عطاکی ہے اس نے ہمیں بولنے کے لئے کہا[2]''۔

۷۔وہ آیتیں جومعاد جسمانی اور روحانی کو بطور نمونہ اس دنیا میں ثابت کرتی ہیں جیسے حضرت ابراہیم کا قصہ اورچار پرندے جوزندہ ہوئے (سورہ بقرہ آیۃ۲۶۰) مقتول بنی اسرائیل کا واقعہ جوزندہ ہوا (بقرہ آیۃ۷۳) جناب ''عزیر'' یا ''ارمیا '' پیغمبر کا واقعہ (بقرہ ۲۵۹)جناب حزقیل پیغمبر کا قصہ اورموت کے بعد بہت سارے لوگوں کا زندہ ہوناجیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۴۳ میں ملتا ہے،جناب عیسی کا مردوں کو زندہ کرنا (مائدہ ۱۱۰آل عمران۴۹) میں آیا ہے جناب موسی کے زمانے میں موت کے بعد ستر آدمیوں کازندہ ہونا (بقرہ ۵۵،۵۶) یہ سب کے سب واقعے معاد جسمانی اور روحانی پر محکم دلیل ہیں ۔

سوالات

۱۔موت کے بعدکے حیات کی کیفیت کے بارے میں کیا نظریہ ہے ؟

۲۔شیعہ موت کے بعد کی زندگی کو کس طرح جانتے ہیں ایک دلیل قرآن سےذکر کریں ؟

۳۔ معاد جسمانی اور روحانی کانمونہ جواسی دنیا میں واقع ہوا ہے بیان کریں ؟

---

[1] سورہ یس ۶۵
[2] سورہ فصلت ،۲۱

پینتیسواں سبق

برزخ یا قیامت صغری

جو بھی اس دنیا میں آتاہے ان چار مراحل کو اسے طے کرنا ضروری ہے ۔ا۔ پیدائش سے لے کر موت تک کیونکہ یہ دنیا کی زندگی ہے۔

۲۔موت کے بعد سے قیامت تک کی زندگی اسے عالم برزخ کہتے ہیں۔

۳۔قیامت کبری

۴۔جنت یا دوزخ

برزخ

برزخ؛ دو چیز کے درمیان کے فاصلے کانام ہے یہاں برزخ سے مراد وہ دنیا ہے جواس دنیا اور آخرت کے درمیان ہے جب روح قفس عنصری سے پرواز کرجاتی ہے (قبل اس کے کہ یہ روح قیامت کے لئے دوبارہ اصل بدن میں واپس آئے) ایک ایسے نازک جسم میں رہتی ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں تاکہ قیامت کے وقت وہ اسی کے ساتھ ہو ۔موت کے وقت انسان دنیا او رآخرت کے درمیان ہوتا ہے مولا امیر المومنینؑ نے فرمایا : لکلّ دار باب وباب دار الآخرۃ الموت ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے او رآخرت کا دروازہ موت ہے[1] جیسا کہ بعض احادیث میں واضح طور پر ملتا ہے کہ موت کے وقت بہت سی چیزیں ہمارے لئے واضح اور روشن ہوجاتی ہیں ۔ا۔ملک الموت اور دوسرے فرشتوں کو دیکھنا ۔

۲۔ پیغمبر اکرمؐ او ر دوسرے ائمہ علیہم السلام کی زیارت

---

[1] شرح نہج البلا غہ ابن ابی الحدید

۳۔جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ کا دیکھنا

۴۔اعمال کا مجسم ہونا او راپنے گذرے ہوئے اعمال کو دیکھنا

۵۔دولت کا مجسم ہونا جو جمع کر رکھی ہے

٦۔اولاد رشتہ دار اور دوستوں کا مجسم ہونا

۷۔شیطان کا مجسم ہونا

یہ کیفیت جس سے اچھے اعمال انجام دینے والے بھی ڈرتے ہیں اور خدا سے پناہ مانگتے ہیں ۔اس وقت انسان بعض پس پردہ رموز واسرار کو دیکھتا ہے او راس کا اعمال اس کے سامنے ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں کو نیکیوں سے خالی اور گناہ کے بوجھ تلے محسوس کرتاہے اپنے کئے پرنادم وپشیمان ہو کر پلٹنے کی التجا کرتا ہے تاکہ اپنے کئے کا جبران کر سکے ۔(حَتیٰ إذَا جَاءَ أَحَدَ ھُمُ المَوت قالَ رَبِّ ارجِعُونِ لَعَلِّي أَعمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكتُ كَلّاَ إنَّھَا كَلِمَۃٌ ھُوَ قَاءِلُھَا)''جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے فریاد کرتے ہیں بارالہا مجھے پلٹادے تاکہ جو کچھ چھوٹ گیاہے اسے پورا کرلیں اور اچھے اعمال انجام دے لیں اس سے کہا جائے گا ایسا نہیں ہوسکتا یہ فریاد ہے جو وہ کریں گے[1]''۔

یہ باتیں زبان پر ہوں گی او راگر پلٹا دیا جائے تو اعمال پہلے کی طرح ہوں گے جس طرح جب مجرم گرفتار ہوتاہے او راسے سزا دی جاتی ہے تو یہی کہتا ہے لیکن جیسے ہی اس کی گرفتاری اور سزا ختم ہو جاتی ہے اکثر پھر وہی اعمال دہراتا ہے ۔قَال لقمان لابنہ: یا بُنیِ اِن الدُّنیا بحر عمیق وقد ھلکَ فیھا عالم کثیر فاجعل سفینتکَ فیھا الایمان باللّٰہ واجعل زادکَ فیھا تقویٰ اللّٰہ واجعل شراعھا التوکّل علیٰ اللّٰہ فَاِن نجوّت فبرحمۃ اللّٰہ وان ھلکت فبذنوبکَ وأشد ساعاتہ یوم یولد ویوم یموت ویوم یُبعث۔''جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے

[1] سورہ مومنون آیۃ ، ۹۹۔۱۰۰

فرمایا :اے میرے لخت جگر !یہ دنیا بہت گہرا سمندر ہے کتنے لوگ اس میں ڈوب چکے ہیں لذا تم خدا پر ایما ن،اپنے لئے کشتی نجا ت اور زاد راہ،پرہیز گاری نیز لنگر خدا پر بھروسہ کرو اب اگر ڈوبنے سے بچ گئے تو یہ خدا کی رحمت ہے اور اگر غرق ہوگئے تو یہ تمہا رے گناہ کے با عث ہوگا اور سخت ترین لمحہ زندگی انسان کے لئے وہ ہے جب وہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے یا وہ دن ہے جب اس دنیا کو خدا حافظ کہتاہے یا پھر وہ دن ہوگا جب پلٹایا جائے گا[۱] ''۔عالم برزخ کے اثبات کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں وروایتیں پائی جا تی ہیں اگر چہ یہ بات عقل و محسوسات کے ذریعہ بھی ثابت ہو چکی ہے۔

برزخ کے سلسلے میں قرآنی آیا ت (حَتیٰ اِذَا جَاءَ أَحدَهُمُ المَوتُ قَالَ رَبِّ ارجعُونِ لَعَلِّی أَعمَلُ صَالِحًا فِیمَا تَرَکتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَۃ هُوَ قَاءِلُهَا وَمِن وَرَاءِهِم بَرزَخُ اِلیٰ یَومِ یُبعَثُونَ[۲]) یہا ں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آگئی تو کہنے لگا کہ پرور دگا رمجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں،ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جویہ کہہ رہا ہے او ر ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے یہ آیت واضح طور پر برزخ کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ (وَلَا تَحسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰہِ أَموَاتاً بَل أَحیَاءٌ عِندَ رَبِّهِم یُرزَقُونَ[۳]) خبر دار راہ خدا میں قتل ہونے والوں کومردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں او راپنے پرور دگا رکے یہا ں سے رزق پارہے ہیں ۔ (وَلَا تَقُولُوا لِمَن یُقتَلُ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ أَموَاتٌ بَل أَحیَاءٌ وَلٰکِن لَا تَشعُرُونَ[۴]) ''اور جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے ''۔

یہ دو آیتیں برزخ کی زندگی اور شہداء کے رزق کو ثابت کرتی ہیں۔برزخ میں کافروں پر عذاب (النَّارُ یُعرَضُونَ عَلَیهَا غُدُوّاً وَعَشِیّاً وَیَومَ تَقُومُ السَّاعَۃ أَدخِلُوا آلَ فِرعَونَ أَشَدَّ العَذَابِ[۵]) ہر صبح وشام آگ انہیں پیش کی جاتی ہے اور جب قیامت آئے گی اس وقت حکم دیا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب سے گذارا جائے۔ امام صادق ں سے روایت ہے کہ دنیا میں آل فرعون ہر صبح وشام

---

[۱] سورہ مومنون آیۃ ، ۹۹۔۱۰۰
[۲] سورہ مومنون ۔۹۹۔۱۰۰
[۳] آل عمران آیۃ ،۱۶۹
[۴] بقرہ آیۃ :۱۵۴
[۵] غافر آیۃ :۴۶

آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے لیکن قیامت میں (یوم تقوم الساعۃ[1])ہے آیت نے واضح طور پر عذاب کو دو حصوں میں آل فرعون کے لئے تقسیم کیاہے۔۱۔برزخ میں صبح وشام آگ۔

۲۔ قیامت میں سخت ترین عذاب۔قبر دوسری دنیا کی پہلی منزل سوال قبر : جب انسان کو قبر میں رکھ دیا جائے گا اور خدا کے دوفرشتے جنہیں نکیر ومنکر یا ناکر ونکیر کہا جاتا ہے اس کے پاس آئیں گے اوراس سے خدا کی وحدانیت ،نبوت ، وولایت اور نماز وغیرہ کے بارے میں سوال کریں گے ۔

عن أبي عبداللہ قال: ''مَن أنکَر ثلاثۃأشیاء فلیس من شیعتنا المعراج والمسألۃ فی القبر و الشفاعۃ''امام صادق ل نے فرمایا جو شخص تین چیز کامنکرہے وہ میرا شیعہ نہیں ہے معراج رسولؐ، قبر میں سوال اور شفاعت۔امام زین العابدین ل ہر جمعہ کو پیغمبر اکرمؐ کی مسجد میں لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لوگ اسے حفظ بھی کرتے تھےاو رتحریر بھی کرتے تھے،امام فرماتے ہیں: أیُّھا النَّاس اتقوا اللہ واعلموا أنّکم الیہ تُرجعون فتجد کُلُّ نفس ما عملت فی ھذہ الدنیا من خیر محضراً وما عملت من سوء تودُّ لو أنَ بینھا و بینہ أمداً بعیداً و یحذّرکم اللہ نفسہ و یحک ابن آدم الغافل و لیس بمغفول عنہ ابن آدم أن أجلک أسرع شيءإلیک قد أقبل نحوکَ حثیثاً یطلبک و یوشک أن یدرکک وکان قد أوفیت أجلکَ و قبض الملکَ روحکَ وصرت اِلیٰ منزل وحیداً فردّاً اِلیکَ فیہ روحکَ واقتحم علیکَ فیہ ملکا کمنکر ونکیر لمسٔلتکَ وشدید امتحانکَ ألا وأن أوّل مایسٔلا نکَ عن رَبکَ الذِی کنت تعبدہ وعن نبیّک الذی أرسل اِلیکَ وعن دینکَ الذِی کنت تدین بہ وعن کتابکَ الذِی کنت تتلوہ وعن اِمامکَ الذی کنت تتولاہ ثم عن عمرکَ فیما أفنیتہ و مالکَ من أین اکتسبتہ؟وفیما أتلفتہ فخذ حذرکَ و انذر لنفسکَ واعد للجواب قبل الامتحان والمسألۃوالاختبار ''اے لوگو!تقوی الٰہی اختیار کرو او ریہ جان لوکہ اسی کی طرف پلٹ کے جا نا ہے اب جس نے اس دنیا میں نیک کام انجام دیا وہ اس کا صلہ پائے گا ۔اسی طرح برائیاں بھی ہیں کہ جس کے لئے تمنا کرے گا اے کاش! میرے او ران گناہوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہوتا ۔اور خدا آپ کو ڈرا رہاہے کہ اے غافل انسان تجھ سے غفلت نہیں برتی

[1] بحا رالانوار ج۶، ص ۲۸۵

گئی ہے ۔اے فرزند آدم موت تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہے اور عنقریب وہ تجھے اپنی آغوش میں لے لیگی گویا موت آچکی ہے او رفرشتہ نے تمھاری روح کو قبض کرلیا ہے او رتم ایک گوشہ تنہائی میں داخل ہوگئے ہو اور تمھاری روح پلٹا دی گئی ہے اور نکیر ومنکر تمھارے سوال او رسخت امتحان کے لئے حاضر ہوگئے ہیں جاگ جاؤ سب سے پہلا سوال جو تم سے کیا جائے گا ،اس خدا کے سلسلہ میں ہوگا جس کی تم عبادت کرتے تھے اور اس پیغمبر کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تمھاری طرف بھیجا گیا تھا اس دین کے بارے میں ہوگا جس کے تم معتقد تھے او راس قرآن کے بارے میں ہوگا جس کی تم تلاوت کرتے تھے او راس امام کے بارے میں جس کی ولایت کو تم نے مانا تھا پھر تمھاری عمر کے سلسلہ میں سوال ہوگا کہ کس چیز میں گذاری اور مال کے بارے میں کہ تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا اورکہاں خرچ کیا ؟لہٰذا احتیاط کا دامن نہ چھوڑو اور اپنے سلسلہ میں سوچو ،امتحان اور سوالات سے پہلے اپنے کو تیار رکھو[1]۔

سوالات

۱۔ انسان موت کے وقت کس چیز کا مشاہدہ کرے گا ؟

۲۔ ہر شخص ولادت کے بعد کتنے مراحل طے کرتا ہے ؟

۳۔ برزخ کیا ہے اور کس مرحلے کا نام ہے ؟

۴۔ قرآن برزخ کے لئے کیا فرماتا ہے آیت لکھیں ؟

[1] بحار الانوار جلد ،۶ ص ۳۲۲

چھتیسواں سبق

صور کا پھونکنا،اور نامۂ اعمال

اس دنیا کا اختتام اور دوسری دنیا کا آغاز ایک قیامت خیز چیخ کے ساتھ ہوگا قرآن کی بہت سی آیتوں میں صور پھونکنے کی طرف اشارہ ہے ان تمام آیتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دوبار صور پھونکا جائے گا۔ ۱۔اس دنیا کے خاتمہ کے وقت جس سے تمام مخلوق خدا فنا ہوجائے گی یہ صور موت ہے۔

۲۔ قیامت کے وقت جب تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اوریہ صور قیامت ہے ان دواہم واقعہ کو قرآن نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے ''نفخ صور'' صیحہ 'نقر در ناقور'' ''صاخہ''،''قارعہ'' ''زجرة''۔ (وَنُفِخَ فِی الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فی السَّموات وَمَن فِی الأَرض اِلا مَن شاء اللہ ثُمَّ نُفِخَ فِیہِ أُخَریٰ فاِذا ھُم قِیامُ یَنظُرون) ''اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام مخلوق جو آسمان و زمین میں ہیں سب کے سب فنا ہوجائیں گے مگر صرف وہ لوگ بچیں گے جنہیں خدا چاہے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا کہ اچانک سبھی اٹھ کھڑے ہونگے اور حساب اور جزاء کے منتظر ہوں گے ''۔سورۂ یس کی ۵۳ آیت میں اس واقعہ کو ''صیحہ ''،چنگھاڑ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

(اِن کَانَت اِلَّا صَیحَۃً وَاحِدَۃً فاِذَا ھُم جَمِیعُ لَدَینا مُحضَرُون) یس:۵۳) قیامت تو صرف ایک چنگھاڑ ہے اس کے بعد سب ہماری بارگاہ میں حاضر کردئے جائیں گے او رسورہ مدثر کی آیت ۸ میں نقر وناقور کے نام سے جانا جاتاہے(فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُورِ فَذٰلِکَ یَومَئِذٍ یَوم عَسِیر)پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن انتہائی مشکل دن ہوگا اور سورہ عبس کی آیۃ ۳۳ میں (فاِذَا جاءَت الصَّاخۃُ)پھر جب کان کے پردے پھاڑنے والی قیامت آجائے گی ۔اور سورہ قارعۃ کی ایک سے تین تک کی آیتوں میں اس اہم واقعہ کو قارعہ سے یاد کیا ہے۔ (القَارِعَۃُ مَا القَارِعۃُ وَمَا أَدرَاکَ مَا القَارِعَۃُ)کھڑکھڑانے والی اور کیسی کھڑکھڑانے والی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیسے

کھڑکھڑانے والی ہے اور سورہ صافات کی آیۃ ۱۹میں زجر کے نام سے یاد کیاگیاہے(فَانّما هیَ زَجرَۃٌ وَاحدۃٌ فَاِذَا هُم یَنظُرون)یہ قیامت تو صرف ایک للکار ہوگی جس کے بعد سب دیکھنے لگیں گے ان تمام آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا کا خاتمہ اور دوسری دنیا کا آغاز اچانک اور ایک چنگھاڑ ''صیحہ'' کے ذریعہ ہوگا یہ تمام عنوان جو ذکر کئے گئے ہیں یہ سب کنایہ ہیں نفخ چاہے پھونکنے کے معنی میں ہو یا صور کے البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سخت ہوگا او رصور کا پھونکا جانا عام طرح سے نہیں ہوگا بلکہ ایک سخت دن ہوگا اور عجیب طریقہ کی چنگھاڑ ہوگی جس سے ایک سکنڈ میں تمام زمین او رآسمان والے نابو د ہو جائیں گے خدااپنے دوسرے حکم سے قیام قیامت کی خاطر سب کو دوبارہ زندہ کرے گا ان دو حکم کے درمیان کا فاصلہ ہمیں معلوم نہیں ۔

صحیفہ یانامۂ اعمال قرآن او راحادیث معصومین علیہم السلام میں نامہ اعمال کے متعلق بہت طویل بحث ہے ایسانامہ اعمال جس میں انسان کے تمام اعمال ثبت ہوں گے اور قیامت کے دن ظاہر ہوں گے ۔ا۔ اعمال کا ثبت ہونا :(وَنکتُبُ ما قدّموا وَآثارهم وکُلَّ شَیءٍ أحصَینَاهُ فِی اِمامٍ مُبینٍ[۱]) اور ہم ان گزشتہ اعمال اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر شئ کو ایک روشن امام میں جمع کردیاہے۔ (وَکُلّ شَیءٍ فَعَلُوهُ فِی الزُّبُرِ وَکُلُّ صَغِیرٍ وَکَبیرٍ مُستَطَرٌ[۲]) اور ان لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب نامۂ اعمال میں محفوظ ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا عمل اس میں درج کردیاگیا ہے۔ (اِن رُسُلَنا یَکتُبُون مَا تَمکُرونَ[۳]) اور ہمارے نمایندہ تمہا رے مکر کو برابر لکھ رہے ہیں۔ (أم یَحسَبُون أنّا لاَ نَسمَعُ سِرَّهمُ و نَجوٰهم بلیٰ وَ رُسُلنَا لَدیهم یَکتُبون) یا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے راز اور خفیہ باتوں کو نہیں سن سکتے ہیں تم ہم کیا ہمارے نمایندہ سب کچھ لکھ رہے ہیں[۴]۔ (فَمَن یَعمَل مِن الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤمِن فلا کُفران لِسَعیهِ وَاِنَّا لَهُ کَاتِبُون)پھر جو شخص صاحب ایما ن رہ کر عمل کرے گا اس کی کوشش برباد نہ ہوگی اور ہم اس کی کوشش کوبرابر لکھ رہے ہیں[۵]۔ اعمال کا ظاہر ہونا :(وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت عَلِمَت نَفسٌ مَا أحضَرت)اور جب نامۂ اعمال منتشر کر دئے جائیں گے تب ہر نفس کومعلوم ہوگا کہ اس نے

---

[۱] سوره يس آية: ۱۲
[۲] سوره قمر آية: ۵۲-۵۳
[۳] سوره يونس آية: ۲۱
[۴] سوره زخرف آية: ۸۰

[۵] سوره انبياء آية: ۹۴

کیا حاضر کیا ہے[1]۔ (بَل بَدَا لَهُم مَا كَانُوا يُخفُون مِن قَبلُ) بلکہ ان کے لئے وہ سب واضح ہوگیا جسے پہلے سے چھپا رہے تھے۔[2] (يُنَبَّوا الإِنسان يَومَءِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ) اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے پہلے اور بعد کیا کیا اعمال کئے ہیں۔[3] (وَكُلَّ اِنسانٍ اَلزَمنَاهُ طَاءِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخرِجُ لَهُ يَومَ القِيَامَةِ كِتَاباً يَلقَيهُ مَنشُوراً[4]) اور ہم نے ہر انسان کے نامہ اعمال کو اس کی گردن میں آویزاں کر دیا ہے اور روز قیامت اسے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح پیش کر دیں گے (وَوُضِعَ الكِتَابُ فَتَرَىٰ المُجرِمِين مُشفِقِين مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيلَتَنَا مَالِ هَذَا الكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً اِلَّا أَحصَيهَا وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً وَلَا يَظلِمُ رَبُّكَ أَحَداً) اور جب نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا تو دیکھو گے کہ مجرمین اس کے مندرجات کو دیکھ کر خوفزدہ ہوں گے اور کہیں گے ہائے افسوس اس کتاب نے چھوٹا بڑا کچھ نہیں چھوڑا ہے اور سب کو جمع کر لیا ہے اور سب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے[5]۔ نامۂ اعمال احادیث معصومین علیہم السلام کی نظر میں امام محمد باقر سورہ اسراء کی آیۃ ۱۴ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ہر انسان کا نامہ اعمال اس کی گردن میں لٹکا دیا جائیگا۔ (خیرہ وشرہ معہ حیث کان لا یستطیع فراقہ حتیٰ یعطیٰ کتابہ یوم القیامۃ بما عمل) انسان کی اچھائیاں اور برائیاں نہ الگ ہونے والے ساتھی کی طرح ہمیشہ اس کے ساتھ ہیں یہاں تک (نامہ اعمال) وہ کتاب ان کے کئے ہوئے اعمال کے ساتھ اس کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔[6]

عن أبی عبد اللہ علیہ السلام: اذا کان یوم القیامۃ دفع الانسان کتابہ ثم قیل لہ اقرأ فقال الراوی فیعرف ما فیہ :فقال أن اللہ یذکرہ ، فما من لحظۃ ولا کلمۃ ولانقل قدم ولا شیء فعلہ الاذکرہ کأنہ فعلہ تلک الساعۃ فلذلک قالوا يَا وَيلَتَنَا مَالِ هَذَا الكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً اِلَّا أَحصَيهَا .امام جعفر صادق نے فرمایا :جب قیامت آئے گی انسان کے نامہ اعمال کو اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا پڑھو راوی کہتا ہے کیا ان مطالب کو وہ جانتا ہوگا ؟امام نے فرمایا : خداوند عالم اسے یاد دلائے گا اس طرح کہ جو بھی اس

[1] تکویر آیۃ: ۱۰-۱۴
[2] سورہ انعام آیۃ: ۲۸
[3] سورہ قیامت آیۃ: ۱۳
[4] سورہ اسراء آیت۱۳
[5] سورہ کہف آیۃ ۴۹
[6] نورالثقلین ج،۳ ص ،۱۴۴

نے وقت گذارا جو کہا ،جو قدم اٹھایا ،یادوسری چیزیں جس پر عمل کیا ہوگا خدا اسے ان تمام لمحات کو اسے اس طرح یاد دلائے گا جیسے اس نے اسی وقت انجام دیا ہواور وہ کہیں گے ہائے افسوس یہ کیسی کتاب ہے کہ جس میں ہر چھوٹا ،بڑا سب کچھ لکھ دیا گیا ہے[1]۔

نامۂ اعمال کسے کہتے ہیں جوچیز یقینی اور مسلّم ہے وہ یہ کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار لکھے جاتے ہیں،اب کیا یہ کاغذ،ورق یا کتاب ہے یادوسری چیز ہے ؟اس کی مختلف تفسیریں کی گئیں ہیں تفسیر صافی میں مرحوم فیض کاشانی کہتے ہیں نامہ اعمال روح انسان کے ئے کنایہ ہے کہ اس میں تمام اعمال کے آثار چھپ جاتے ہیں۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں نامہ اعمال انسان کے تمام حقیقت کو اپنے اندر شامل کئے ہوگا اوراس کے خطوط دنیاوی کتاب سے مماثلت نہیں رکھتے ہوں گے بلکہ وہ خود اعمال انسان ہے،کہ جس سے خدا بالکل واضح طور پر انسان کو بتا دے گا اور مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے انھوں نے سورہ آل عمران کی آیت ۳۰ سے استفادہ کیا جس میں ارشاد ہوا (جس دن انسان پنے اچھے اور برے اعمال کو سامنے دیکھے گا[2]) اور بعض نے نامۂ اعمال کو ویڈیوکیسٹ کی تصویر یا ٹیپ کی کیسٹ سے مشابہ بتایا ہے بہر حال چونکہ نامۂ اعمال کا قرآن واحادیث میں کافی ذکر ہے ہم اس پر ایمان رکھیں ہرچند اس کی حقیقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔

سوالات

۱۔نفخ،صور سے کیامراد ہےاور یہ کب واقع ہوگا ؟

۲۔ امام محمد باقر ںنے نامۂ اعمال کے سلسلے میں کیا فرمایا ہے ؟

۳۔ نامہ اعمال کسے کہتے ہیں واضح کیجئے ؟

---

[1] پیام قرآن ج،۶ ص ۱۰۱
[2] المیزان ج، ۱۳ص،۵۸

سیتیسواں سبق

قیامت کے گواہ اور اعمال کا ترازو

خدا وند عالم لوگوں کی تمام اچھائیاں اور برائیاں اچھی طرح سے جانتا ہے چاہے انہیں ظاہر میں انجام دیا ہو یا چھپ کر لیکن خدا کی مصلحت اور حکمت اس چیز پر قائم ہوگی کہ قیامت میں لوگوں سے سوالات ان کے اعمال کے کارنامہ اور گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے ہوگی اور وہ گواہ یہ لوگ ہیں ۔

۱۔خدا وند عالم :جوپہلا گواہ ہے (اِن اللّٰہ علیٰ کُلّ شَیء شَھِیْد) بیشک خدا ہر چیز پر گواہ ہے[1]۔ (اِن اللّٰہ کاَن علَیکُم رَقیباً)اللہ تم سب کے اعمال کانگراں ہے[2]۔ (فَاِلَینَا مَرجِعُھم ثُمَّ اللّٰہ شَھِیْد عَلیٰ مَایَفعَلُون)بہر حال پلٹ کر ہماری ہی بارگاہ میں آنا ہے اس کے بعد خدا خود ان کے اعمال کا گواہ ہے[3]۔

۲۔انبیاء اور ائمہ علیھم السلام :(وَ یَکُون الرَّسُولُ علَیکُم شَھِیداً) اور پیغمبر آپ پرگواہ ہونگے۔[4] (وَجِئنٰابِک عَلیٰ ھولاِء شَھِیداً) اورپیغمبر آپ کو ان سب کاگواہ بنا کر بلائیں گے۔ (وَیَومَ نَبعَثُ مِن کُلّ اُمَّۃٍ شَھِیداً)اور قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے[5]۔ ابوبصیر کے بقول امام صادق سے اس قول خدا کی تفسیر میں : (وَکَذٰلِکَ جَعَلنٰاکُم اُمَّۃً وَسطَاً لِتَکُونُوا شُھدَاء عَلیٰ النَّاسِ وَیَکُون الرَّسُولُ علَیکُم شَھِیداً) فرماتے ہیں:''نحن الشھداء علیٰ الناس بما عند ھم من الحلال والحرام وبما ضیعوا منہ'' (ہم لوگوں پر گواہ ہونگے اس چیز کے لئے جو حلال اور حرام ان کے پاس ہے اور جو انھوں نے ضایع کیا ہے[6]۔ او ردوسری روایت میں

---

[1] سورہ حج آیۃ:۷ ۱
[2] سورہ نسا ء آیۃ: ۱
[3] سورہ یونس آیۃ: ۴۶
[4] سورہ بقرہ آیۃ:۱۴۳
[5] سورہ نحل آیۃ:۸۹
[6] تفسیر نورالثقلین ج۱،ص ۱۳۴

ہے کہ ہم امت وسط ہیں اور ہم خدا کی طرف سے امت کے گواہ ہیں اور خدا کی زمین پر حجت ہیں[1]۔ ۳۔ فرشتے :(وَجَاءتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَها سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ) اور ہر انسان آئے گا اس حال میں کہ فرشتے اسے لے جائیں گے اور فرشتے ان کے کاموں پر گواہ ہوں گے(مَا يَلْفَظُ مِن قَوْلٍ اِلَّا لَدَيهِ رَقِيبٌ عَتِيد) وہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا ہے مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس موجود رہتا ہے[2]۔ امیر المومنین،دعائے کمیل میں فرماتے ہیں: ''وکلّ سیءة أمرت باثباتها الکرام الکاتبین الذین وکلّتهم بحفظ مایکون منی وجعلتهم شهوداً علیّ مع جوارحی''بارالہا !میرے ان گنا ہوں کومعاف کردے جنہیں لکھنے کے لئے اپنے محبوب فرشتوں کو حکم دیا ہے اور انہیں ہمارے اعضاء جسمانی کے ساتھ گواہ بنایا ہے۔

۴۔زمین :(يَومئذٍ تُحَدّثُ أخبَارَها) (زمین) اس دن وہ اپنی خبریں بیان کریگی[3] پیغمبر اسلام نے جب اس آیت کو پڑھا فرمایا :''اتدرون ما اخبارها؟ جاء في جبرئيل قال خبرها اِذا کان یوم القیامة أخبرت بکلّ عمل علیٰ ظهرها'' جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں ؟ جبرئیل نے مجھ سے بتایا ہے کہ زمین اس چیز کے بارے میں بتائے گی جو اس پر انجام دیا گیا ہے[4]۔ مولائے کائنات فرماتے ہیں :''صلوا المساجد فی بقاع مختلفة فاِن کُلّ بقعة تشهد للمصلی علیها یوم القیامة''مسجد میں ہر جگہ نماز پڑھو چونکہ ہر جگہ قیامت کے دن نماز پڑھنے والے کے لئے گواہی دے گی ۔اسی طرح جب مولائے کائنات بیت المال کو مستحقین میں تقسیم کردینے کے بعد جب زمین خالی ہوجاتی تھی تو دورکعت نماز پڑھتے تھے اور بیت المال کی زمین سے خطاب کر کے کہتے تھے قیامت میں گواہ رہنا حق کے ساتھ یہاں مال جمع کیا اور حق کے ساتھ تقسیم کیا[5]۔

۵۔ زمان (رات ودن) قال أبو عبدالله علیه السلام: ما من یوم یأتی علیٰ ابن آدم اِلّا قال ذلک الیوم : یا بن آدم أنا یوم جدید وأنا علیک شهید فقل فیّ خیراً أشهد لک یوم القیامة فاِنک لن ترانی بعدها أبداً ''امام صادقؑ نے فرمایا :کوئی دن انسان کے لئے نہیں

[1] حوالہ سابق
[2] سورہ ق آیۃ:۲۱، ۱۸
[3] سورہ زلزال آیۃ:۴
[4] درالمنثور ج،۲ معاد فلسفی ۳۳۴
[5] لئالی الاخبارص۴۶۲

گذرتا مگر وہ دن انسان سے کہتا ہے اے فرزند آدم! میں نیا دن ہوں اور ہم تمہا رے اوپر گواہ ہیں لہٰذا آج اچھائی انجام دو تاکہ قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دیں اور اس کے بعد تم مجھے کبھی نہیں دیکھو گے ۔ وعنہ عن أبیہس :قال اللّیل اِذا اقبل نادیٰ منادٍ بصوت یسمعہ الخلائق الاّ الثّقلین :یا ابن آدم !أنّی علیٰ ما فیّ شہید فخذ منی فأنّی لوطلعت الشّمس لم تزد فیّ حسنہ ولم تستعتب فیّ من سیءۃ وکذلک یقول النھار اِذا ادبر اللّیل ''امام صادق ں اپنے والد بزرگوار امام باقرء سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا جب رات آتی ہے تو آواز دینے والا آواز لگا تا ہے جس کو انسان او رجنات کے علاوہ سبھی سنتے ہیں کہتاہے :اے فرزند آدم !جو کچھ ہم میں انجام پایا ہے اس پرگواہ ہیں لہٰذا زاد راہ کو مجھ سے حاصل کرلو کیونکہ اگر سورج نکل آیا تو پھر مجھ میں اچھائیوں کا اضافہ نہیں کر سکتے او رگناہ کو واپس نہیں لے سکتے اور یہی فریاد دن کی ہوتی ہے جب رات گذر جاتی ہے[۱]۔

۶۔ انسان کے اعضاء وجوارح :(یَومَ تَشھَدُ عَلَیھِم أ لسِنَتُھُم وَ أیدِیھِم وَ أرجُلُھُم بِما کَا نُوا یَعمَلُون) قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کررہے تھے[۲]۔ (الیَومَ نَختِمُ عَلیٰ أفوا ھِھِم وَ تُکَلِّمُنَا أیدِیھِم وَتَشھَدُ أرجُلُھُم بِما کَانُوا یَکسِبُون)آج ہم ان کے منھ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے او ران کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ کیسے اعمال انجام دیا کرتے تھے[۳]۔ (شَھِدَ عَلَیھِم سَمعُھُم و أبصارُھُم وَ جُلُودُھُم بِما کَا نُوا یَعمَلُون)ان کے کان اور انکی آنکھیں اور جلد سب ان کے اعمال کے بارے میں ان کے خلاف گواہی دیں گے[۴]۔

۷۔ خود عمل کا حاضر ہونا : عمل کا مجسم ہوکر سامنے آنا سب سے بڑا گواہ ہے (یَومَءِذٍ یَصدُرُ النَّاسُ أشتاتاً لیُرَوا أعمالَھُم فَمَن یَعمَلْ مِثقالَ ذَرۃٍ خَیراً یَرَہُ وَمَن یَعمَل مِثقالَ ذَرۃٍ شَراً یَرَہُ)اس روز سارے انسان گروہ در گروہ قبروں سے نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ سکیں پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے بھی دیکھے گا[۵]۔ (وَوَجَدُوا

---

[۱] بحا الانوار ج۷، ص ۳۲۵
[۲] سو رہ نور آیۃ: ۲۴۔
[۳] سورہ یٓس آیۃ: ۶۵
[۴] سورہ فصلت آیۃ: ۲۰
[۵] سورہ زلزال آیۃ: ۶تا آخر۔

ما عَمِلوا حاضِراً وَلاَ يَظلِمُ رَبُّکَ أحداً)او رسب اپنے اعمال کو بالکل حاضر پائیں گے او رتمہا را پرو ردگا رکسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے[1]۔ (یَومَ تَجِدُ کُلُّ نَفسٍ ما عَمِلَتْ مِن خَیرٍ مُحضَراً وَما عَمِلَتْ مِن سُوءٍ تَوَدُّ لوأنَ بَینَها وَبَینَهُ أمَداً بَعیدا)اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو حاضر پائے گا او ر اعمال بد کو بھی کہ جن کو دیکھ کر یہ تمنا کرے گا کہ کاش ہما رے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہو جا تا ۔[2] اعمال کے مجسم ہونے اور حاضر ہونے کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں پائی جا تی ہیں جیسا کہ شیخ بہا ئی مرحوم کہتے ہیں: ''تُجَسّم الأعمال فی النشأة الأ خرویة قد ورد فِی أحادیث متکثرة من طرق المخالف والمؤالف'' اعمال کا دوسری دنیا میں مجسم ہونا بہت سی حدیثوں میں سنی او ر شیعہ دونوں کے یہاں موجود ہے[3]۔

نمو نہ کے طورپر پیغمبر کی ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں ...و اِذا جاء أخرجوا من قبورهم خرج من کلّ اِنسان عمله الذی کان عمله فی الدنیا لأن عمل کلّ اِنسان یصحبه فی قبره ''جب تمام لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے ان کے اعمال بھی ان کے ساتھ آئیں گے کیونکہ ہرانسان کا عمل اس کی قبر میں اس کے ساتھ رہتا ہے ۔[4] قیامت میں میزان اعمال قرآن اور احادیث معصومین میں قیامت کے ترازو کے بارے میں بہت زیادہ تذکرہ ہے ،ترازو تولنے کا ذریعہ ہے ہر چیز کا ترازو اسی کے لحاظ سے ہوتا ہے سبزی بیچنے کے لئے مخصوص ترازو ہے، لائٹ اور پانی کا ترازو مخصوص میٹر ہے، ٹھنڈی اورگرم ہوا کا پتہ لگانے کے لئے تھرما میٹر ہے اور قیامت کا ترازو اعمال کو تولنے کا ذریعہ ہوگا ۔قبل اس کے کہ قیامت کے میزان (ترازو) کے معنی اور اس کی تفسیر بیان کریں اس سلسلے میں قرآن کی آیتوں کو ملا حظہ فرمائیں (وَنَضَعُ المَوَازِینَ القِسطَ لِیَومِ القِیامَةِ فَلاَ تُظلَمُ نَفسٌ شَیئاً وَاِن کانَ مِثقالَ حَبّةٍ مِن خَردَلٍ أتَینا بِهَا وَکَفیٰ بِنَا حَاسِبِینَ)او رہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے او رکسی نفس پر ادنی ظلم نہیں کیا جائے گا اوراگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں[5]۔ (والوزن یَومَئِذٍ الحَقُّ فَمَن

[1] سورہ کہف آیۃ ۴۹
[2] سورہ آل عمران آیۃ ۳۰۔
[3] بحار الانوار ج۷، ص ۲۲۸
[4] تفسیر بربان ج۴، ص ۸۷
[5] سورہ انبیاء آیۃ ۴۷

ثَقُلَت مَوَازِینُہُ فَأُولٰءِکَ ھُمُ المفلحُون وَمَن خَفَّتْ مَوَازِینُہُ فَأُولٰءِکَ الّذِین خَسِرُوا أَنفُسَھُم بِمَا کَانُوا بِآیَاتِنَا یَظلِمُون)آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شئ ہے پھر جس کے نیک اعمال کا پلہ بھا ری ہوگا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں[1] ۔ (فَأَمّا مَن ثَقُلَت مَوَازِینُہُ فَھُوَ فِی عِیشَۃٍ رَاضِیَۃٍ وَ أَمّا مَن خَفَّت مَوَازِینُہُ فَأُمُّہُ ھَاوِیَۃٌ)تو اس دن جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا مرکز جہنم ہے ۔[2]میزان قیامت کسے کہتے ہیں ؟مرحوم طبرسی فرماتے ہیں :آخرت میں انصاف کا نام ترازو ہے او روہا ں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا ،وزن سے مراد عظمت مومن اور اس کی فضیلت کا اظہار ہے اور کفار کو ذلیل اور رسوا کرنا ہے جیسا کہ سورہ کہف کی آیۃ ۱۰۵ میں مشرکین کے سلسلہ میں آیا ہے

''فلا نقیم لھم یَومئذٍ وزنا ''او رہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے اور آیۃ''ثَقُلَت مَوَازِینُہُ''سے مراد یعنی ان کی خوبیاں بھاری ہوں گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی اور ''خفت موازینہ''سے مراد یعنی خوبیا ں ہلکی او راطاعتیں کم ہوں گی[3]۔ اور جوچیز مرحوم طبرسی نے بیان کیا ہے اس روایت کے ذیل میں ہے جو ہشام بن حکم نے امام صادقؑ نے نقل کیا ہے[4]۔ میزان قیامت کون لوگ ہیں ؟

بحاالانوار کی ساتویں جلد کے ص ۲۴۲ کے ذیل میں جو بیان ہواہے او رتفسیر صافی میں جو میزان کے معنی بیان کئے گئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے آخرت میں لوگوں کا ترازو وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ہر شخص کی قیمت ومنزلت کو اس کے عقیدہ اور اخلاق وعمل کے اعتبار سے تولا جائے گا تاکہ ہر انسان کو اس کی جزا مل سکے ،اور اس کے میزان انبیاء اور اوصیاء ہوں گے کیونکہ ہرانسان کی قدرو منزلت انہیں انبیاء کا اتباع اور ان کی سیرت سے قربت کے مطابق ہوگا اور اس کا سبک وہلکا ہونا انبیاء اور اوصیاء سے دوری کے باعث ہوگا ،کافی اور معانی الاخبار میں امام صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر میں ''ونضعُ الموازین القِسطَ لیومِ القیامۃ'' اور ہم

---

[1] سورہ اعراف آیۃ۸۔۹

[2] سورہ قارعۃ آیت ۶۔۹

[3] بحارالانوار ج،۷ ص ۲۴۲و ۲۴۳

[4] بحار الانوار ج،۷ ص ۲۴۸

قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے فرمایا: '' هُم الأ نبیاء والأوصیاء'' یعنی میزان عمل انبیاء او راوصیاء ہو ں گے دوسری روایت میں فرمایا: ''نحن موازین القسط''ہم میزان عدالت ہیں[1]۔مرحوم علامہ مجلسی،شیخ مفید سے نقل فرماتے ہیں کہ روایت میں آیاہے کہ : ''ان أمیرالمؤمنین والأئمتہٖ ذریتہ ھم الموا زین ''بیشک امیر المومنین،اوران کی آل پاک ائمہ اطہار علیہم السلام قیامت میں میزان عدالت ہو ں گے۔[2]امیر المومنین ں کی پہلی زیارت مطلقہ میں آیاہے : ''السلام علیک یامیزان الاعمال''میرا سلام ہوآپ پر اے میزان اعمال ۔

لہٰذا جو کچھ اب تک بیان کیا گیا ہے وہ میزان عدل الٰہی ہے پیغمبر اکرمؐاو ر ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام اس کی عدالت کے مظہر او رنمونہ ہیں،بعض محققین کے بقول معصوم امام ترازو کے ایک پلڑے کے جیسے ہیں اور تمام لوگ اپنے اعمال وعقیدہ کیساتھ ترازو کے دوسرے پلڑے کی مانند ہیں اب ایک دوسرے کے ساتھ تولا جائیگا اب ہما را عمل او ر عقیدہ جتنا ان کے عقیدہ اورعمل سے قریب او ر مشابہ ہوگا اتنا ہی ہمارا وزن بھاری ہوگا جیسا کہ مرحوم طبرسی مجمع البیان میں سورہ کہف کی آیۃ ١٠٥کے ذیل میں فرماتے ہیں روایت صحیحہ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐنے فرمایا'' : انہ لیأ تی الرجل العظیم السمین یوم القیامۃ لایزن جناح بعوضۃ''قیامت کے دن ایک فربہ اور بھاری بھرکم آدمی کولا یا جائیگا اور اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا ۔یعنی وہ انتہائی معمولی اور ہلکا ہوگاکیونکہ اس کے اعمال افکاراور اس کی شخصیت اس کے ظاہری قیافہ کے بالکل خلاف چھوٹی اور ہلکی ہوگی۔

سوالات

١۔ قیامت میں گواہ کون لوگ ہوں گے بطور خلاصہ بیان کریں ؟

٢۔ میزان کے کیا معنی ہیں اور قیامت میں میزان کیساہوگا ؟٣۔ قیامت میں میزان عمل کون لوگ ہو ں گے ؟

[1] بحارالانوار ج،٧ ص ٢٤٧و ٢٤٣
[2] بحار الانوار ج،٧ ص ٢٤٨

اڑتیسواں سبق

قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا ؟

روز قیامت سب سے پہلے اس چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا جس کی طرف توجہ دینا بہت اہم اور زندگی ساز ہے عن الرّضا عن آباۂ عن علیّ علیہ السلام قا ل: ''قال النّبیّ أوّل ما یسأل عنہ العبد حبنا اھل البیت''امام رضا ں نے اپنے والد اور انھوں نے مولائے کائنات سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ؐنے فرمایا :سب سے پہلا سوال انسان سے ہم اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا[۱]۔ عن أبی بصیر قال : سمعتُ أ با جعفر علیہ السلام یقول: ''اوّل ما یُحاسب العبد الصلاۃ فاِن قُبلت قُبلَ ما سواھا''ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام صادق ں کو میں نے فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر یہ قبول تو سارے اعمال قبول ہوجائیں گے۔[۲]

پہلی حدیث میں عقیدہ کے متعلق پہلا سوال ہے اور دوسری حدیث میں عمل کے متعلق پہلاسوال ہے عن أبی عبداللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ '':اِن السمع والبصروالفؤاد کُل أول ءِکَ کان عنہ مسؤلا قال یُسْأل السمع عمّا یسمع والبصر عما یطرف والفؤاد عمّا عقد علیہ''امام صادقں نے خدا وند عالم کے اس قول کی تفسیر میں جس میں کہا گیاہے کہ کان آنکھ اور دل سے سوال ہوگا فرمایا: جوکچھ کان نے سنا ورجوکچھ آنکھو ں نے دیکھا اور جس سے دل وابستہ ہوا سوال کیا جائے گا[۳] عن أبی عبداللّٰھس قال، قال: رسول اللّٰہ أنا أوّل قادم علیٰ اللّٰہ ثمَّ یُقدم علیکتاب اللّٰہ ثمَّ یُقدم علیّ أھل بیتی ثُمَّ یقدم علیّ أمتي فیقفون فیسأ لھم ما فعلتم فی کتابی وأھل بیت نبیّکم؟اما م صادق ں سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا :میں وہ شخص ہوں جو سب سے پہلے خدا کی بارگاہ میں جاؤں گا پھر کتاب خدا (قرآن) اس کے بعد میرے اہل بیت پھر میری امت آئے گی،وہ لوگ رک جائیں گے اور خدا ان سے پوچھے گا کہ میری کتاب اور اپنے نبی کے

---

[۱] بحارالانوار ج،۷ص ۲۶۰
[۲] بحا رالانوار ج،۷ ص ۲۶۷
[۳] بحارالانوار ج۷ص ،۲۶۷

اہل بیت کے ساتھ تم نے کیا کیا[1]؟ عن الکاظم عن آباۂ قال : قال رسول اللّٰہ: لا تزول قدم عبد یوم القیامۃ حتیٰ یسأل عن أربع عن عمرہ فیما أفناہ وشبابہ فیما ابلاہ وعَن مالہِ من این کسبہ وفیما أنفقہ وعن حبنا اھل البیت۔امام کاظمؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ روز قیامت کسی بندے کا قدم نہیں اٹھے گا مگر یہ کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اس کی عمر کے بارے میں کہ کس راہ میں صرف کی؟اس کی جوانی کے متعلق کہ کس راہ میں برباد کیا ؟اور مال کے بارے میں کہ کہا ں سے جمع کیا اورکہاں خرچ کیا ؟اور ہماری کی محبت کے بارے میں[2]۔روز قیامت او ر حقوق الناس کا سوال جس چیز کا حساب بہت سخت دشوار ہوگا وہ لوگوں کے حقوق ہیں جو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں ا س حق کو جب تک صاحب حق نہیں معاف کرے گا خدا بھی نہیں معاف کرے گا اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

قال علیؑ ں :أنا الذنب الذی لا یغفر فمظالم العباد بعضھم لبعض أن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اذا برز لخلقہ أقسم قسماً علیٰ نفسہ فقال: وعزتی وجلالی لا یجوزنی ظلم ظالم ولو کف بکف... فیقتص للعباد بعضھم من بعض حتیٰ لایبقی لأحد علیٰ أحد مظلمۃ مولائے کائنات نے فرمایا وہ گناہ جو قابل معافی نہیں ہیں وہ ظلم ہے جو لوگ ایک دوسرے پر کرتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہے گا کہ آج کسی کے ظلم سے درگذر نہیں کیا جائے گا چاہے کسی کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہی کیوں نہ ہو پھر اس دن لوگوں کے ضائع شدہ حقوق کو خدا واپس پلٹائے گا تاکہ کوئی مظلوم نہ رہ جائے[3]۔

مولائے کائنات نے فرمایا ایک دن رسول خدا نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر فرمایا : یہاں قبیلہ بنی نجار کا کوئی ہے ؟ان کا دوست جنت کے دروازے پر روک لیا جائے گا اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی صرف ان تین درہم کے لئے جو فلاں یہودی کا مقروض ہے جبکہ وہ شہداء کے مرہون منت ہے[4]۔ قال ابو جعفرؑ : ''کُلُّ ذَنب یُکفرہ القتل فی سبیل اللّٰہ الّا الدین

---

[1] بحارالانوار ج۷، ص ۲۶۵
[2] بحا الانوار ج،۷ص ۲۵۸
[3] معاد فلسفی ج۳،ص ۱۷۲ ازکافی
[4] معا د فلسفی ج۲،ص ۱۹۴ احتجاج طبرسی

فانہ لا کفارۃ لہ اِلاّ أداۂ أو یقضی صاحبہ أو یعفوا الذی لہ الحق ''امام محمد باقر ں نے فرمایا :اللہ کی راہ میں شہید ہونا ہر گناہ کے لئے کفارہ ہے سوائے قرض کے چونکہ قرض کا کوئی کفارہ نہیں ہے صرف ادا ہے چاہے اس کا دوست ہی ادا کرے یا قرض دینے والا معاف کردے[۱]۔ رسول خداؐ نے ایک دن لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا : جانتے ہو فقیر کون ہے، مفلس کون ہے ؟ انھوں نے کہا جس کے پاس دولت وثروت نہ ہوہم اسے مفلس کہتے ہیں حضرت نے فرمایا : میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو روزہ ،نماز اور زکوٰۃکے ساتھ محشر میں آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہو یا غلط تہمت لگا یا ہو اور کسی کے مال کو غصب کیا ہو اور کسی کو طمانچہ مارا ہو اس کے گناہ کو ختم کرنے کے لئے اس کی اچھائیوں کو بانٹ دیا جائے گا اگر اس کی نیکیاں تمام ہو گئیں تو صاحبان حق کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا

[۲]۔قال أ بو عبداللہ ں: ''أما أنہ ما ظفر أحد بخیر من ظفر بالظلم أما أن المظلوم یأخذ من دین الظالم أکثر مما یأخذ الظالم من مال المظلوم ''امام صادق ں نے فرمایا :یہ جان لوکہ کوئی شخص ظلم کے ریعہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور مظلوم ظالم کے دین سے اس سے زیادہ حاصل کرے گا جتنا اس نے مظلوم کے مال سے حاصل کیاہے[۳]۔ صراط دنیا یا آخرت کیاہے ؟صراط کے معنی لغت میں راستہ کے معنی ہیں قران اور احادیث پیغمبر کی اصطلاح میں صراط و معنی میں استعمال ہوا ہے ایک صراط دنیا اوردوسرا صراط آخرت صراط دنیا :نجات وکامیابی او ر سعادت کی راہ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے(وأن ھذَا صِرَاطِي مُستَقيماً فاتَّبِعُوہ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُم عَن سَبِيلِہِ)اور یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کا اتباع کرو اوردوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہوجا ؤ گے[۴]۔ (وھَذَا رَاطُ رَبِّکَ مُستَقِيماً)اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے[۵]۔ یہ صراط دنیا حدیثوں میں مختلف طریقوں سے آیا ہے من جملہ خدا کو پہچاننے کا راستہ اسلام ،دین ،قرآن ،پیغمبر ،امیرالمومنین ،ائمہ معصومین اور یہ سب کے سب ایک معنی کی طرف اشارہ ہیں وہ ہے سعادت اور

---

[۱] سابق حوالہ ۱۹۵ از وسائل الشیعہ
[۲] معاد فلسفی ج۳ ازمسند احمد وصحیح مسلم
[۳] کافی جلد ۳، از مسند احمد وصحیح مسلم
[۴] سورہ انعام آیۃ ۱۵۳
[۵] سورہ انعام آیۃ ۱۲۶

کامیابی کا راستہ۔اس راستہ کو پار کرنے کا مقصد عقائد حقہ کا حاصل کرنا ہے (خدا وند عالم کو پہچاننے سے لے کر اس کے صفات اور انبیاء اور ائمہ کی معرفت اور تمام اعتقادات کی شناخت نیز دین کے احکام پر عمل کرنا اور اخلاق حمیدہ کا حصول ہے)

۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے او رجو بھی دقت اور غور وفکر کے ساتھ اس سے گزر جائے گا وہ راہ آخرت طے کرلے گا ۔ صراط آخرت : اس پل اور راستہ کو کہا جاتا ہے جو جہنم پر سے گذرا ہے اور اس پل کا دوسرا سرا جنت کو پہنچتا ہے جو بھی اسے طے کرلے گا وہ ہمیشہ کی کامیابی پالے گا اور جنت میں اس کا ٹھکانہ جاودانی ہوگا اور جو بھی اس سے عبور نہیں کرپائے گا آگ میں گر کر مستحق عذاب ہوجائے گا (وَاِن مِنکُم اِلاَّ وَارِدُھا کَان علیٰ رَبِّک حَتمَاً مقضِیاً ثُمَّ نُنجی الذِین اِتَّقوا وَ نذرُ الظَّالمِین فِیھا جَثِیاً (اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اسے جہنم میں وارد ہوناہے ہو کہ یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے اس کے بعد ہم متقی افراد کو نجات دے دیں گے اور ظالمین کو جہنم میں چھوڑ دیں گے ۔[1]

اس آیت کے ذیل میں پیغمبر اکرم کی حدیث ہے جس میں فرمایا ہے: بعض لوگ بجلی کی طرح پل صراط سے گذر جائیں گے، بعض لوگ ہوا کی طرح اور بعض لوگ گھوڑے کی طرح اور بعض دوڑتے ہوئے اور بعض راستہ چلتے ہوئے اور یہ ان کیاعمال کے لحاظ سے ہوگا ۔ جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں : میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا :کوئی نیک یا گنہگار نہیں بچے گا مگر یہ کہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا لیکن مومن کے لئے ٹھنڈی اور سالم ہوگی جیسے جناب ابراہیم کے لئے آگ تھی پھر متقی اس سے نجات پا جائے گا اور ظالم وستم گر اسی آگ میں رہیں گے[2] ۔

جوبھی دنیا کے راستے پر ثابت قدم رہے گا وہ آخرت میں لڑکھڑا ئے گا نہیںعن مفضل بن عمر قال :سألت أبا عبد اللہِ علیہ السلام عن لصّراط فقال:ھو الطریق اِلیٰ معرفۃ اللہ عزَّوجلَّ وھما صراطان صراط فِی الدنیا وصراط فِی الآخرۃ فأمّا صراط الذی فِی الدنیا فھو الأمام

[1] تفسیر نورالثقلین ج،۳ ص ۳۵۳
[2] تفسیر نور الثقلین ج۱،ص ۲۰ تا ۲۴

المفروض الطاعۃ من عرفہ فی الدنیا واقتدیٰ بھداہ مرّ علیٰ الصّراط الذی ھو جسر جھنم فی الآخرۃ ومن لم یعرفہ فی الدنیا زلت قدمہ علیٰ الصّراطِ فی الآخرۃ فتردیٰ فی نار جہنم ۔ مفضّل بیان کرتے ہیں میں نے امام صادقؑ سے صراط کے بارے میں پوچھا : امام نے فرمایا :وہی خدا کو پہچانتے کا راستہ ہے اور یہ دو راستے ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں لیکن دنیا میں صراط امام ہے جس کی اطاعت واجب ہے اور جو بھی اسے پہچان لے او راس کی اتباع کرے تو اس پل سے جو جہنم پر ہے آسانی سے گذر جائے گا اور جس نے بھی اسے نہیں پہچانا اس کے قدم صراط آخرت پہ لڑکھڑائیں گے او رجہنم میں گر جائے گا[1] ۔ سورہ الحمد کے اِھدنا الصّراط المُستقیمَ کے ذیل میں بہت سے حدیثیں تفسیر روائی میں بیان کی گئی ہیں، تفسیر نورالثقلین سے ،ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں "قال رسول اللّٰہ: اِھدنا الصّراط المُستقیمَ صراط الأنبیاء و ھم الّذین أنعم اللّٰہ علیھم "رسول اللّٰہ نے فرمایا صراط مستقیم انبیاء کا راستہ ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے نعمت نازل کی ہے ۔

امام صادقؑ نے فرمایا: صراط مستقیم امام کو پہچاننے کا راستہ ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا :واللّٰہ نحن الصّراط المستقیم خدا کی قسم ہم ہی صراط مستقیمیں ۔ صِراط الّذین أنعمتَ علیھم کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے محمد اور ان کی ذریۃ(صلوات اللّٰہ علیھم) مراد ہے ۔ امام محمد باقرؑ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا : ہم خدا کی طرف سے روشن راستے اور صراط مستقیم ہیں اور مخلوقات خدا کے لئے نعات الٰہی ہیں ۔[2] دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا :الصّراط المستقیم أمیرُ المؤمنین ۔ امیر المومنینؑ صراط مستقیم ہیں قال النبّی :اِذا کان یوم القیامۃ ونصب الصّراط علیٰ جہنم لم یجز علیہ اِلاّ مَن کان معہ جواز فیہ ولایۃ علی بن أبی طالب علیہ السلام وذلک قولہ :(وَقِفُوھُم أَنَّھم مَس ءولُون)یعنی عن ولایۃ علی بن ابی طالب ؛پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا جب قیامت آئے گی اور پل صراط کو جہنم پر رکھا جائے گا کوئی بھی اس پر سے گذر نہیں سکتا مگر جس کے پاس اجازت نامہ ہوگا جس میں علیؑ کی ولایت ہوگی اور یہی ہے قول

---

[1] بحارالانوار ج ۸ ،ص ۶۸۔۶۹

[2] سورہ اعراف آیۃ ۴۹

خدا :کہ روکو انہیں ان سے سوال کیا جائے گا یعنی علی ابن ابی طالب کی ولایت کے سلسلے میں سوال کیا جائے گا ۔ دوسری حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا :پل صراط پر وہ اتنا ہی ثابت قدم ہوگا جو ہم اہل بیت سے جتنی محبت کرے گا ۔

سوالات

۱۔قیامت میں کس چیز کے بارے میں سوال ہوگا ؟

۲۔ پیغمبر کی نظر میں فقیر اور مفلس کون ہے ؟

۳۔ صراط دنیا اور صراط آخرت کسے کہتے ہیں ؟

۴۔ امام صادق ں نے صراط کے سلسلے میں مفضل سے کیا فرمایا ؟

انتالیسواں سبق

بہشت اور اہل بہشت، جہنم اور جہنمی

انسان کا آخری مقام جنت یا دوزخ ہے یہ قیامت کے بعد او ر ابدی زندگی کی ابتدا ء ہے جنت یعنی جہاں تمام طرح کی معنوی اورمادی نعمتیں ہوں گی دوزخ یعنی تمام طرح کی مصیبت سختی اور شکنجہ کا مرکز ۔ بہت سی آیتیں اور روایتیں جنت کی صفات ونعات اور جنتی لوگوں کے بارے میں آئی ہیں یہ نعمتیں روحانی بھی ہیں اور جسمانی بھی، پہلے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ معاد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی لہٰذا ضروری ہے جسم اور روح دونوں مستفیض ہوں یہاں فقط ان نعمتوں کی فہرست بیان کر رہے ہیں ۔ جسمانی نعمتیں

۱۔ جنتی باغ : قرآن مجید کی ۱۰۰سے زیادہ آیتیں ہیں جس میں جنت اور جنات وغیرہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ایسے باغ جن کا دنیا کے باغات سے تقابل نہیں کیا جاسکتا اور وہ ہمارے لئے بالکل قابل ادراک نہیں ہے ۔

۲۔ بہشتی محلات : مساکن طیبہ کے لفظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بہشتی محل میں تمام سہولتیں مہیا ہوں گی ۔

۳۔ مختلف النوع تخت اور بستر : جنت کی بہترین نعمتوں میں سے وہاں کے بہتریں بستر ہیں جو انسان کے دلوں کو موہ لیں گے وردل کو لبھانے والے ہیں جنکے لئے مختلف لفظ استعمال ہوئے ہیں ۔

۴۔ جنتی خوان : تمام آیتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنت میں طرح طرح کے کھانے ہوں گے جملہ مٰا یشْتَھُون (من چاہا) کے بہت سیع معنی ہیں اور اس کی بہترین تعبیر رنگ برنگ کے پھل ہیں ۔

۵ ۔ پاک مشروب :جنت میں مشروب مختلف النوع اور نشاط آورہو گی اور قرآن کے بقول '' لَذۃُ لِلشَّاربین'' پینے والوں کے لئے لذت وسرور کا باعثہوگا ہمیشہ تازہ ،مزہ میں کوئی تبدیلی نہیں شفاف اور خوشبو دار ہوگا ۔

۶ ۔ لبا س اور زیورات :انسان کے لئے بہترین زینت لباس ہے قرآن وحدیث میں اہل بہشت کے لبا س کے سلسلے میں مختلف ا فاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے ان کے لبا س کے خوبصورتی او رکشش کا پتہ چلتاہے ۔

۷ ۔ جنتی عورتیں : شریف عورت، انسان کے سکون کاباعث ہے،بلکہ روحانی لذت کا سرچشمہ ہے قرآن اور احادیث معصومین میں مختلف طریقہ سے اس نعمت کا ذکر ہواہے اور اس کی بہت سے تعریف کی گئی ہے یعنی جنتی عورتیں تمام ظاہری اور باطنی کمالات کی مظہر ہوں گی ۔

۸ ۔ جو بھی چاہئے ''فِیہا ماتَشْتَہِیہِ الأنفُس وتَلَذّ الأعیُن'' جو بھی دل چاہے گا اور جو بھی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا وہ جنت میں موجود ہوگا یہ سب سے اہم چیز ہے جو جنت کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے یعنی تمام جسمانی او رروحانی لذتیں پائی جا ئیں گی ۔ روحا نی سرور جنت کی روحانی نعمتیں مادی اور جسمانی لذتوں سے بہتر او ر افضل ہوں گی چونکہ ان معنوی نعمتوں کا ذکر پیکر الفاظ میں نہیں سماسکتا :یعنی کہنے اور سننے والی نہیں ہیں،بلکہ درک کرنے والی او رحاصل کرنے والی اوربراہ راست قریب سے لذت بخش یں ،اسی لئے قرآن او رحدیث میں زیادہ تر کلی طور پر او رمختصر بیان کیاگیاہے۔

۱۔ خصوصی احترام : جنت میں داخل ہوتے وقت فرشتوں کے استقبال اور خصو صی احترام کے ذریعہ آغاز ہوگا اور جس دروازہ سے بھی داخل ہوگا فرشتے اسے سلام کریں گے اور کہیں گے صبر اور استقامت کے باعث اتنی اچھی جزاملی ہے ۔

۲۔ سکون کی جگہ:جنت سلامتی کی جگہ ہے سکون واطمینان کاگھر (أُدخُلوُا الجَنَّۃَ لاَ خَوفٌ عَلَیکُمْ وَلاَ أَنتُم تَحزَنُون) جا ؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔جہاں نہ کسی طرح کا خوف ہوگا نہ حزن وملا ل پایا جائے گا ۔

۳۔باوفا دوست اور ساتھی : پاک اور باکمال دوستوں کا ملنا یہ ایک بہترین روحانی لذت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (وَحَسُنَ أُولٰءِکَ رَفِیقاً) کتنے اچھے دوست ہیں یہ فضل ورحمت خدا ہے۔

۴۔شیریں لہجہ میں گفتگو : جنت میں بے لوث اور اتھاہ محبت فضا کو اور شاداب وخوشحال کردے گی وہا ں لغو اوربیہودہ باتیں نہیں ہوں گی فقط سلام کیا جائیگا ''فی شغل فاکھون''خوش وخرم رہنے والے کام ہوں ۔

۵۔بجد خوشحالی او رشادابی :(تَعرِفُ فِي وُجُوهِهِم نَضرَةَ النَّعِيمِ) تم ان کے چہروں پر نعمت کی شادابی کامشاہدہ کروگے [۱] (وَوُجُوهٌ يَومَءِذٍ مُسفِرَةٌ ضاحِكَةٌ مُستَبشِرَةٌ)مسکراتے ہوئے کھلے ہوئے ہوں گے [۲]۔

٦۔خدا کی خوشنودی کا احساس : محبوب کی رضایت کاادراک سب سے بڑی معنوی لذت ہے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیۃ۱۵ میں جنت کے سرسبز باغ او رپاک وپاکیزہ عورتوں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتاہے وَ رِضوانٌ مِنَ اللّٰہ (خداکی خوشنودی) '' رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنہُ ذٰلِکَ الفَوزُ العَظِیمَ '' خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے [۳]۔

۷۔ بہشتی نعمتوں کا جاویدانی اور ابدی ہونا : خوف اور ہراس ہمیشہ فنا اور نابودی سے ہوتا ہے لیکن جنت کی نعمتیں ابدی او رہمیشہ رہنے والی ہیں فنا کا خوف نہیں ہے یہ بہترین اورابدی خاصیت کے حامل ہیں:أُكُلُها دائِمٌ وَظِلُّها [۴]۔ اس کے پھل دائمی ہوں گے ور سایہ بھی ہمیشہ رہے گا ۔

---

[۱] سوره مطففين آية: ۲۴
[۲] سوره عبس آية:۳۸۔ ۳۹
[۳] سوره مائده آية: ۱۱۹
[۴] سوره رعد آية :۳۵

۸ ۔ پرواز فکر کی رسائی جہاں ممکن نہیں : (فَلاَ تَعلَمُ نَفس مَاأُخفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعیُن) کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے ایسی مخفی جزاء ہے جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگی[1] ۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا :جنت میں ایسی چیزیں ہوں گی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا او رنہ کا ن نے سنا ہوگا او رنہ ہی قلب کی رسائی وہاں تک ہوئی ہوگی[2] ۔ جہنم او رجہنمی لوگ جہنم، الٰہی قہر وغضب کا نام ہے جہنم کی سزا جسمانی ور روحانی دونوں ہے، اگر کوئی شخص انہیں فقط روحی اور معنوی سزا سے مخصوص کرتا ہے تو یہ قرآن کی بہت سی آیتوں پر توجہ نہ کرنے کے سبب ہے، قیامت کی بحث میں ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت جسمانی اور روحانی دونوں ہے لہذا جنت اور جہنم دونوں میں یہ صفت ہے ۔ جہنمیوں کی جسمانی سزا

۱۔ عذاب کی سختی: جہنم کی سزا اس قدر سخت ہوگی کہ گنہگار شخص چاہے گا کہ بچے ،بیوی ،بھائی دوست ،خاندان یہاں تک کہ روی زمین کی تمام چیزوں کو وہ قربان کر دے تاکہ اس کے نجات کا باعث قرار پائے ۔ (یَوَدُّ المُجرِمُ لَویَفتَدِي مِن عَذَابِ یَومِءِذٍ بِبَنِیهِ وَصَاحِبَتِهِ وأَخِیهِ وَفَصِیلَتِهِ التِي تُؤیِهِ وَمَن فِي الأَرضِ جَمِیعاً ثُمَّ یُنجِیهِ) مجرم چاہے گا کہ کاش آج کے دن کے عذاب کے بدلے اس کی اولاد کو لے لیا جائے اور بیوی اور بھائی کو اور اس کے کنبہ کو جس میں وہ رہتا تھا اور روی زمین کی ساری مخلوقات کو اور اسے نجات دے دی جائے ۔[3]

۲۔ جہنمیوں کا خورد ونوش :(اِن شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الأَثِیمِ کَالمُهلِ یَغلِي فِي البُطُونِ کَغَلِي الحَمِیمِ)بے شک آخرت میں ایک تھوہڑ کا درخت ہے جو گنہگا روں کی غذا ہے وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش کھائے گا جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے ۔[4]

۳۔ جہنمی کپڑے :(وَتَرَیٰ المُجرِمِینَ یَومَءِذٍ مُقَرَّنِینَ فِي الأَصفَادِ سَرَابِیلُهُم مِن قَطِرَانٍ وَتَغشَیٰ وُجُوهَهُم النَّارُ)اور تم اس دن مجرموں کو دیکھو گے کہ کسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے لباس قطران (بدبودار مادہ کے) ہوں گے اور ان کے چہروں کو

[1] سورہ سجدہ آیۃ: ۱۷
[2] المیزان ومجمع البیان
[3] سورہ معارج، ۱۱۔۱۴
[4] سورہ دخان، ۴۳۔۴۶

آگ ہر طرف سے ڈھانکے ہوئے ہوگی[1] (فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار یصب من فوق رؤوسھم الحمیم یصھر بہ ما فی بطونھم والجلود)جولوگ کافر ہیں ان کے واسطے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے او ران کے سروں پر گرما گرم پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے اندر جو کچھ ہے او ران کی جلدیں سب گل جائیں گی[2]۔

۴۔ ہر طرح کا عذاب : جہنم میں ہر طرح کا عذاب ہوگا کیونکہ جہنم خدا کے غیظ و غضب کا نام ہے (أن الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم ناراً کلّما نضجت جلودھم بدّلنا ھم جلوداً غیرھا لیذوقوا العذاب ان اللہ کان عزیزاً حکیماً)اور بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں بھون دیں گے اور جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے[3] روحانی عذاب

۱۔ غم والم اور ناامیدی :(کلّما أرادوا أن یخرجوا منھا من غمّ أعیدوا فیھا وذوقوا عذاب الحریق) جب یہ جہنم کی تکلیف سے نکل بھاگنا چاہیں گے تو دوبارہ اسی میں پلٹا دیے جائیں گے کہ ابھی اور جہنم کا مزہ چکھو[4]۔

۲۔ذلت ورسوائی (و الذین کفروا وکذّبوا بآیاتنا فأولٓئک لھم عذاب مھین)اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کے لئے نہایت درجہ رسواکن عذاب ہے۔[5]قرآن میں متعدد جگہ اہل جہنم کی ذلت اور رسوائی کو بیان کیا گیا ہے جس طرح وہ لوگ دنیا میں مومنین کو ذلیل سمجھتے تھے ۔

---

[1] سورہ ابراہیم ۴۹۔ ۵۰
[2] سورہ حج ۱۹ تا۲۰
[3] سورہ نساء آیۃ ۵۶
[4] سورہ حج آیۃ ۲۲
[5] سورہ حج آیۃ ۵۷

۳۔ تحقیر وتوہین :جب جہنمی کہیں گے بار الہا! ہمیں اس جہنم سے نکال دے اگر اس کے بعد ہم دوبارہ گناہ کرتے ہیں تو ہم واقعی ظالم ہیں ان سے کہا جائیگا۔ (أخسَؤا فیھا وَلاَ تکلمُون)اب اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور بات نہ کرو[1] اخساء کا جملہ کتے کو بھگانے کے وقت کیا جاتا ہےاور یہ جملہ گنہگاروں اور ظالموں کو ذلیل کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

۴۔ابدی سزا اور امکانات :(وَمَن یَعصِ اللہ وَ رَسُولَہ فَأِن لَہ نارَ جَہَنّمَ خَالِدین فِیھا أبداً) اور جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم ہے اور وہ اسی میں ہمیشہ رہنے والا ہے[2]۔ دائمی اور ابدی ہونا جو جہنمیوں کے لئے ہے بہت دردناک اور سخت ہوگا چونکہ ہر پریشانی اور سختی میں نجات کی امید ہی خوشی کا سبب ہوتی ہے لیکن یہاں سختی اور بے چینی اس لئے زیادہ ہوگی،کہ نجات کی کوئی امید نہیں،اس کے علاوہ رحمت خدا سے دوری سخت روحی بے چینی ہے ۔

سوال؟یہ کیسے ہوگا کہ وہ انسان جس نے زیادہ سے زیادہ سوسال گناہ کئے اسے کروڑوں سال بلکہ ہمیشہ سزادی جائے البتہ یہ سوال جنت کے دائمی ہونے پر بھی ہے لیکن وہاں خدا کا فضل وکرم ہے لیکن دائمی سزا عدالت الٰہی سے کس طرح سازگار رہے ؟۔
جواب :بعض گناہ جیسے(کفر)کافر ہونااس پر دائمی عذاب یہ قرین عقل ہے بطور مثال اگر ڈرائیور کا ٹرافیک کے قانون کی خلاف ورزی کے باعث ایکسیڈنٹ میں پیر ٹوٹ جائے تو اس کی خلاف ورزی ایک سکنڈ کی تھی مگر آخری عمر تک پیر کی نعمت سے محروم رہے گا ۔ماچس کی ایک تیلی پورے شہر کو جلانے کے لئے کافی ہے انسان کے اعمال بھی اسی طرح ہیں، قرآن میں ارشاد رب العزت ہے (وَلاَ تُجزَون اِلّاَ ما کُنتُم تَعمَلُون)اورتم کو صرف ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے اعمال تم کررہے ہو[3] دائمی ہونا یہ عمل کے باعث ہے ۔

---
[1] سورہ مومنون آیۃ:۱۰۸
[2] سورہ جن آیۃ ۲۳
[3] سورہ یس آیۃ ۵۴

سوالات

۱۔ جنت کی پانچ جسمانی نعمتوں کو بیان کریں ؟

۲۔جنت کی پانچ روحانی نعمتوں کا بیان کریں ؟

۳۔ اہل جہنم کی تین جسمانی سزائیں بیان کریں ؟

۴۔ اہل جہنم کی تین روحانی عذاب کو بیان کریں ؟

چالیسواں سبق

شفاعت

شفاعت ایک اہم دینی اور اعتقادی مسائل میں سے ہے قرآن اور احادیث معصومین میں اس کا متعدد بار ذکر آیاہے اس کی وضاحت کے لئے کچھ چیزوں پر توجہ ضروری ہے !

ا۔ شفاعت کے کیا معنی ہیں ؟لسان العرب میں مادہ شفع کے یہ معنی ہیں : ''الشّ

افعُ الطالب لغیرہ یتشفع بہ الیٰ المطلوب'' (شافع اسے کہتے ہیں جو دوسرے کے لئے کوئی چیز طلب کرے) مفردات راغب میں لفظ شفع کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں : ''الشفاعۃ الانضام الیٰ آخر ناصراً لہ وسائلاً عنہ'' شفاعت ایک دوسرے کا ضم ہونا اس لحاظ سے کہ وہ اس کی مدد کرے او راس کی طرف سے اس کی ضروریات کا طلبگار ہو ۔مولائے کائنات نے اس سلسلے میں فرمایا : الشفیع ناح الطالب شفاعت کرنے والا محتاج کے لئے اس کے پر کی مانند ہے جس کے مدد سے وہ مقصد تک پہنچے گا[1]۔

۲۔ ہما ری بحث کا مقصد وہ شفاعت ہے جس کے ایک طرف خدا ہو یعنی شفاعت کرنے والا ،خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنے ،دو مخلوق کے درمیان شفاعت میرا مقصد نہیں ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ قوی او رمضبوط شخص کاکمزور کے کنارے ہونااور اس کی مدد کرنا تاکہ وہ کمال کی منزل تک پہنچ سکے اور اولیاء خداکا لوگوں کے واسطے شفاعت کرنا،قانون کی بناء پر ہے نہ کہ تعلقات کی بناء پر اسی سے پتہ چلتا ہے کہ شفاعت اور پارٹی بازی میں فرق ہے ۔ اثبات شفاعت ۳۔ شفاعت مذہب شیعہ کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر بہت سی آیات ور روایات دلالت کرتی ہیں(وَلاَ تَنفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِندَہُ اِلاَّ لِمَن اَذِنَ لَہُ) اس کے یہاں کسی کی بھی سفارش کام آنے والی نہیں ہے مگر وہ جس کو خود اجازت دے دے [2] (یَومَءِذٍ لاتَنفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلاَّ مَن أذِنَ لَہُ الرَّحمٰنُ وَ

---

[1] نہج البلاغہ حکمت ۶۳
[2] سورہ سباء ۲۳

رَضِیَ لَہٗ قَولا) اس دن کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے خود اجازت دی ہے ہو اور وہ ان کی بات سے راضی ہے[۱] (مَا مِن شَفِیعٍ اِلاَّ مِن بَعدِ اِذنِہِ)کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے والا نہیں ہے[۲]) (مَن ذَا الذِي یَشفَعُ عِندَہ اِلَّا بِاذنِہِ)کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟[۳](وَلا یَشفَعُون اِلَّا لِمَنِ ارتَضیٰ)اور فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ کہ خدا اس کو پسند کرے[۴]ان مذکورہ تمام آیتوں میں کہ جن میں شفاعت کے لئے خدا کی رضایت اور اجازت شرط ہے یہ تمام کی تمام آیتیں شفاعت کو ثابت کرتی ہیں اور واضح ہے کہ پیغمبر اکرم اور دوسرے معصومینؑ کا شفاعت کرنا خدا کی اجازت سے ہے ۔ سوال :بعض قرآنی آیتوں میں شفاعت کا انکار کیوں کیا گیا ہے ؟ جیسے سورہ مدثر کی آیت ۴۸ (فَمَا تَنفَعُھُم شَفَاعَۃُ الشَّافِعِین) تو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی (وَاتَّقُوا یَوماً لَا تَجزِي نَفسٌ عَن نَفسٍ شَیئاً وَلاَ یُقبَلُ مِنھَا شَفَاعَۃٌ وَلاَ یُؤخَذُ مِنھَا عَدلٌ وَلاَ ھُم یُنصَرُون)اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کا بدل نہ بن سکے گا اور کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی نہ کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کسی کی مدد کی جائے گی[۵] ۔

جواب : پہلی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جنہوں نے نماز اور خدا کی راہ میں کھانا کھلانے کو چھوڑ دیا اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، آیت میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کے لئے شفاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی اس میں بھی ضمنی طور پر شفاعت کا ہونا ثابت ہے یعنی پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں شفاعت ہے ہر چند کہ بعض لوگوں کے لئے نہیں ہے ۔اور دوسری آیت کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم یہود کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کفر اور دشمنی کو حق کے مقابلے قرار دیا ہے یہاں تک کہ انبیاء الٰہی کو قتل کیا ،لہٰذا ان کے لئے کوئی شفاعت فائدہ نہ دے گی ۔ اوپر کی آیت کلی طور پر شفاعت کی نفی نہیں کر رہی ہے اس کے علاوہ اس کے پہلے کی آیتیں اور متواتر روایات اور اجماع امت سے شفاعت کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے ۔

---

[۱] سورہ طہٰ ۹،۱۰
[۲] سورہ یونس، ۳
[۳] سورہ بقرہ، ۲۵۵
[۴] سورہانبیاء ،۲۸
[۵] سورہ بقرہ آیۃ ۴۸

سوال : بعض آیتوں میں شفاعت کو کیوں فقط خدا سے مخصوص کر دیا ہے ؟ جیسے (ما لَکُم مِن دُونِہِ مِن وَلِیِّ وَلاَ شَفِیعٍ) اور تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی سرپرست یا سفارش کرنے والا نہیں ہے ۔[1] (قُلْ لِلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیعاً) کہہ دیجئے کہ شفاعت کا تمام تر اختیار اللہ کے ہاتھوں میں ہے[2] ۔ جواب : واضح رہے کہ بالذات اور مستقل طور پر شفاعت فقط خدا سے مخصوص ہے او ردوسروں کا خدا کی اجازت سے شفاعت کرنا یہ منافی نہیں ہے ان مذکورہ آیتوں کے مطابق کہ جن میں شفاعت کو خدا کی اجازت کے ساتھ جانا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض شرائط کے تحت دوسروں کے لئے بھی شفاعت ثابت ہے ۔

فلسفۂ شفاعت

شفاعت ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے جو مختلف جہتوں سے مثبت آثار کا حامل اور زندگی ساز ہے ۔ ا ۔ اولیاء خدا او رشفاعت کئے جانے والے لوگوں کے درمیان معنوی رابطہ واضح سی بات ہے جو قیامت کے خوف سے مضطرب او ر بے چین ہو ایسے کے لئے ائمہ اور پیغمبر اسلام ؐسے شفاعت کی امید اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ کسی طرح ان حضرات سے تعلقات بحال رکھے ۔ اور جوان کی مرضی ہو اسے انجام دے اور جوان کی ناراضگی کا سبب ہو اس سے پرہیز کرے کیونکہ شفاعت کے معنی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت پانے والے کے درمیان معنوی رابطہ ہونا ضروری ہے ۔

۲ ۔ شرائط شفاعت کا حاصل کرنا وہ آیت اور احادیث جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں شفاعت کے لئے بہت سی شرطیں قرار دی گئی ہیں یہ بات مسلّم ہے کہ جو شفاعت کی امید میں اور اس کے انتظار میں ہے وہ کوشش کرے گا کہ یہ شرطیں اپنے اندر پیدا کرے سب سے اہم ان میں خدا کی مرضی حاصل کرنا ہے یعنی لازم ہے ایسا کام انجام دے جو خدا کو مطلوب ہو اور جو شفاعت سے محرومیت کا باعث بنے اسے چھوڑ دے ۔

---

[1] سورہ سجدہ آیۃ ۴
[2] سورہ زمر آیۃ ۴۴

شفاعت کے بعض شرائط

الف) بنیا دی شرط ایمان ہے جولوگ باایمان نہیں ہیں یا صحیح عقیدہ نہیں رکھتے ہیں شفاعت ان کو شامل نہیں ہوگی ۔

ب) نماز چھوڑنے والا نہ ہویہاں تک کہ امام صادقؑ کی روایت کے مطابق نماز کو ہلکا بھی نہ سمجھتا ہو ۔ ج) زکات نہ دینے والوں میں سے نہ ہو ۔ د) حج چھوڑنے والوں میں سے نہ ہو ۔ ھ) ظالم نہ ہو (وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ) کیوں کہ ظالموں کے لئے کوئی مہربان دوست یا کوئی شفاعت فائدہ نہیں دے گی ،سورہ مدثر میں ارشاد ہوا ہے کچھ چیزیں ایسی ہیں جوشفاعت سے انسان کو محروم کردیتی ہیں ۔ ا ۔ نماز کی طرف دھیان نہ دینا ۔

۲ ۔ معاشرہ میں محروم لوگوں کی طرف توجہ نہ کرنا ۔

۳ ۔ باطل امور میں لگ جانا ۔

۴ ۔ قیامت سے انکا رکرنا ۔ یہ تمام چیزیں سبب بنتی ہیں کہ وہ انسان جوشفاعت کا خواہاں ہے اپنے اعمال میں نظر ثانی کرے اپنے آئندہ کے اعمال میں سدھار لائے لہٰذا شفاعت زندگی ساز اور مثبت آثار کا حامل ہے اور ایک اہم تربیتی مسئلہ ہے[1]

والحمد للہ رب العالمین

[1] قیامت کی بحث میں ان کتابو ں سے نقل یا استفادہ کیاگیاہے ،نہج البلا غہ ،بحارالانوار ، تسلیۃ الفوائد مرحوم شبر،کلم الطیب (مرحوم طیب) ، محجۃ البیضاء (مرحوم فیض) ،معاد آقای فلسفی ، معاد آقای مکارم ،معاد آقای قرائتی معاد آقای سلطانی ،تفسیر نمونہ اور سب سے زیادہ جس سے استفادہ کیا گیاہے وہ ہے پیام قرآن ج،۵ و ۶۔

سوالات

۱۔ شفاعت کسے کہتے ہیں اور شفاعت کرنے والے کون ہیں ؟

۲۔ شفاعت کے زندگی ساز اور مثبت آثار بیان کریں ؟

۳ ۔ شفاعت کے شرائط بیان کریں ؟

منابع وماخذ

۱۔ قرآن

۲۔نہج البلاغہ

۳۔توحید صدوق

۴۔ تفسیر پیام قرآن

۵۔ بحارالانوار...محمد باقر مجلسی

۶۔ تفسیر نورالثقلین..................................عبد علی بن جمعہ عروسی الحویزی

۷۔ تفسیر برہان..سید ہاشم بحرانی

۸۔ تفسیرالمیزان......................................علامہ سید محمد حسین طباطبائی

۹۔ تفسیر نمونہ...آیۃ اللہ مکارم شیرازی

۱۰۔اصول کافی ....محمد بن یعقوبی کلینی

۱۱۔المراجعات ....مرحوم سید شرف الدین عاملی

۱۲۔الغدیر ....مرحوم علامہ امینی

۱۳۔اثبات الھداۃ ....مرحوم حر عاملی

۱۴۔ کلم الطیب .... مرحوم طیب اصفہانی

۱۵۔ غایۃ المرام .... مرحوم علامہ بحرانی

۱۶۔ غررودرر .... مرحوم آمدی

۱۷۔ منتھی الامال .... مرحوم محدث قمی

۱۸۔ بررسی مسائل کلی امامت .... آیۃ اللہ ابراہیم امینی

۱۹۔ تسلیۃالفواد .... مرحوم شبّر

۲۰۔ سلسلہ بحثھای اعتقادی .... آیۃ اللہ مکارم شیرازی

۲۱۔ سلسلہ بحثھای اعتقادی .... آیۃ اللہ سبحانی

۲۲۔ سلسلہ بحثھای اعتقادی .... آیۃ اللہ استادی

۲۳۔ سلسلہ بحثھای اعتقادی .... حجۃالاسلام والمسلمین محمدی ری شہری

۲۴۔ درسھای از قرآن .... حجۃالاسلام والمسلمین قرآئتی

۲۵۔ہستی بخش ورہبران راستین .... شہید ہاشمی نژاد

۲۶۔ گمشدہ شما .... آیۃ اللہ یزدی

۲۷۔ اصول عقائد رااینگونہ تدریس کنیم .... آقایان (آشتیانی ۔امامی ۔ حسنی(